گلشنِ خطیب ایک باغ ادب کا ہے
سامان اس میں ذوقِ طلب کا ہے

گلشنِ خطیب

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی عفی

5

گلشنِ خطیب

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی عفی عنہ

شبیر برادرز
۴۰۔ اردو بازار لاہور فون:
042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

گلشنِ خطیب

باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	جولائی 2014ء / رمضان 1435ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزرز لاہور 0322-7202212
قیمت	روپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

الاهداء

بنام

پیر طریقت، رہبر شریعت، غزالی دوراں، مفسر قرآں، فخر ملت،

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے خلیفہ مجاز

شیخ طریقت، ضیائے ملت، رہبر شریعت، عارف معرفت

ولی کامل سیدی ومرشدی

حضور پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

غبارِ راہِ طیبہ

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی

الانتساب

ملت اسلامیہ کی عظیم دینی درسگاہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ کے
عالی مرتبت اساتذہ کرام (دامت برکاتہم العالیہ)

سیدی وسندی استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا
پیر سید عارف بہاؤ الحق شاہ صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا نور الحسن تنویر صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا ظہور احمد بروہی صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد جمیل صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد خالد صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد نوید صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد امجد صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سید ذیشان شاہ صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد شاہد صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد ارشد تبسم صاحب
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ زاہد صاحب
کے نام

جو انتہائی خلوص ومحبت سے دین اسلام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اللہ کریم میرے گرامی قدر اساتذہ کو دین ودنیا کی بھلائیوں اور ابدی راحتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین

غبارِ راہِ طیبہ   05/05/2014

فہرست

عناوین		نمبر شمار
(مخلصین)	باغات راحت کے مکین	1
(ذاکرین)	راہ نجات کے مسافرین	2
(وسیلہ)	اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ	3
	صفت میزبانی......اہل ایمان کی نشانی	4
(صبر)	اللہ کی سنگت کیسے نصیب ہوتی ہے	5
(انفاق فی سبیل اللہ)	تھوڑا دو......منہ مانگا لو	6
(دعا)	مومن کا سب سے قیمتی ہتھیار	7

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
الاهداء	۳
الانتساب	۴
اظہارِ تشکر	۲۲
تقریظ جلیل	۲۳
کلماتِ تحسین	۲۴
کلماتِ تحسین	۲۶
تبصرہ	۲۷
باغاتِ راحت کے مکین (مخلصین)	۲۸
نعت شریف	۲۹
ابتدائیہ	۳۰
اخلاص...... قرآن کی روشنی میں	۳۰
(۱) حکم الٰہی	۳۱
(۲) عبادت میں خلوص	۳۱
(۳) مخلص مومن کے اعمال کی مثال	۳۲
اخلاص...... حدیث کی روشنی میں	۳۳
(۱) ہر شخص کے لیے وہی ہے...... جس کی اس نے نیت کی	۳۴
درسِ ہدایت	۳۴
(۲) اللہ دلوں کا تقویٰ دیکھتا ہے	۳۴
فائدہ	۳۵
(۳) رضائے الٰہی کا سبب...... اخلاص ہے	۳۵
دعوتِ عمل	۳۶
مخلصین کا مقام ومرتبہ	۳۶
(۱) مخلصین...... نعمت کے باغوں میں	۳۶
(۲) سب نعمتوں سے اعلیٰ...... رب کی رضا	۳۷
(۳) شہداء کا مقام عطا فرمائے گا	۳۸
فائدہ	۳۸
نیت کی اقسام وکردار	۳۹
(1) اچھی نیت	۳۹
(۱) اچھی نیت...... کامل نیکی کا ثواب	۳۹
(۲) ریت کے برابر غلہ صدقہ کرنے کے برابر ثواب	۴۰
فائدہ	۴۰
(۳) اچھی نیتوں کی وجہ سے بخشش ہوگی	۴۰
درسِ ہدایت	۴۱

عنوان	صفحہ
(۴) اچھی نیت سے جنت میں داخلہ	۴۱
(5) بری نیت	۴۱
(۱) اچھی اور بری نیت پر حشر	۴۲
(۲) ابلیس کی نیت	۴۲
دعوتِ فکر	۴۳
اخلاص کی ضرورت	۴۴
(۱) طاعت و بندگی کے لیے اخلاص کی ضرورت	۴۴
(۲) نیکی ایک...... اجر سات سو سے بھی زیادہ	۴۴
فائدہ	۴۵
(۳) نیت کرنے والا...... عمل کرنے والے کی طرح ہے	۴۶
درسِ عبرت	۴۶
(۴) اخلاص کی دولت سے مالا مال...... فلاح پا گیا	۴۷
درسِ عمل	۴۷
قیام اللیل کا ثواب	۴۸
درسِ ہدایت	۴۹
(۵) اخلاص کی وجہ سے مدد الٰہی	۵۰
اخلاص کی اہمیت	۵۱
(۱) بارگاہ الٰہی میں عمل پہنچتا ہے	۵۲
نکتہ	۵۲
(۲) خالص اعمال کی قبولیت	۵۳
(۳) اعمال کی زیادتی بخشش نہ کروا سکے گی	۵۳
(۴) اگر نیت صافی ہے...... تو تھوڑا عمل بھی کافی ہے	۵۴
دعوتِ عمل	۵۴
(۵) ایمان...... اخلاص ہے	۵۵
درسِ ہدایت	۵۵
(۶) سخی کے برابر اجر و ثواب	۵۶
فائدہ	۵۶
(۷) اخلاص سے کیا جانے والا کام بیکار نہیں جاتا	۵۷
دعوتِ فکر	۵۸
(۸) دنیا ملعون ہے	۵۹
اخلاص کی فضیلت	۶۰
(۱) صرف نیت سے...... جہاد کا ثواب مل گیا	۶۰
فائدہ	۶۰
(۲) مخلص لوگ...... چراغ ہدایت ہیں	۶۱
(۳) تنہائی ہو یا ہجوم...... اخلاص کی فضیلت	۶۱
درسِ ہدایت	۶۲
اخلاص اور اسوۂ اسلاف	۶۲

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
(۱) اللہ عزوجل نیت کے مطابق جزا دے گا	۶۲	نصیحت کے پھول	۷۸
دعوتِ فکر	۶۳	ذکر کی ضرورت	۷۸
(۲) اخلاص کی خاطر نماز دہراتے رہے	۶۳	(۱) اپنے دلوں کو جھکا لو	۷۸
(۳) جماعت ترک کرنے پر غضب	۶۴	(۲) دل کی چمک دمک...... ذکر الٰہی سے ہے	۷۹
(۴) دینار کے بدلے اخلاص بیچ دیا	۶۵	(۳) ذکر الٰہی...... مضبوط قلعہ ہے	۸۰
دعوتِ فکر	۶۷	فائدہ	۸۲
(۵) امام غزالی کا اخلاص	۶۷	(۴) اللہ کا ذکر...... سب سے بڑی دولت ہے	۸۲
امام غزالی کا مقام و مرتبہ	۶۸	(۵) کثرت سے ذکر کرنے والے کی دعا...... رد نہیں ہوتی	۸۲
راہ نجات کے مسافر (ذاکرین)			
نعت شریف	۷۱	ذکر...... قرآن کی روشنی میں	۸۳
ابتدائیہ	۷۲	(۱) کثرت ذکر کی تاکید	۸۳
ذکر کا معنیٰ و مفہوم	۷۲	(۲) تم مجھے یاد کرو...... میں تمہیں یاد کروں گا	۸۴
ذکر کی اہمیت	۷۴	(۳) اللہ کو یاد کرنے کے مختلف طریقے	۸۵
(۱) ذکر الٰہی سے گناہ معاف ہوتے ہیں	۷۴	☆ اُذْكُرُوْنِیْ بِطَاعَتِیْ...... اَذْكُرْكُمْ بِرَحْمَتِیْ	۸۶
(۲) گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں	۷۵	☆ اُذْكُرُوْنِیْ بِالدُّعَاءِ...... اَذْكُرْكُمْ بِالْاِجَابَةِ وَالْاِحْسَانِ	۸۶
(۳) ذکر الٰہی...... دافع عذاب الٰہی	۷۵	☆ اُذْكُرُوْنِیْ بِالثَّنَاءِ وَالطَّاعَةِ...... اَذْكُرْكُمْ بِالثَّنَاءِ وَالنِّعْمَةِ	۸۶
(۴) اللہ کا ذکر دوزخ کے عذاب سے بچاتا ہے	۷۶		
(۵) میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں	۷۷	☆ اُذْكُرُوْنِیْ فِی الدُّنْیَا...... اَذْكُرْكُمْ فِی	

عنوان	صفحہ
الآخِرَۃ	۸۶
☆اُذْکُرُوْنِیْ فِی الْخَلَوٰتِ...... اَذْکُرْکُمْ فِی الْفَلَوٰتِ	۸۶
☆اُذْکُرُوْنِیْ فِی الرَّخَاءِ...... اَذْکُرْکُمْ فِی الْبَلَاءِ	۸۸
دعوتِ عمل	۸۸
(۴) مومنین کی علامت	۸۹
ذکر......حدیث کی روشنی میں	۹۱
(۱) خیر سے متصف عمل	۹۱
(۲) بندے کے گمان کے مطابق اللہ کا ساتھ	۹۲
(۳) جنت میں رفیق اعلیٰ کا مقام	۹۳
(۴) اللہ کا پسندیدہ عمل کون سا ہے؟	۹۴
(۵) حضرت ام انس رضی اللہ عنہا کو کریم آقا علیہ السلام کی نصیحت	۹۴
ذکر کی برکات	۹۵
(۱) بامراد لوگ	۹۵
درسِ عمل	۹۵
(۲) عاشق رسول......ذکر الٰہی میں مسرور	۹۶
فائدہ	۹۹
(۳) ذکر الٰہی سے......شیطان بھاگ جاتا ہے	۱۰۰
(۴) کثرت ذکر سے......محبت الٰہی کا حصول	۱۰۰
(۵) جنت کی بہار......ذکر الٰہی سے ہے	۱۰۱
(۶) مجاہد و روزہ دار سے زیادہ ثواب	۱۰۱
درسِ ہدایت	۱۰۲
(۷) میدان جنگ میں ذکر الٰہی	۱۰۳
ذکر کے فوائد	۱۰۴
(۱) عاجزی کا حصول	۱۰۴
(۲) فلاح کا حصول	۱۰۵
دعوتِ عمل	۱۰۶
(۳) سکون قلب کا حصول	۱۰۶
دعوتِ عمل	۱۰۶
(۴) دلوں کی صفائی ہوتی ہے	۱۰۷
(۵) ذکر اللہ شفا ہے	۱۰۸
ذاکرین کا مقام و مرتبہ	۱۰۸
(۱) مفردون سبقت لے گئے	۱۰۹
(۲) ذکر کرنے والوں کے گھر ستاروں کی طرح روشن	۱۱۰
(۳) ذاکرین کو دوزخ سے نکال دو	۱۱۰
(۴) ذکر الٰہی کرنے والا......عرش کے سائے تلے ہوگا	۱۱۱
(۵) ذاکرین......اللہ کے ہم نشین ہیں	۱۱۲

عنوان	صفحہ
(۶) ذاکرین...... اللہ کے محبوب ہیں	۱۱۲
ذاکرین کے لیے فرشتوں کی گواہی	۱۱۳
(۱) بخشش کی خوشخبری	۱۱۳
(۲) فرشتو! گواہ رہو میں نے انہیں بخش دیا	۱۱۳
(۳) اللہ کا فرشتوں سے فخر ومباہات کرنا	۱۱۴
فائدہ	۱۱۶
(۴) اللہ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرما رہا ہے	۱۱۶
جنت کے باغات کی سیر	۱۱۷
(۱) جنت کی دیواروں کے اوپر سے جنت میں داخلہ	۱۱۷
(۲) ذکر الٰہی کی محفلیں جنت کے باغات ہیں	۱۱۷
فائدہ	۱۱۹
(۳) موتیوں کے منبروں پر ذاکرین بیٹھے ہوں گے	۱۱۹
(۴) مسکراتے ہوئے جنت میں داخلہ	۱۲۰
(۵) جنت میں بلند درجات میں داخلہ	۱۲۰
(۶) صاحبان سخاوکرم کا جنت میں داخلہ	۱۲۰
ذکر سے غفلت کا انجام	۱۲۱
(۱) ذکر الٰہی سے غفلت ہلاکت کا باعث ہے	۱۲۱
(۲) عذاب دوزخ سے بدتر انجام	۱۲۲
(۳) شیطان کی سازش کا شکار...... غافلین ہیں	۱۲۲
درسِ ہدایت	۱۲۲
(۴) دنیاوی معاش تنگ کر دیا جائے گا	۱۲۳
(۵) شیطان غافل کا ساتھی ہے	۱۲۴
(۶) نقصان اٹھانے والے لوگ	۱۲۵
(۷) سخت عذاب کی وعید	۱۲۶
(۸) ہر گزرتے دن پر رب کی پکار	۱۲۶
مختلف اذکار	۱۲۷
(۱) سورۃ الفاتحہ کی برکت	۱۲۷
(۲) اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بستر پر دراز ہوں	۱۲۷
(۳) تجارت وخرید وفروخت کے وقت ذکر الٰہی	۱۲۸
(۴) بازار میں ذکر الٰہی	۱۲۸
(۵) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا	۱۲۹
حسن اختتام	۱۲۹

اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ

(وسیلہ)

عنوان	صفحہ
نعت شریف	۱۳۱
ابتدائیہ	۱۳۲

عنوان	صفحہ
وسیلے کا معنی اور مفہوم	۱۳۳
(i) لغوی معنیٰ	۱۳۳
(ii) شرعی معنیٰ	۱۳۳
وسیلے کا ثبوت	۱۳۳
(الف) وسیلے کا ثبوت قرآن کی روشنی میں	۱۳۳
(۱) وسیلہ تلاش کرنے کا حکم	۱۳۴
(۲) احسانات الٰہیہ سے توسل	۱۳۴
(۳) اللہ کی طرف رغبت	۱۳۵
تشریح وتوضیح	۱۳۵
(ب) وسیلے کا ثبوت حدیث کی روشنی میں	۱۳۶
(۱) عمل غیر سے توسل	۱۳۶
(۲) ٹہنی سے عذاب میں تخفیف	۱۳۷
اہم نکتہ	۱۳۸
(۳) نبی کریم ﷺ پیش رو ہوں گے	۱۳۸
(ج) وسیلے کا ثبوت عمل انبیاء کی روشنی میں	۱۳۹
(۱) حضرت آدم علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی	۱۳۹
(۲) حضرت یعقوب علیہ السلام کی بصارت لوٹ آئی	۱۴۰
درسِ ہدایت	۱۴۰
(۳) حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ کو وسیلہ بنانا	۱۴۱
(د) وسیلے کا ثبوت عمل صحابہ کی روشنی میں	۱۴۲
(۱) بینائی لوٹ آئی	۱۴۲
تشریح وتوضیح	۱۴۳
(۲) توسل مصطفیٰ ﷺ سے نزول باراں	۱۴۴
(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر پھیلا دی	۱۴۷
(۴) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی تکلیف ختم ہوگئی	۱۴۷
(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ایمان لے آئیں	۱۴۷
وسیلے سے دعا کا جواز	۱۴۹
(الف) انبیاء کے وسیلے سے دعا کا جواز	۱۴۹
(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وسیلہ بنایا جا رہا ہے	۱۴۹
(۲) بارانِ رحمت کا نزول	۱۵۰
(۳) حضور کے وسیلے سے قرض ادا ہو گیا	۱۵۱
(ب) صحابہ کرام کے وسیلے سے دعا کا	

عنوان	صفحہ
جواز	۱۵۲
(۱) بوسیلۂ صحابی...... سیرابی ملی	۱۵۲
(۲) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا	۱۵۳
(۳) حضرت عائشہ کا فرمان...... روضۂ اقدس کے پاس دعا کرو	۱۵۳
(ج) محبوبان الٰہی کے وسیلے سے دعا کا جواز	۱۵۴
(۱) حضرت اویس قرنی سے دعا کروانا	۱۵۴
(۲) مومنین وسیلہ بن رہے ہیں	۱۵۷
نکتہ	۱۵۷
(د) نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کا جواز	۱۵۷
(۱) ستر ہزار فرشتے استغفار کریں گے	۱۵۸
(۲) دعا کے وسیلے سے...... مصیبت سے نجات مل گئی	۱۵۸
فائدہ	۱۶۰
تبرکات سے وسیلے کا جواز	۱۶۱
(۱) حضور ﷺ کے مقام وسیلہ سے...... وسیلہ	۱۶۱
(۲) حضور ﷺ کے موئے مبارک سے...... وسیلہ	۱۶۲
(۳) فتح ان کے قدم چومتی	۱۶۲
(۴) حضور ﷺ کے نعلین مبارک سے...... وسیلہ	۱۶۳
(۵) مقام ابراہیم سے...... وسیلہ	۱۶۴
مقام ابراہیم	۱۶۴
(۶) حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے وسیلہ	۱۶۵
وسیلے کی وسعت	۱۶۵
(الف) حضور ﷺ...... وسیلہ ہیں	۱۶۵
(۱) امت سے عذاب کا ٹل جانا	۱۶۶
(۲) حضور ﷺ کے صدقے رب کی عطاء	۱۶۷
(۳) محبت رسول...... وسیلۂ جنت	۱۶۸
تشریح وتوضیح	۱۶۹
(ب) صحابہ کرام علیہم الرضوان...... وسیلہ ہیں	۱۶۹
(ج) اولیاء اللہ...... وسیلہ ہیں	۱۷۰
(د) نماز...... وسیلہ ہے	۱۷۱
تشریح وتوضیح	۱۷۱
(ہ) صبر...... وسیلہ ہے	۱۷۲
(و) درود پاک...... وسیلہ ہے	۱۷۲
(ز) بیٹیاں...... وسیلہ ہیں	۱۷۳
(ح) اللہ کی خاطر محبت کرنے والے...... وسیلہ ہیں	۱۷۴

عنوان	صفحہ

(ط) چھوٹا بچہ......وسیلہ ہے ___ ۱۷۴
وسیلے پر دلائل ___ ۱۷۵
(الف) وسیلے پر نقلی دلائل ___ ۱۷۵
وسیلے پر دلائل......قرآن کی روشنی میں ۱۷۵
(۱) ذکر الٰہی کے وسیلہ سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے ___ ۱۷۵
تشریح وتوضیح ___ ۱۷۶
(۲) حضرت جبرائیل وسیلہ بن رہے ہیں ___ ۱۷۶
وسیلے پر دلائل......حدیث کی روشنی میں ___ ۱۷۷
(۱) کنوئیں کا پانی بڑھ گیا ___ ۱۷۷
(۲) کثرت سجود سے اپنے معاملے میں میری مدد کرو ___ ۱۷۸
(ب) وسیلے پر عقلی دلائل ___ ۱۷۸
وسیلہ......ایک نظر میں ___ ۱۷۸
(الف) وسیلہ......صحابہ کی نظر میں ___ ۱۸۰
(۱) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا وسیلہ تلاش کرنا ___ ۱۸۰
درسِ عمل ___ ۱۸۱
(۲) اللہ کریم نے کراماً کاتبین کے علاوہ بھی فرشتے مقرر کیے ہیں ___ ۱۸۱
(ب) وسیلہ......صالحین کی نظر میں ___ ۱۸۲
(ج) وسیلہ......یہود کی نظر میں ___ ۱۸۳
نکتہ ___ ۱۸۳
(د) وسیلہ......علماء دیوبند کی نظر میں ___ ۱۸۴
صفت میزبانی...... ___ ۱۸۴

اہل ایمان کی نشانی

نعت شریف ___ ۱۸۷
ابتدائیہ ___ ۱۸۸
مہمان نوازی کی اہمیت ___ ۱۸۹
(۱) سب سے بہتر کون ہے؟ ___ ۱۸۹
(۲) سب سے اچھا عمل ___ ۱۸۹
(۳) جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے......وہ مہمان کی عزت کرے ___ ۱۹۰
(۴) سرکار دو عالم ﷺ نے زرہ گروی رکھ کر ضیافت کی ___ ۱۹۰
(۵) مہمان کی خاطر......بچوں کو بھوکا سلا دیا ___ ۱۹۰
مہمان نوازی......سنت انبیاء ہے ___ ۱۹۱
(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مہمان نوازی ___ ۱۹۱
(۱) سنت ابراہیمی پر عمل کرنے والا نوجوان
درسِ ہدایت ___ ۱۹۲
(ب) سرکار دو جہاں ﷺ اور مہمان نوازی ___ ۱۹۴

عنوان	صفحہ
(۱) ستر پینے والے ہیں...... دودھ کا ایک پیالہ ہے	۱۹۴
(۲) یارسول اللہ! دل صاف فرما دیجئے	۱۹۷
(۳) وصال اقدس کے بعد ضیافت	۱۹۷
(ج) مہمان نوازی اور اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۱۹۸
(۱) سعادت مند میزبان	۱۹۸
(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی	۲۰۱
(۳) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ ضیافت	۲۰۳
(۴) غزوۂ خندق...... اور...... جذبۂ محبت	۲۰۵
(۵)......! تیرے مقدر پر قربان ہیں	۲۰۷
(۶) بابرکت پیالہ	۲۰۸
فائدہ	۲۰۸
مہمان نوازی کی فضیلت	۲۰۵
(۱) بارگاہ خداوندی سے...... کھلانے کا صلہ	۲۰۵
(۲) دوزخ سے نجات کا ذریعہ	۲۰۵
(۳) شراب طہور اور جنتی کھانے	۲۱۰
دعوت عمل	۲۱۰
ضیافت میں نیت کا کردار	۲۱۰
(۱) نیت...... عمل سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے	۲۱۰
(۲) ضیافت کرتے وقت...... سنت رسول کو ذہن میں رکھیں	۲۱۰
(۳) ہم مہمان نوازی کی قیمت...... وصول نہیں کرتے	۲۱۲
مہمان نوازی کی برکات	۲۱۴
(۱) روٹی کا ٹکڑا...... احد پہاڑ جتنا ہو جائے گا	۲۱۴
(۲) جہنمی...... جہنم سے کیسے نکلے گا؟	۲۱۴
(۳) سانپ سے بچنے والا مہمان نواز	۲۱۵
(۴) واہ سبحان! تیری قدرت	۲۱۶
مہمان نوازی...... جنت میں جانے کا ذریعہ	۲۱۷
(۱) یارسول اللہ! میں جنت میں کیسے داخل ہو سکتا ہوں	۲۱۷
(۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو...... جنت کی بشارت	۲۱۸
(۳) جنت کے بالا خانے...... کیسے نصیب ہوں گے	۲۱۸
دعوت عمل	۲۱۸

اللہ کی سنگت کیسے نصیب ہوتی ہے

(صبر)

عنوان	صفحہ
نعت شریف	۲۲۱

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	۲۲۲
صبر کی اہمیت	۲۲۴
(۱) مومن کا ہر عمل...... بھلائی پر مشتمل ہے	۲۲۴
(۲) صبر، بھوک پر...... ٹھکانہ جنت میں	۲۲۵
درسِ ہدایت	۲۲۶
(۳) کانٹا چبھنے پر بھی گناہ معاف	۲۲۶
درسِ ہدایت	۲۲۶
(۴) جان دے دی مگر ایمان نہ دیا	۲۲۷
(۵) عظیم عابد کا...... عظیم صبر	۲۳۰
(۶) صبر کی تلقین	۲۳۱
صبر کی ضرورت	۲۳۳
(۱) رضائے الٰہی کے لیے صبر کرنا	۲۳۳
دعوتِ عمل	۲۳۳
(۲) اللہ کی رضا کے لیے صبر کی جزا	۲۳۳
(۳) صدمہ پہنچنے کے وقت صبر کرنا	۲۳۴
درسِ ہدایت	۲۳۵
(۴) طاعون پر صبر...... ثواب کی خاطر	۲۳۵
(۵) بچے کی خوراک کا انتظام	۲۳۶
(۶) ایک عظیم صابرہ خاتون	۲۳۷
صبر...... قرآن کی نظر میں	۲۳۹
(۱) بے حساب اجر وثواب	۲۳۹
(۲) باہمت لوگ صابر ہوتے ہیں	۲۳۹
(۳) صبر سے مدد طلب کرنے کا حکم	۲۳۹
(۴) إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کا حکم	۲۴۰
دعوتِ فکر	۲۴۱
(۵) صابرین کی جزا	۲۴۲
(۶) اہل ایمان کی نشانی	۲۴۳
(۷) آزمائش میں صبر کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے	۲۴۴
مصائب کی اقسام	۲۴۵
(۱) بیماری کا حملہ	۲۴۵
(۲) غربت وتنگدستی	۲۴۵
(۳) اولاد کا امتحان	۲۴۶
(۴) موت کا حملہ	۲۴۶
صبر...... حدیث کی روشنی میں	۲۴۷
(۱) دو محبوب چیزوں کے ذریعے آزمائش	۲۴۷
(۲) مصائب...... بھلائی کا باعث ہوتے ہیں	۲۴۹
(۳) کاش! دنیا میں مصیبت آجاتی	۲۴۹
درسِ ہدایت	۲۵۰
(۴) صاحب کرامت بچے اور راہب کا واقعہ	۲۵۰
(۵) جادوگر افضل ہے یا راہب؟	۲۵۱
(۶) عنقریب تمہاری آزمائش ہوگی	۲۵۱

عنوان	صفحہ
(۷) راہب کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے	۲۵۲
لڑکے کو مارنے کی تدبیریں	۲۵۲
آگ کی خندق کھودنے کا حکم	۲۵۴
درسِ عمل	۲۵۴
درسِ عبرت	۲۵۵
صابرین کا مقام و مرتبہ	۲۵۵
(۱) اللہ صابرین کے ساتھ ہے	۲۵ت
(۲) صبر کرنے والے کے لیے جنت کے سوا کچھ نہیں	۲۵۷
(۳) صابرین فضیلت والے لوگ ہیں	۲۵۸
(۴) صابرین نکھرے لوگ ہیں	۲۵۸
فائدہ	۲۵۸
صابرین کے لیے بشارتیں	۲۵۸
(۱) بینائی جانے پر...... دیدارِ الٰہی کا تحفہ	۲۵۹
(۲) محبوب ترین فرد کی جدائی پر صبر کا اجر	
(۳) فوت شدہ بیٹا جنت میں انتظار کرے گا	۲۶۱
(۴) مریض کے نیک اعمال	۲۶۲
فائدہ	۲۶۲
صبر کی برکات	۲۶۳
(۱) مصیبتوں پر صبر کرنے والے لوگ	۲۶۳
(۲) مصیبت میں مبتلا شخص کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں	۲۶۴
(۳) بیماری میں صبر اور حمد و ثناء کرنا	۲۶۴
(۴) جنتی عورت کون ہے؟	۲۶۶
(۵) نابینا شخص کی نظر ولایت	۲۶۹
فائدہ	۲۶۹
(۶) عابد کے صبر کی انتہاء	۲۷۰
صبر کے ثمرات	۲۷۱
(۱) صبر عزم الامور سے ہے	۲۷۲
(۲) اعمال صالحہ کے فضائل	۲۷۲
(۳) طہارت نصف ایمان ہے	۲۷۳
(۴) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میزان کو بھر دیتا ہے	۲۷۳
(۵) نماز نور ہے	۲۷۴
(۶) صدقہ دلیل ہے	۲۷۴
(۷) صبر ضیاء ہے	۲۷۵
(۸) مصائب و آلام بھلائی کا باعث ہوتے ہیں	۲۷۶
آیئے غور و تدبر کریں	۲۷۷
ماں کا پیار	۲۷۷
بے حد کرم کی بارش	۲۷۷
(۹) ڈوبے ہوئے بچے کیسے ملے؟	۲۷۸
(۱۰) بخار پر صبر کا دوگنا ثواب	۲۷۹
(۱۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صبر	۲۸۰
(۱۲) حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر	۲۸۱

عنوان	صفحہ
(۱۳) مومن کے ہر کام میں اس کے لیے بہتری ہے	۲۸۲
صبر اور اسوۂ انبیاء کرام علیہم السلام	۲۸۴
(۱) نبی کی قوم کی بخشش کے لیے دعا	۲۸۴
تشریح و توضیح	۲۸۴
(۲) حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا کا صبر	۲۸۵
(۳) تکلیف پہنچانے والا انعام لے گیا	۲۸۵
صبر اور اسوۂ صحابہ کرام علیہم الرضوان	۲۸۶
(۱) بیٹے کی وفات پر صبر کی عظیم مثال	۲۸۷
درسِ ہدایت	۲۸۸
(۲) ام سلیم رضی اللہ عنہا جنت میں	۲۸۹
(۳) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا صبر	۲۸۹
(۴) آگ سے حفاظت کے لیے مضبوط دیوار	۲۹۰
(۵) بچے کی وفات پر صبر کا صلہ	۲۹۰
(۶) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازیاں	۲۹۰
(۷) سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کو کوئلوں پر لٹا دیا گیا	۲۹۱
تھوڑا دو...... منہ مانگا لو	
(انفاق فی سبیل اللہ)	۲۹۲
نعت شریف	۲۹۳
ابتدائیہ	۲۹۴
انفاق فی سبیل اللہ...... قرآن کی روشنی میں	۲۹۶
(۱) اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا	۲۹۶
(۲) اللہ کے خزانوں سے لبریز سخی	۲۹۷
(۳) شیطان ڈراتا ہے...... اللہ مغفرت کا وعدہ کرتا ہے	۲۹۸
انفاق فی سبیل اللہ...... حدیث کی روشنی میں	۲۹۹
(۱) سخاوت ایک جنتی درخت	۲۹۹
فائدہ	۳۰۰
(۲) خدا ترس عورت کو بچہ کیسے ملا	۳۰۰
(۳) خرچ کرنے والے کے لیے فرشتے کی دعا	۳۰۳
فائدہ	۳۰۳
انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت	۳۰۴
(۱) آدمی کا مال وہ ہے...... جو اس نے آگے بھیجا	۳۰۵
دعوتِ فکر	۳۰۵
(۲) اپنا وہ ہے...... جو نیک راہ میں ہو گیا	۳۰۶
(۳) جو خرچ ہو گیا...... وہ حقیقت میں بچ گیا	۳۰۶
تشریح و توضیح	۳۰۷

عنوان	صفحہ
(۴) آگ سے بچو	۳۰۸
انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت	۳۰۹
(۱) راہ خدا میں خرچ کرنے والے کے لیے بشارت	۳۰۹
فائدہ	۳۰۹
(۲) خرچ کرو...... تم پر خرچ کیا جائے گا	۳۱۰
(۳) ہر چیز سے سخت چیز صدقہ	۳۱۱
فائدہ	۳۱۱
(۴) دھوبی کی روٹیاں...... اور سانپ کے منہ میں لوہے کی لگام	۳۱۳
انفاق فی سبیل اللہ کی برکات	۳۱۴
(۱)	۳۱۴
(۲) صدقہ کو اللہ...... پالتا رہتا ہے	۳۱۶
دعوت عمل	۳۱۶
(۳) سات سو گنا اجر	۳۱۷
انفاق فی سبیل اللہ کے ثمرات	۳۱۸
(۱) کوئی خوف اور غم نہ ہوگا	۳۱۸
(۲) سخی اللہ کے قریب ہے	۳۱۹
(۳) رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرنے والوں کی مثال	۳۲۰
(۴) اللہ کو قرض حسنہ دو...... اور کئی گنا لو	۳۲۱
انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب	۳۲۲
(۱) خرچ کرو...... اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے	۳۲۲
(۲) آگے بھیجنے والے...... بڑے ثواب کے اہل ہوں گے	۳۲۲
(۳) خرچ کرو...... گھاٹے میں نہیں رہو گے	۳۲۳
فائدہ	۳۲۴
انفاق فی سبیل اللہ...... اور اسوۂ رسول ﷺ	۳۲۴
(۱) سرکار نے کبھی "لا" نہیں فرمایا	۳۲۴
فائدہ	۳۲۴
(۲) جو مانگا...... وہی نصیب ہوا	۳۲۴
(۳) بے سہاروں کا سہارا	۳۲۵
(۴) وہ اتنا دیتے ہیں کہ...... فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا	۳۲۵
تشریح و توضیح	۳۲۶
انفاق فی سبیل اللہ...... اور اسوۂ اسلاف	۳۲۷
(۱) بادل کو حکم ہوا...... اس زمین کو سیراب کر دو	۳۲۷
دعوت عمل	۳۲۸
(۲) حضرات شیخین کا مقابلہ	۳۲۹
(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رسول	۳۳۱

عنوان	صفحہ
خرچ نہ کرنے پر وعیدیں	۳۳۲
(۱) اللہ بخیل کو پسند نہیں کرتا	۳۳۲
(۲) جب سب کچھ اللہ کا ہے تو......	۳۳۳
(۳) خرچ نہ کرنا...... اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے	۳۳۳
(۴) اولاد کی فکر...... اولاد محتاج ہو جائے گی	۳۳۴
مومن کا سب سے قیمتی ہتھیار (دعا)	
نعت شریف	۳۳۶
ابتدائیہ	۳۳۷
دعا کا معنیٰ و مفہوم	۳۳۸
لغوی معنیٰ	۳۳۸
اصطلاحی معنیٰ	۳۳۸
دعا کی اہمیت	۳۳۸
(۱) تنگی و خوشحالی میں دعا کرنا	۳۳۹
(۲) خوشحالی میں دعا کرنے کا حکم	۳۴۰
(۳) دعا تقدیر بدل دیتی ہے	۳۴۱
تشریح و توضیح	۳۴۱
(۴) دعا کا دروازہ...... رحمت کا دروازہ ہے	۳۴۱
(۵) دعا سے توبہ نصیب ہو گئی	۳۴۲
دعا کی فضیلت	۳۴۴
(۱) دعا عبادت کا مغز	۳۴۴
(۲) دعا عین عبادت	۳۴۴
درسِ ہدایت	۳۴۵
(۳) دعا مومن کا ہتھیار	۳۴۵
(۴) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا	۳۴۶
(۵) دعائیہ کلمات میں تکرار	۳۴۹
دعا کرنے کا حکم	۳۴۹
(الف) دعا کا حکم...... قرآن کی روشنی میں	۳۴۹
(۱) مجھ سے دعا کیا کرو	۳۵۰
تشریح و توضیح	۳۵۰
فائدہ	۳۵۱
(۲) صبح و شام کی دعا...... باعث قرب مصطفیٰ	۳۵۱
(۳) دعا کرنے والوں کے لیے...... دائمی انعامات	۳۵۱
دعوتِ عمل	۳۵۲
(ب) دعا کا حکم...... حدیث کی روشنی میں	۳۵۲
(۱) اللہ کو پسند ہے کہ...... اس سے مانگا جائے	۳۵۲
دعوتِ فکر	۳۵۳

عنوان	صفحہ
(۲) نفع دینے والی چیز	۳۵۳
فائدہ	۳۵۴
(۳) اللہ حیادار..... کریم ہے	۳۵۴
دعا کی قدر و قیمت	۳۵۴
(۱) دعا..... بنیادی ضرورتوں کی کفیل ہے	۳۵۵
(۲) محترم و مکرم چیز	۳۵۶
(۳) محبوبان الٰہی کی دعا کا اعجاز	۳۵۷
نوٹ:-	۳۵۷
(۴) غائب کی دعا کی قدر و قیمت	۳۵۷
(۵) تین لوگوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں	۳۵۸
(۶) بیقرار کی دعا جلد قبول ہوتی ہے	۳۵۸
(۷) گھر کے سامنے نہر ہی تو ہے	۳۵۹
دعا کی شرائط	۳۶۲
(۱) اخلاص	۳۶۲
غافل کی دعا..... قبول نہیں ہوتی	۳۶۳
(۲) خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کرنا	۳۶۳
(۳) اول و آخر درود شریف پڑھنا	۳۶۴
دعوت عمل	۳۶۵
(۴) حمد و ثناء سے شروع کرنا	۳۶۵
(۵) حلال روزی	۳۶۶
رزق حرام کھانے والوں کی دعا..... قبول نہیں ہوتی	۳۶۶
(۶) گناہوں سے تائب ہونا	۳۶۷
توبہ کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے	۳۶۸
ذرا سوچئے	۳۶۹
ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں	۳۶۹
دعا کے آداب	۳۷۰
(۱) جسم پاک ہو	۳۷۱
(۲) جگہ پاک ہو	۳۷۱
(۳) دعا سے پہلے..... استغفار کرنا	۳۷۲
حضرت نوح علیہ السلام نے استغفار کی تعلیم دی	۳۷۲
حضرت ہود علیہ السلام نے استغفار کی تعلیم دی	۳۷۳
امت محمدیہ کو استغفار کا حکم	۳۷۴
(۴) وسیلے سے دعا مانگنا	۳۷۴
ذرا سوچئے!	۳۷۶
(۵) اسماء الحسنٰی سے دعا مانگنا	۳۷۶
(۶) جلد بازی نہ کرنا	۳۷۷
دعا کی قبولیت کے اوقات	۳۷۸
(۱) نصف رات کو دعا کرنا	۳۷۸
(۲) سحری کا وقت	۳۷۹
(۳) حالت سجدہ میں	۳۸۰
(۴) رمضان کا مہینہ	۳۸۱

عنوان	صفحہ
(۵) جمعہ کا دن	۳۸۱
(۶) اذان کے وقت	۳۸۲
فوائد	۳۸۲
(۷) افطاری کے وقت	۳۸۳
دعا...... اور...... اسوۂ رسول	۳۸۳
(۱) دن کے اولین اوقات میں برکت کی دعا	۳۸۳
(۲) نماز سے فراغت کے بعد استغفار کرنا	۳۸۴
(۳) فرمانِ خدا...... بزبانِ مصطفیٰ ﷺ	۳۸۴
(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے مصطفیٰ ﷺ	۳۸۵
(۵) دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے دعا	۳۸۶
(۶) میدان بدر میں دعائے مصطفیٰ ﷺ	۳۸۷
دعا...... اور اسوۂ انبیاء	۳۸۸
(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	۳۸۸
(۲) حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا	۳۹۰
(۳) حضرت یونس علیہ السلام کی دعا	۳۹۴
(۴) حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	۳۹۵
درسِ عمل	۳۹۶
دعا...... اور اسوۂ صحابہ	۳۹۶
(۱) تین چیزوں میں سے ایک ضرور ملتی ہے	۳۹۶
درسِ فکر	۳۹۷
(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا	۳۹۸
دعا...... اور اسوۂ اولیاء	۳۹۸
(۱) رزق کے لیے دعا	۳۹۹
دعا کی تاثیر سے خچر زندہ ہو گیا	۴۰۰
دعا سے رہائی مل گئی	۴۰۱
دعا نہ کرنے کا نقصان	۴۰۲
(۱) اللہ کی ناراضگی	۴۰۲
درسِ ہدایت	۴۰۳
(۲) کمزور و عاجز شخص	۴۰۳
بددعا کا نقصان	۴۰۴
(۱) عورت مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی	۴۰۴
(۲) ماں کی بددعا نے آزمائش میں ڈال دیا	۴۰۶
درسِ ہدایت	۴۰۸

اظہار تشکر

الحمد للہ (عزوجل)! جامعہ گلشن اسلام آڈھا سیالکوٹ کے محنتی اور مخلص سٹاف کی کاوشوں اور طالبات کی محنت کی بدولت 11 (گیارہ) طالبات کو ''اجالا پروگرام'' کے تحت العامۃ الثانویہ (میٹرک) 2014ء امتحان میں +70 فیصد نمبر لینے پر حکومت پنجاب نے ''سولر لیمپس'' کے لیے منتخب کیا۔

یقیناً یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس اعزاز پر ہم اپنے مالک و مولا عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں۔

غبارِ راہِ طیبہ

حافظ ظفر اقبال چشتی نظامی

پرنسپل جامعہ گلشن اسلام آڈھا (سیالکوٹ)

تقریظ جلیل

عالم نبیل فاضل جلیل، مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مولانا محمد اقبال عطاری
سرپرست اعلیٰ جامعہ صفیہ عطاریہ پکی کوٹلی سیالکوٹ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام کا نظام تبلیغ ایک وسیع اور متاثر کن پس منظر رکھتا ہے جس کا مرکز و محور خود حضور نبی مکرم، نور مجسم ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ معلم اول اور مزکی عالم ہیں۔ صدق وصفا اور صبر و رضا جیسے مشکل مراحل کو آپ ہی نے اپنے اسوۂ حسنہ سے آسان اور سہل بنا دیا۔ پھر مذکورہ تمام صفات کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرات تابعین تک اور انہوں نے حضرات تبع تابعین تک اور انہوں نے اپنے اپنے ادوار کے محدثین و مفسرین، مصنّفین و مؤلفین تک پہنچایا اور اب یہ عظیم فریضہ مؤلفین، مدرسین اور واعظین سرانجام دے رہے ہیں۔ انہی میں سے ہمارے فاضل دوست ابوعبدالرحمٰن حضرت علامہ مولانا حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی (پرنسپل جامعہ گلشن اسلام آڈھا) ہیں جو بڑی محنت و جانفشانی اور عرق ریزی سے تحریر و تصنیف کا کام کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب **''گلشنِ خطیب''** کی جلد پنجم ہے جو کہ اپنے موضوعات کے مطابق علم کا منبع ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ مولانا موصوف کی یہ کتاب نہ صرف عامۃ الناس بلکہ اہل علم حضرات کے لیے بھی مفید ہو گی۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مولانا موصوف جیسے محنتی مصنف کی کتب کو اپنے گھروں اور اپنی لائبریریوں کی زینت بنائیں اور ان سے استفادہ کریں۔

میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل مولانا موصوف کو تادم زیست درس و تدریس اور تالیف و تحریر کا کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(01-5-2014)

کلماتِ تحسین

ازقلم:۔حضرت علامہ مولانا حافظ **منور اقبال** نقشبندی صاحب

خطیب اعظم سیالکوٹ

فاضل جلیل مبلغ اسلام و مسلمین حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی بلند عزم، جواں ہمت اور ہر دلعزیز شخصیت ہیں۔آپ تحریر و تقریر دونوں کے دھنی ہیں۔

احسن الخالقین نے مولانا کو صورت و سیرت ہر لحاظ سے قابل رشک بنایا ہے وہ راہوار قلم کے شہسوار ہوں تو سبک، سلیس اور عام نیز معنویت سے لبریز تحریر ان کا تعارف بنتی ہے۔اور میدان خطابت میں ان کی شعلہ بیانی اور جوش خطابت، سامعین کے دلوں کو ان کے حسن انداز کا اسیر کر لیتی ہے۔وہ تمام سامعین کو اپنی طرف متوجہ اور ہمہ تن گوش کر کے مجمع پر حاوی ہونے والے خطیب ہیں۔

قدرت نے شکل و صورت اور علم و فضل کے ساتھ موصوف کو خوش اخلاقی کی جہت سے بھی متصف کیا ہے جو ان کے منصب کے لیے ایک لازمی جز ہے کہ انہوں نے اپنی عمر لطیف کا ایک حصہ علم دین کی خدمت کے ساتھ تبلیغ دین کے لیے بھی وقف کر رکھا ہے۔اور ایک عظیم تعلیمی ادارے کی صورت میں اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔حال ہی میں آپ کے ادارے کی طالبات کو حکومت پنجاب کی طرف سے ''**اجالا پروگرام**'' کے تحت ملنے والے ''**سولر پینل**'' جیسے انعام سے نوازا گیا۔

آپ بہترین مقرر و مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے صاحب قلم بھی ہیں۔
آپ کی تصنیف "**گلشن خطیب**" کی پانچ جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ میں نے اس کتاب کے چیدہ چیدہ نکات کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتاب نہایت سلیس زبان میں اور عام فہم ہے۔ یہ کتاب مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے نہایت مفید ہے۔
مجھے امید ہے علامہ موصوف کی یہ کتاب ہر مسلمان کی انفرادی، اجتماعی زندگی پر رہنما ثابت ہوگی۔ (انشاءاللہ عزوجل)

میری دعا ہے اس کتاب کو رب ذوالجلال اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے طفیل قبول فرمائے۔ اور حضرت علامہ صاحب کی کاوش کو قبول عام کرے۔ عامۃ المسلمین کے لیے نفع بخش ہو اور ہر گھر کی زینت بنے۔

(آمین یارب العالمین)

حافظ منور اقبال نقشبندی
(سیالکوٹ)

کلماتِ تحسین

از قلم: پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ منیر حسین چشتی صاحب
آستانہ عالیہ پنڈی راواں (منڈی بہاؤالدین)

مصنف کتاب ''گلشن خطیب جلد پنجم'' حافظ القاری محمد ظفر اقبال چشتی نظامی کو اللہ رب العزت نے تحریر و تقریر میں ملکۂ خاص عطا فرمایا ہے۔ علامہ موصوف کی تحریر میں سادگی، مضمون میں تسلسل کا معیار بلند ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''**گلشن خطیب** جلد پنجم'' میں جو موضوعات شامل کیے گئے ہیں۔ وہ نہایت مفید ہیں اور ان عناوین میں احکام خداوندی پر عمل، منہیات سے اجتناب، ابتلا و آزمائش پر صبر، قرب الٰہی کی منازل طے کرنے کا سلیقہ، سخاوت کی برکات، میزبانی کی سعادت، اللہ کی سنگت کے حصول، راہ نجات کے مسافر اور رضائے الٰہی کے طالب بننے کا درس دیا گیا ہے۔

یہ تصنیف سلاست تحریر اور بلاغت لسان، بلندی کی حدوں کو چھو رہی ہے۔ مطالعہ کنندہ اگر خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کے رنگ میں نہ رنگا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل ذوق اس سے خوب خوب مستفیض ہوں گے۔

دعا ہے اللہ رب العزت اس تصنیف کو شرف قبولیت بخشے اور مصنف ذی احتشام کو مزید دینی و ملی خدمات کی توفیق سے نوازے۔ آمین

دو رجب المرجب 02/05/2014

تبصرہ

از قلم:- عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر سعیدی صاحب

مدرس: دار العلوم غوثیہ نقشبندیہ ہسپتال روڈ صادق آباد (رحیم یار خان)

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی صاحب کی ذات و خدمات نے تحریری و تقریری میدان میں جو نام پیدا کیا ہے وہ مسلم قوم کے لیے باعث فخر ہے۔ آپ کی دینی، تبلیغی، اصلاحی، روحانی خدمات کا سلسلہ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج، پیکر راحت اور اخلاق و مروت کا سرچشمہ ہیں۔ دین کے ساتھ آپ کا خلوص، جذبہ اعمال صالحہ، محبت اولیاء، صحبت اصفیاء وغیرہا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو دین اسلام کے چمن کی آبیاری کرنے والے اپنے محبوب بندوں کی فہرست میں لکھ لیا ہے۔

آپ کی زیر نظر کتاب **"گلشن خطیب"** جلد پنجم میں عنوانات کی ندرت اور آپ کی قوت فقاہت کی داد دی جانی چاہیے کہ قرآنی آیات، احادیث رسول ﷺ، اقوال صحابہ اور اسوہ اسلاف کی روشنی میں عنوانات کی وضاحت کرنا علامہ موصوف کی خاصیت ہے۔ سلیس انداز بیان، جاندار اسلوب نگارش، خوبصورت رواں دواں تحریر گلشن خطیب کی انفرادیت ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کریم موصوف کی اس خدمت دینیہ کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور عامۃ المسلمین کو اس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی توفیق دے ساتھ ہی ساتھ اعمال صالحہ کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

28/04/2014

باغات راحت کے مکین

(مخلصین)

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَ یَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

نعت شریف

میرے نبی ﷺ مجھ پہ لطف فرما، میں نام لیوا ہوں صرف تیرا
ادب سے چوما ہے میں نے اس کو زباں پہ جب تیرا نام آیا

تھی لاکھ کوشش ستم گروں کی اسیر مجھ بے نوا کو کر لیں
مگر یہ تیرا کرم ہے آقا ﷺ کہ میں نہیں زیر دام آیا

بھٹکتا پھرتا ہوں جان رحمت سکون قلب و نظر کی خاطر
زہے مقدر جو حکم تیرا ہو پی لو تسکین کا جام آیا

بلا لو قدموں میں شاہ والا میں ٹھوکریں کھا کے تھک گیا ہوں
شکستہ دل ہو کے رہ گیا ہوں سفر میں ایسا مقام آیا

وہ ہجر میں مضطرب ہے ہر دم اور آنکھ رہتی ہے اس کی پرنم
ہے جب سے الیاس تیرے روضے پہ اب کے کر کے سلام آیا

☆☆☆

ابتدائیہ

کسی چیز کو دوسری چیز کی ملاوٹ سے بچالینا اخلاص ہے۔ہم میں سے ہر شخص اس بات کا خواہش مند ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائے۔اس کا نامۂ اعمال صرف نیکیوں سے پر ہو، گناہ اور غلطیاں اسے آلودہ نہ کرسکیں۔اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان اکثر اوقات نیکی کی طرف لپکنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ توقع رکھتا ہے کہ اسے بہت زیادہ اجروثواب ملے۔

لیکن بدقسمتی سے بہت سے لوگ اعمال کی قبولیت کی دو بنیادی شرائط سے غافل ہیں۔لہٰذا وہ اپنی سعی اور کوشش کا ثمرہ نہیں پاتے۔ان دو شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے۔

(۱) عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خالص ہو۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ

(۲) ہر وہ عمل ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے...... وہ سنت رسول کریم ﷺ کے مطابق اور موافق ہو۔

اخلاص......قرآن کی روشنی میں

اعمال کی قبولیت کے لیے پہلی شرط ''اخلاص'' کو قرآن کی درج ذیل آیات کی روشنی میں واضح کیا جارہا ہے۔

(۱) حکم الٰہی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۝

(پ:۳۰،البینة:۵)

حالانکہ انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں۔ (ہر باطل سے جدا ہو کر) حق کی طرف یکسوئی پیدا کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اسی کی ذات کے لیے اپنے دین کو خالص کریں۔ اس میں کسی دوسرے کی شرکت اللہ رب العزت کو گوارا نہیں۔

(۲) عبادت میں خلوص

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۝ (پ:۲۳،الزمر:۲)

تو آپ اللہ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کریں۔

اے اللہ کی عبادت کرنے والو! اپنی عبادات اور اعمال میں خلوص پیدا کرو...... صرف اللہ کی رضا کے لیے ہر کام کرو...... نہ کسی کو خوش کرنے کے لیے...... نہ دکھاوے کے لیے...... یہاں تک کہ جنت کے لالچ میں بھی نہیں۔ وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ خود بخود مل جائے گا۔

(۳) مخلص مومن کے اعمال کی مثال

اخلاص، اعمال کی قبولیت کی بنیاد ہے۔ مخلص مومن کے اعمال کی مثال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (پ:۳، البقرہ:۲۶۵)

اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے آپ کو (ایمان واطاعت پر) مضبوط کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی سطح پر ہو اس پر زوردار بارش ہو تو وہ دوچند پھل لایا اور اگر بارش نہ ہوئی ہو تو (اسے) شبنم (یا ہلکی سی پھوار) بھی کافی ہو۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں مخلص مومن کے اعمال کی مثال بیان فرمائی کہ جس طرح بلند خطہ کی بہترین زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو۔ ایسے ہی بااخلاص مومن کا صدقہ اور انفاق کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب بڑھاتا ہے۔

یہ الفاظ بڑے غور طلب ہیں۔ مال خرچ کرنے سے اللہ کے مخلص اور پاکباز بندوں کی ایک غرض تو یہ ہوتی ہے کہ ان کا رب کریم ان پر راضی ہو جائے۔ اور اس کے علاوہ دوسری غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ دلوں میں اللہ کی راہ میں مال و جان قربان کرنے کی استعداد پختہ اور راسخ ہو جائے۔

مال بڑی پیاری چیز ہے اس کا خرچ کرنا ابتداء میں بے شک گراں گزرتا ہے لیکن جب انسان خرچ کرنا شروع کر دیتا ہے تو دل آہستہ آہستہ اس کا خوگر اور اس

کی لذتوں سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اور راہ خدا میں سب کچھ لٹانے کی استعداد پختہ ہو جاتی ہے۔ پھر مال تو مال رہا وہ اپنی جانِ عزیز تک نثار کرنے کو سب سے بڑی سعادت یقین کرنے لگتا ہے۔

اخلاص نیت کی اہمیت کو ایک مثال ذکر کر کے یوں واضح کیا گیا ہے کہ کوئی باہوش آدمی اس میں غفلت نہیں برت سکتا۔ ایک آدمی ایک باغ لگاتا ہے۔ اس کی شبانہ روز محنت اور کثیر روپیہ خرچ کرنے کے بعد اس میں گوناگوں پھلدار درخت اگ آتے ہیں۔ میٹھے اور شفاف پانی کی ندیاں ان درختوں کی قطاروں میں بہہ رہی ہیں۔ بڑھاپے نے اسے آلیا ہے۔ اس کی قوت رفتہ رفتہ جواب دے رہی ہے۔ اس کے بچے ابھی چھوٹے ہیں۔ وہ مطمئن ہے کہ وہ اپنی زندگی بھر کی محنت کا ثمر کھائے گا۔ اس کے پھلدار باغ کی آمدنی سے اس کی پیری کے دن آرام سے کٹیں گے اور اسے اپنے بال بچے کی روزی کے لیے اب کوئی تردد نہیں ہوگا۔

تم خود سوچو ایسا بوڑھا آدمی ایسی حالت میں کبھی یہ گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی آتشیں بگولہ آئے اور اس کی عمر بھر کی کمائی کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے۔ بس بالکل یونہی سمجھ لو اپنی زندگی بھر کے نیک اعمال کو۔ قیامت کے دن جب تم خود کچھ کما نہیں سکتے اور دوسرا تمہاری کوئی امداد کر نہیں سکتا اس روز تمہیں اپنی زندگی بھر کے نیک اعمال کی کتنی شدید حاجت ہوگی۔ اگر اخلاص کی کمی سے تم نے ان کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا تو قیامت کے دن تمہاری حسرت، ندامت اور دل سوزی کا کیا عالم ہوگا۔ اگر تم اس اندوہناک صورت حال سے دوچار نہیں ہونا چاہتے تو اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو۔ (ضیاء القرآن، ۱/۱۸۷-۱۸۸)

اخلاص...... حدیث کی روشنی میں

اللہ رب العزت نے حضور نبی کریم ﷺ کو اخلاص کا حکم دیا۔ اور ہمارے

عمل کے لیے اس کا اعلان کر دیا۔ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب ﷺ نے اس کی مزید تاکید کے لیے مختلف انداز میں اس کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہر شخص کے لیے وہی ہے...... جس کی اس نے نیت کی

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اَلْأَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ. وَلِکُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

(صحیح بخاری: ۱/۳۰، الرقم: ۵۴، صحیح مسلم: ۳/۱۵۱۵، الرقم: ۱۹۰۷، سنن ترمذی: ۴/۱۷۹، الرقم: ۱۶۴۷)

درسِ ہدایت

اس فرمان مصطفیٰ ﷺ سے یہ درس ملا کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر موقوف ہے۔ جو اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لیے عمل کرے گا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا اور جس کا عمل دنیا کے لیے ہوگا اسے کچھ ثواب نہ ملے گا بلکہ یہ عمل بعض صورتوں میں اس کے لیے وبال بن جائے گا۔

(۲) اللہ دلوں کا تقویٰ دیکھتا ہے

اگر کوئی شخص اس خوش فہمی کا شکار ہے کہ وہ اپنے جسم کی ساخت کی وجہ سے یا اپنی شکل و صورت کی خوبصورتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ بلند مقام و مرتبہ رکھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان باتوں کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ دلوں کا تقویٰ اور اعمال میں اخلاص ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر سکتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ صَخْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَامِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ.

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نہ تو تمہارے جسموں کی طرف نظر کرتا ہے نہ ہی تمہاری صورتوں کی طرف بلکہ وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

(مسلم، کتاب: البر والصلہ ولاداب، ص: ۱۳۸۷، الرقم: ۲۵۶۴)

فائدہ

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا کیونکہ اس کے ہاں تمہاری خوبصورتی و بدصورتی کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ وہ تمہارے اموال کی طرف نظر فرماتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک ان کی قلت و کثرت کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ دلوں میں موجود یقین......صدق......اخلاص......ریا کا ارادہ......شہرت اور بقیہ اخلاق حسنہ اور اخلاق سیئہ کو دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال دیکھتا ہے یعنی ان کی اچھی بری نیت کو اور پھر اس کے مطابق تمہیں ان اعمال کی جزا عطا فرمائے گا۔

(۳) رضائے الٰہی کا سبب......اخلاص ہے

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم، رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو دنیا سے اس حال میں مرا کہ اللہ عزوجل کے لیے اپنے تمام اعمال میں مخلص تھا اور نماز روزے کا پابند تھا، اللہ عزوجل اس سے راضی

ہے۔"

(المستدرک، باب: خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع: ۳/۶۵، الرقم: ۴۳۳۰)

دعوتِ عمل

خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن سے خالق کائنات راضی ہو جائے۔ وہ لوگ جو

نماز پڑھتے ہیں	تو	اخلاص کے ساتھ
روزہ رکھتے ہیں	تو	اخلاص کے ساتھ
صدقہ وخیرات کرتے ہیں	تو	اخلاص کے ساتھ
زکوٰۃ دیتے ہیں	تو	اخلاص کے ساتھ

یہاں تک کہ ان کے تمام اعمال اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور رضائے الٰہی کا حصول ان کا مقصد حیات ہوتا ہے۔ اوران کے اخلاص کی بدولت ان کو رضائے الٰہی جیسی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔

مخلصین کا مقام ومرتبہ

مخلصین پر اللہ کریم کی بے شمار نوازشات ہوتی ہیں اور وہ ایسے مقام ومرتبہ کے مستحق قرار پاتے ہیں جو صرف انہیں کے لیے خاص ہوتا ہے۔

(۱) مخلصین .....نعمت کے باغوں میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ○ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○

(پ: ۲۳، الصافات: ۴۰ تا ۴۴)

(ہاں) مگر اللہ کے وہ (برگزیدہ ومنتخب) بندے جنہیں (نفس اور نفسانیت سے) رہائی مل چکی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (صبح وشام) رزق خاص مقرر ہے۔ (ہر قسم کے) میوے ہوں گے اور ان کی تعظیم وتکریم ہوگی۔ نعمتوں اور راحتوں کے باغات میں (مقیم ہوں گے)۔ تختوں پر مسند لگائے آمنے سامنے (جلوہ افروز ہوں گے)۔

وہ لوگ جن کے اعمال میں اخلاص ہوتا ہے
جن کے اقوال میں اخلاص ہوتا ہے
جن کے اطوار میں اخلاص ہوتا ہے

ایسے لوگ ہی جنت میں نعمت وراحت کے باغوں میں استراحت فرمائیں گے۔

(۲) سب نعمتوں سے اعلیٰ......رب کی رضا

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اللہ عزوجل اہل جنت سے فرمائے گا:
"اے جنتیو!"
تو وہ عرض کریں گے:
"اے ہمارے رب عزوجل! ہم حاضر ہیں اور بھلائی تو تیرے ہی دست قدرت میں ہے۔"
اللہ عزوجل فرمائے گا:
"کیا تم راضی ہو؟"

تو وہ عرض کریں گے:

”اے ہمارے رب عزوجل! ہم کیوں نہ راضی ہوں کہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔“

تو اللہ عزوجل فرمائے گا:

”میں تمہیں اس سے بھی افضل نعمت نہ عطا فرماؤں؟“

وہ عرض کریں گے:

”اس سے افضل شے کون سی ہوگی؟“

تو اللہ عزوجل فرمائے گا:

”میں تمہیں اپنی رضا سونپتا ہوں لہٰذا! آج کے بعد کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔“ (بخاری:۴/۲۶۰، الرقم:۶۵۳۹)

(۳) شہداء کا مقام عطا فرمائے گا

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ شہادت (کی موت) طلب کی تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کا مقام عطا فرمائے گا خواہ اسے بستر پر ہی موت (کیوں نہ) آئی ہو۔“

(صحیح مسلم:۳/۱۵۱۷، الرقم:۱۹۰۸-۱۹۰۹، سنن ابوداؤد:۲/۸۵، الرقم:۲، سنن نسائی:۶/۳۶، الرقم:۳۱۶۲، سنن ابن ماجہ:۲/۹۳۵، الرقم:۲۷۹۷)

فائدہ

جو شخص اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں والا مقام و مرتبہ عطا فرماتے ہیں اگرچہ اس کی موت اس کے بستر پر ہی کیوں نہ واقع ہو۔

نیت کی اقسام و کردار

نیت کی دو اقسام ہیں۔

(1) اچھی نیت

(2) بری نیت

(1) اچھی نیت

اچھی نیت کرنا ایسا عمل ہے جو محنت کے اعتبار سے بہت ہلکا......اور......اجر و ثواب کے اعتبار سے بہت زیادہ عظیم ہے۔

اس لیے ہر نیک عمل کے شروع کرنے سے پہلے اچھی اچھی نیتیں کر لینی چاہئیں۔

یہاں تک کہ

کھانا کھاؤ تو اچھی نیت کے ساتھ

پانی پیو تو اچھی نیت کے ساتھ

لباس پہنو تو اچھی نیت کے ساتھ

نکاح کرو تو اچھی نیت کے ساتھ

سونے کے لیے جاؤ تو اچھی نیت کے ساتھ

تجارت کرو تو اچھی نیت کے ساتھ

کسی کام کے کرنے میں جتنی زیادہ اچھی اچھی نیتیں ہوں گی اتنا ہی اجر و ثواب بھی بڑھتا جائے گا۔

(ا) اچھی نیت......کامل نیکی کا ثواب

سرکار دو جہاں، رحمت عالمیاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو نیکی کا ارادہ کرے

لیکن اس پر عمل نہ کر سکے تو اللہ عزوجل اس کے نامۂ اعمال میں ایک کامل نیکی کا ثواب لکھ دیتا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب: الایمان، ص: ۸۰، الرقم: ۱۳۱)

(۲) ریت کے برابر غلہ صدقہ کرنے کے برابر ثواب

منقول ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص قحط کے زمانے میں ریت کے ایک ٹیلے کے قریب سے گزرا تو دل میں کہا: "اگر یہ ریت غلہ ہوتی تو میں اسے لوگوں پر صدقہ کر دیتا۔ اللہ عزوجل نے اس دور کے نبی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ "اس سے فرماؤ! اللہ عزوجل نے تیرا صدقہ قبول کر لیا ہے اور اچھی نیت کے بدلے تجھے اتنا ثواب دیا کہ جتنا اس وقت ملتا جب یہ ریت غلہ ہوتی اور تو اسے صدقہ کر دیتا۔

(فیضان ریاض الصالحین، ص: ۳۱، قوت القلوب: ۲/۲۷۱)

فائدہ

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب کے حصول کے لیے مال کثیر ہونا شرط نہیں بلکہ اگر کسی کی نیت یہ ہو کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو وہ راہ خدا میں ضرور خرچ کرتا اور مساکین کی مدد کرتا تو اللہ رب العزت ایسا کریم رب ہے کہ فقط نیت میں اخلاص کے باعث اسے صدقہ کرنے کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔

(۳) اچھی نیتوں کی وجہ سے بخشش ہوگی

خلیفہ ہارون الرشید کی زوجہ زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا:

مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکِ

"اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟"

کہا: ''اللہ عزوجل نے مجھے بخش دیا۔''

پوچھا: کیا مغفرت کا سبب وہی سڑک بنی جسے آپ نے بہت زیادہ مال خرچ کر کے مکہ مکرمہ کی طرف بنوایا تھا؟

کہا: نہیں، اس سڑک کا ثواب تو کام کرنے والوں کو ملا، مجھے تو اللہ عزوجل نے میری اچھی نیتوں کی وجہ سے بخشا ہے۔ (الرسالۃ القشیریۃ، ص:۴۲۲)

درسِ ہدایت

موجودہ معاشرے میں لوگ جب کوئی نیکی کا کام کرلیں تو اپنی اسی نیکی کا واویلا کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کے نیک اعمال کی تعداد اتنی ہے کہ بخشش میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی مگر یاد رکھیں......! اعمال کی تعداد جتنی بھی ہو جائے بنیادی چیز ان اعمال کے کرتے وقت نیت کی ہوتی ہے۔ اگر اچھی نیت ہی نہ کی ہوگی تو اعمال بھی کسی کام نہیں آئیں گے۔

(۴) اچھی نیت سے جنت میں داخلہ

محبوب رب العزت، پیکر عظمت و رفعت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھی نیت بندے کو جنت میں داخل کر دیتی ہے۔''

(کنز العمال: ۳/۱۶۹، الرقم: ۷۲۴۵)

(2) بری نیت

انسان کا دل اللہ عزوجل کی توجۂ خاص کا مرکز ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں مقام و مرتبہ اور اجر و ثواب اس وقت تک نہیں ملتا جب تک دلی کیفیت درست نہ ہو۔ اس لیے اپنے دل کو بری صفات سے پاک وصاف اور اچھے اخلاق و اچھی سوچ سے معمور رکھنا چاہیے۔ وہاں دلی کیفیات پر فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر نیت درست نہیں تو عمل بے کار و باعث وبال ہے۔

(۱) اچھی اور بری نیت پر حشر

منقول ہے کہ ”دو بھائی تھے۔ ایک عابد دوسرا فاسق۔ عابد کی آرزو تھی کہ وہ شیطان کو دیکھے۔ چنانچہ ایک دن شیطان اس کے پاس انسانی شکل میں آیا اور کہا:

”افسوس! تو نے اپنی عمر کے چالیس قیمتی سال نفس کو قید اور بدن کو مشقت میں ڈال کر ضائع کر دیئے ہیں۔ اب کچھ عیش و عشرت کی زندگی گزار، اپنی نفسانی خواہشیں پوری کر کے کیف و سرور حاصل کر کیونکہ ابھی تیری آدھی عمر باقی ہے بعد میں توبہ کر کے عبادت و ریاضت اختیار کر لینا، بے شک اللہ عزوجل بخشنے والا، مہربان ہے۔ یہ سن کر عابد نے عزم کر لیا کہ ”میں نیچے جا کر اپنے بھائی کے پاس بیس سال عیش و عشرت سے گزاروں گا پھر توبہ کر کے اپنی عمر کے بقیہ بیس سال خوب عبادت کروں گا۔“

چنانچہ وہ نچلی منزل پر آنے لگا۔ ادھر اس کے گنہگار بھائی نے اپنے نفس سے کہا: ”تو نے اپنی عمر کو نافرمانی میں ضائع کر دیا ہے۔ تیرا بھائی جنت میں جبکہ تو جہنم میں جائے گا۔ اللہ عزوجل کی قسم! میں ضرور توبہ کروں گا۔ اور اپنے بھائی کے پاس جا کر بقیہ عمر عبادت میں گزاروں گا۔ شاید! اللہ عزوجل مجھے بخش دے۔“

چنانچہ، یہ توبہ کی نیت سے اوپر کی منزل پر چڑھنے لگا راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی اچانک ایک کا پاؤں پھسلا دونوں ایک دوسرے پر گرے اور فوراً ہی دونوں کا انتقال ہو گیا۔ بروز قیامت اس عابد کا حشر نافرمانی کی نیت پر ہوگا اور گنہگار کا حشر توبہ کی نیت پر ہوگا۔ (الروض الفائق، ص:۱۶)

(۲) ابلیس کی نیت

ایک مرتبہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قیام گاہ میں سو رہے تھے۔ اچانک کسی نے بیدار کر دیا، جب آپ نے آنکھ کھول کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، آپ نے

فرمایا: ”ارے تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟“

کہا: ”مجھ بدنصیب کا نام ”ابلیس“ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر فرمایا:

ابلیس کا کام تو مومن کو سلا کر اس کی نماز قضا کرا دینا ہے، اگر تو واقعی ابلیس ہے تو مجھے نماز کے لیے کیوں جگایا؟ یہ سن کر شیطان نے دانت پیس کر کہا:

”اے فلاں! میں نے آپ کو اس لیے بیدار کر دیا کہ اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ افسوس کرتے ہوئے اور درد دل سے روتے ہوئے آہ و فغاں کرتے تو نماز چھوٹنے کے غم میں آپ کا افسوس اور آپ کی بے قراری اور بارگاہ باری تعالیٰ میں آپ کی گریہ وزاری ثواب میں دو سو رکعت نمازوں سے بھی بڑھ جاتی، تو میں نے اسی لیے آپ کو نماز کے لیے جگا دیا ہے تاکہ آپ کا ثواب بڑھنے نہ پائے کیونکہ میں تو مسلمانوں کا حاسد ہوں اور اسی جذبۂ حسد کی وجہ سے میں نے آپ کو نماز کے لیے جگا دیا تاکہ آپ کو زیادہ ثواب نہ مل سکے میں تو مسلمانوں کا دشمن ہوں اور مکر و کینہ ہی میرا کام ہے۔

(مثنوی شریف: ۱/ ۲۴۸)

دعوتِ فکر

شیطان مردود مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے اسے مسلمانوں کی نیکیوں میں اضافہ ہرگز ہرگز گوارا نہیں اولاً تو اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ نیکی کرنے ہی نہ دے۔ لیکن جب وہ اپنے اس مذموم ارادے میں کامیاب نہیں ہوتا تو بڑی نیکیوں سے چھوٹی نیکیوں کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے، اس ملعون کے پاس ایک سے بڑھ کر ایک مکر ہے۔ اس کے مکر و فریب سے بچنے کا واحد ذریعہ اخلاص و دعا ہے۔

اخلاص کی ضرورت

(۱) طاعت و بندگی کے لیے اخلاص کی ضرورت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ○ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط (پ:۲۳، الزمر:۲-۳)

بیشک ہم نے آپ کی طرف (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اللہ کی عبادت اس کے لیے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کریں (لوگوں سے کہہ دیں) سن لو! اطاعت و بندگی خالصۃً اللہ ہی کے لیے ہے۔

(۲) نیکی ایک...... اجر سات سو سے بھی زیادہ

حضرت سیدنا ابو العباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بے شک اللہ عزوجل نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دیں پھر انہیں بیان فرما دیا، پس جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل نہ کر سکے تو اللہ عزوجل اس کے نامہ اعمال میں ایک کامل نیکی کا ثواب لکھتا ہے اور اگر ارادے کے ساتھ عمل بھی کر لے تو اللہ عزوجل دس سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیوں کا ثواب لکھتا ہے اور جب کوئی برائی کا ارادہ کرے لیکن پھر اس برائی سے باز آ جائے تو اللہ عزوجل اس کے لیے ایک کامل نیکی کا ثواب لکھتا ہے اور اگر ارادے کے بعد

برائی بھی کر لے تو اللہ عزوجل صرف ایک برائی لکھتا ہے۔''

(صحیح بخاری: ۴/۲۴۴، الرقم: ۶۴۹۱)

فائدہ

اگر اللہ عزوجل کا یہ کرم نہ ہوتا تو کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہوتا بلکہ بندوں کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہوتے ہیں اور یہ اللہ عزوجل کا اپنے بندوں پر خاص کرم ہے کہ وہ ان کی نیکیوں کو بڑھا کر دگنا کر دیتا ہے اور ان کے گناہوں کو نہیں بڑھاتا اور اس نے نیکی کے ارادے کو بھی نیکی بنا دیا ہے۔

امت محمدیہ پر اللہ رب العزت کا خاص فضل و کرم ہے۔ اس کے دریائے رحمت کا کوئی کنارہ نہیں۔ وہ اپنے بندوں پر ستر ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ہم گنہگاروں پر اس کا کتنا کرم و احسان ہے کہ وہ ہمیں نیکی کے ارادے پر بھی نیکی عطا فرماتا ہے اور ایک نیکی کے بدلے دس، سات سو بلکہ اس سے زیادہ جتنا چاہتا عطا فرماتا ہے۔ جبکہ گناہ کے ارادے پر گناہ نہیں ملتا بلکہ اس ارادے سے باز آنے پر بھی نیکی عطا فرماتا ہے اور اگر گناہ ہو جائے تو صرف ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔

اگر اللہ کریم یہ کرم نہ فرماتا اور گناہ کے ارادے پر بھی گناہ ملتا یا ایک گناہ کے بدلے بھی کئی گناہ لکھے جاتے تو انسان بہت بڑی مشکل میں پھنس جاتا کیونکہ انسان کے برے خیالات اور برے اعمال نیک ارادوں اور برے اعمال سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے اس کرم کے باوجود بھی جو محروم رہ جائے تو وہ واقعی محروم ہے۔

؎ اس کرم کا کروں شکر کیسے ادا
جو کرم مجھ پہ میرے نبی کر دیا

میں گنہگار تھا بے عمل تھا مگر
مصطفیٰ نے مجھے جنتی کر دیا

(۳) نیت کرنے والا...... عمل کرنے والے کی طرح ہے

ایک طالب علم نے علماء کرام رحمہم اللہ کی خدمت میں عرض کی: ''مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جس کے باعث میں ہر وقت اللہ عزوجل کے لیے عمل میں مشغول رہوں کیونکہ مجھے یہ پسند نہیں کہ رات دن میں کوئی ایسا وقت گزرے جس میں، نے اللہ عزوجل کے لیے عمل نہ کیا ہو۔''

علمائے کرام رحمہم اللہ نے اس سے فرمایا:

''تو اپنے مقصد کو پہنچ گیا جس قدر ممکن ہو نیک اعمال بجالا۔ جب تو تھک جائے یا کوئی عمل چھوڑ دے تو آئندہ اسے کرنے کی نیت کر لیا کر کیونکہ نیت کرنے والا بھی عمل کرنے والے کی طرح نیک عمل کر رہا ہوتا ہے۔'' (قوت القلوب: ۲/ ۲۶۸)

درسِ عبرت

طالب علم ایک لمحہ بھی ضائع (Waste) نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہم میں عمل کا وہ جذبہ ہی نہیں کہ آج کا طالب علم فلمیں، ڈرامے دیکھنے میں وقت ضائع کرتا ہے...... گانے باجے سننے میں مصروف (Busy) رہتا ہے...... دوست واحباب میں بیٹھ کر اور گلیوں بازاروں میں گھوم کر وقت کا ضیاع کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا...... فضول گپ شپ میں گھنٹے کے گھنٹے صرف کر دیئے جاتے ہیں...... موبائل اور انٹرنیٹ کا فضول اور بے جا استعمال (Use) وقت کا ضیاع ہے مگر احتیاط نہیں کی جاتی۔

کاش! آج کا طالب علم بھی یہ سمجھ لے کہ وقت کی قدر و قیمت کیا ہے......
وقت ایک بیش بہا دولت ہے، جس نے وقت کی پابندی کی وہ کامیاب ہو گیا......
کھوئی ہوئی صحت، علاج معالجے اور عمدہ خوراک سے دوبارہ حاصل ہو سکتی ہے......
کاروباری نقصان کی تلافی بھی ہو سکتی ہے مگر گزرا ہوا وقت کمان سے نکلے ہوئے تیر، منہ سے نکلی ہوئی بات اور جسم سے نکلی ہوئی روح کی طرح کبھی واپس نہیں آتا۔
وقت ایک منہ زور گھوڑا ہے جسے لگام نہیں پہنائی جا سکتی......وقت کی قدر نہ کرنے والے ترقی کی دوڑ میں ہمیشہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔

؎ یونہی وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش، کچھوؤں سے ہیں زک اٹھاتے

(۴) اخلاص کی دولت سے مالا مال......فلاح پا گیا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فلاح پا گیا وہ آدمی جس نے اپنے دل کو ایمان کے لئے اخلاص کی دولت سے مالا مال کر دیا اور اپنے دل کو (دلی بیماریوں سے) سالم اور اپنی زبان کو سچ اور اپنے نفس کو مطمئن اور اپنے اخلاق و عادات کو شریعت کے مطابق درست کر دیا گیا اور اس نے اپنے کانوں کو حق سننے والا اور آنکھوں کو حق دیکھنے والا بنا دیا۔
بہرحال کان دل تک پہنچانے کا آلہ ہے اور آنکھیں ان چیزوں کو ثابت کرتی ہیں جن کو دل یاد رکھتا ہے اور یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے دل کو (حق بات) یاد رکھنے والا بنا دیا۔

(مسند امام احمد: ۱۵/۴۸۶، الرقم: ۲۱۲۰۷، الترغیب والترہیب: ۱/۶۳، الرقم: ۱۴)

درسِ عمل

اس حدیث پاک میں حضور سید العالمین معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سعید

لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کے مقدر میں کامیابی ہے یہ کامیابی نا تمام نہیں ہے بلکہ کامل و مکمل ہے۔

ایسے سعید لوگوں کی خوبیاں یہ ہوتی ہیں کہ

مَنْ اَخْلَصَ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ

جس آدمی نے اپنے قلب کو ایمان کے لئے ہر قسم کی آمیزش سے پاک کر دیا۔

خالص اس چیز کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کی ملاوٹ اور کھوٹ نہ ہو بالکل صاف اور نتھری ہوئی ہو۔ دل کو ایمان کے لئے خالص کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ دل صرف اور صرف ایمان کے لئے ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو بلا چوں و چرا تسلیم کرنے والا ہو۔ یہ دل نفاق کے داغوں سے مبرا ہو شک وشبہ کے اثرات سے محفوظ و مامون ہو۔

دل ان چیزوں سے بھی پاک ہو جن سے اسے بیماری لاحق ہوتی ہے۔ کذب (جھوٹ) سے دل داغدار ہوتا ہے گناہ سے اس میں سیاہی آتی ہے گناہان صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہو۔

جَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا

اللہ تعالیٰ جس پر مہربانی فرماتا ہے اس کے قلب کو درست کر دیتا ہے۔ جس کا قلب درست ہے اس کے تمام اعضاء درست ہیں اگر نیت اچھی ہے اگر نیت رضائے الٰہی ہے تو تمام اعضاء وہی کریں گے جس سے خالق و مالک راضی ہو۔

قیام اللیل کا ثواب

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی سونے کے لئے اپنے بستر پر دراز ہو اس کی نیت ہے کہ وہ رات کو اٹھے گا اور صلوٰۃ التہجد ادا کرے گا تو اس پر نیند کا غلبہ ایسا ہوا کہ سوئے ہوئے صبح ہو

گئی تو اس کے اعمال نامہ میں جو اس نے (صلوٰۃ التہجد) کی نیت کی تھی اسے لکھ دیا جائے گا اور اس کا سو جانا اس کے رب کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگا۔

(سنن نسائی: ۳/۲۵۸، سنن ابن ماجہ: ۲/۱۴۹، الرقم: ۱۳۴۴)

درسِ ہدایت

جس طرح جاگنے جاگنے میں فرق ہے اسی طرح سونے سونے میں بھی فرق ہے۔ ایک آدمی کا بیدار ہونا سراپا رحمت ہوا کرتا ہے وہ بیداری میں ذکر الٰہی کرتا ہے صلوٰۃ ادا کرتا ہے۔ تلاوت قرآن کریم سے شادکام ہوتا ہے بلکہ اس کے سانسوں کا اتار چڑھاؤ یاد الٰہی سے معمور ہوتا ہے تو دوسرا آدمی بیدار ہو کر فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتا ہے اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے۔

اس کے احکامات کا استہزا کرتا ہے برائی سے صرف رغبت ہی نہیں کرتا بلکہ بدمستوں کی طرح برائیوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے تو یقیناً ان دونوں آدمیوں کی بیداری بیداری میں فرق ہے ایک کا جاگنا رضائے الٰہی کے لئے ہے تو دوسرے کا جاگنا غضب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔

اسی طرح سونے سونے میں فرق ہے ایک سوتا ہے تو ذکر الٰہی کرتے کرتے سوتا ہے۔ اس کی پلکیں جب پیوست ہوتی ہیں تو اس وقت بھی اس کے دل کے تاروں سے اللہ اللہ کا نغمہ بلند ہو رہا ہے رات جب بھی وہ کروٹ بدلتا ہے زبان قلب کے ساتھ زبان قالب بھی اللہ اللہ کرتی ہے پھر وہ رات کے آخری حصہ میں بستر سے اٹھ کر مصلیٰ پر جلوہ افروز ہوتا ہے کبھی حالت قیام میں تو کبھی حالت سجود میں کبھی دست بدعا ہو کر تو کبھی آنکھوں سے موتی گرا کر پروردگار کو یاد کرتا ہے۔

تو دوسرا آدمی حیوانوں کی طرح سوتا ہے ان دونوں کے سونے سونے میں فرق ہے۔

اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ رات کو اٹھ اٹھ کر عبادت کرنے والا تہجد ادا کرنے والا اور سحری کی نور بھری گھڑیوں میں استغفار کرنے والا جب سونے لگے تو حسب سابق اس کی یہ نیت کہ میں رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر مناجات کا کیف لوں گا وقت تہجد طویل قیام وسجود سے لطف اندوز ہوں گا اور دست بدعا ہو کر اللہ کا قرب حاصل کروں گا لیکن اتفاق سے وہ وقت سحر اٹھ نہ سکا تو اس کی یہ نیت بیکار نہیں جائے گی۔ اخلاص وللّٰہیت سے بھرپور یہ شخص اگر سحری کو بیدار نہ ہو سکا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے یوں اپنی آغوش میں لیتی ہے کہ اسے صلوٰۃ التہجد کا پورا ثواب ملتا ہے۔ استغفار وقیام کا پورا اجر ملتا ہے اور یہ نیند بیکار نہیں گئی بلکہ یہ نیند بھی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔

(تعلیمات نبویہ:۱/۳۳۸-۳۳۹)

(۵) اخلاص کی وجہ سے مدد الٰہی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہیں (حضرت سعد کو) یہ گمان ہوا کہ انہیں غریب صحابہ پر شرف وفضل ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يَنْصُرُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِضَعِيْفِهَا بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ.

بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کی مدد ونصرت فرماتا ہے ان کے ضعفاء کی وجہ سے ان کی دعا ان کی صلوٰۃ اور ان کے اخلاص کی وجہ سے۔

(سنن نسائی:۶/۴۶،الرقم:۳۱۷۵،صحیح بخاری:۲/۸۹۳،الرقم:۲۸۹۶،سنن ترمذی:۴/۲۰۶،الرقم:۱۷۰۲)

ایسے ضعیف کے پاس دنیا کی قوت نہیں لیکن اخلاص کی قوت ہے جس کے سامنے عارضی قوتیں ہیچ ہیں وہ پیکر اخلاص جس طرف بھی توجہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی

رحمتیں اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں ایسے ضعیف کا وجود ایک کمزور وجود نہیں بلکہ یہ برکات سے لبریز ہے اتنا برکات سے لبریز ہے کہ پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبھا افضل الصلوات واکمل التحیات فیض یاب ہوتی ہے اگر امت پر کوئی مشکل وقت آ جائے تو اسی ضعیف سے مدد لی جاتی ہے امت پر ابتلاء کے وقت اہل اسلام انہیں اہل اللہ کے آستانوں پر حاضری دیا کرتے ہیں کیونکہ ان کے آستانے اللہ کی مدد و رحمت سے لبریز ہوا کرتے ہیں اور یہ وہ مراکز ہیں جہاں مخلوق خدا کو خیرات ملا کرتی ہے۔

ان کی دعاؤں میں اثر ہوتا ہے...... ان کی دعائیں تقدیر کو بدل دیتی ہیں...... ان کی دل سے مانگی ہوئی دعائیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں...... وہ بندگی کے کیف میں یوں مست ہوتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت ان کے سامنے بے کیف ہوتی ہے اور اس عارضی جہاں کے پردے کو چیر کر اللہ ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں وہ سب سے کٹ کر اس کے ہو جاتے ہیں اور جو اللہ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ بھی پھر اس کا ہو جاتا ہے۔

اخلاص کی اہمیت

دنیوی معاملات میں بھی اخلاص کی بڑی اہمیت ہے اور دینی امور میں بھی۔ دنیوی طور پر کوئی شخص اس وقت تک قابل اعتماد اور باعزت نہیں ہو سکتا جب تک اس میں اخلاص نہ ہو۔ مثلاً دو دوست ایک دوسرے کو اپنا راز اس وقت تک نہیں بتا سکتے جب تک دونوں کو باہمی دوستی میں خلوص کا یقین نہ ہو جائے یا کوئی اپنا محافظ کسی ایسے شخص کو نہیں بنا سکتا جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ شخص اس کے دشمن سے ملا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ اس کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور اس کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ یہی حال دنیا کے تمام معاملات کا ہے۔ دنیاوی

معاملات میں اخلاص نہ ہو تو آدمی بالکل ہی بے سہارا ہو جاتا ہے۔ ذلیل وخوار سمجھا جانے لگتا ہے۔

اس سے کہیں زیادہ دینی امور میں اخلاص کی اہمیت ہے کہ عبادات واعمال اگرچہ بظاہر ادا ہوتے ہیں لیکن ان کے ظاہری و باطنی فوائد اور دینوی واخروی برکات، اخلاص کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں۔ مخلص ہی اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں قابل اعتماد ہے..... محبوب اور پسندیدہ ہے۔

(ا) بارگاہ الٰہی میں عمل پہنچتا ہے

ہر عمل جس قدر چاہے شان وشوکت کا حامل ہو اور اس پر مال ودولت بھی خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر اس عمل کے ادا کرنے میں دل کا تقویٰ اور اخلاص نہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (پ:۱۷، الحج:۳۷)

ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

نکتہ

اس آیت مبارکہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ اگر کسی کو کھانے کا ثواب بخشا جائے تو اس وقت اصل کھانا نہیں پہنچتا، بلکہ اس کا ثواب جو تقویٰ کا نتیجہ ہے وہ پہنچتا ہے۔ ایصال ثواب کا مذاق اڑانے والے اس آیت سے عبرت پکڑیں خیرات کے ثواب کا پہنچنا عقلاً نقلاً ہر طرح ثابت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی نیک عمل بغیر نیت قبول نہیں ہوتا۔

(۲) خالص اعمال کی قبولیت

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بروز قیامت کچھ مہر بند صحیفے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نصب (پیش) کیے جائیں گے تو اللہ عزوجل فرشتوں سے فرمائے گا: یہ چھوڑ دو اور یہ قبول کرلو۔ فرشتے عرض کریں گے: یارب عزوجل! تیری عزت کی قسم! ہم تو اس میں خیر ہی دیکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل جو سب سے زیادہ جاننے والا ہے ارشاد فرمائے گا: یہ اعمال میرے غیر کے لیے کیے گئے تھے آج میں وہ ہی عمل قبول کروں گا جو میری رضا کے لیے کیے گئے تھے۔ (دار قطنی: ۱/۳/۷۷، الرقم: ۱۲۹)

(۳) اعمال کی زیادتی بخشش نہ کرواسکے گی

حضرت سیدنا ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ:

''ملائکہ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے کسی بندے کے عمل کو زیادہ سمجھتے ہوئے لے جا رہے ہوں گے یہاں تک کہ اللہ عزوجل اپنی سلطنت میں جہاں چاہے گا وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کی طرف وحی فرمائے گا کہ ''تم میرے بندے کے عمل لکھنے پر مامور ہو اور میں اس کے دل سے باخبر ہوں، میرا یہ بندہ میرے لیے عمل کرنے میں مخلص نہیں تھا لہٰذا اسے سجّین (ساتویں زمین کے نیچے ایک مقام کا نام ہے جو شیطان اور اس کے لشکروں کا ٹھکانہ ہے) میں سے لکھ دو۔''

اسی طرح فرشتے ایک بندے کے عمل کو کم اور حقیر جانتے ہوئے لے جا رہے ہوں گے یہاں تک کہ اللہ عزوجل اپنی سلطنت میں جہاں چاہے گا وہ فرشتے وہاں پہنچ جائیں گے تو اللہ عزوجل ان کی طرف وحی فرمائے گا:

”تم میرے بندے کے عمل لکھنے پر مامور ہو اور میں اس کے دل سے باخبر ہوں، میرا یہ بندہ میرے لیے عمل کرنے میں مخلص ہے لہٰذا اسے علیین میں سے لکھ دو (علیین ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ایک مقام کا نام ہے یہ نیک لوگوں کا ٹھکانہ ہے)۔“

(فیضان ریاض الصالحین، ص:۲۸، الزہد لابن مبارک، ص:۱۵۳، الرقم:۴۵۲)

ے جے ویکھاں عملاں ولے کجھ نہیں میرے پلے
جے میں ویکھاں رحمت رب دی بلے بلے بلے

ے خس جناں قدر نہ میرا صاحب نوں وڈیایاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑھایا سایاں

(۴) اگر نیت صافی ہے......تو تھوڑا عمل بھی کافی ہے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ: حِیْنَ بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، أَوْصِنِیْ ۔ قَالَ: أَخْلِصْ دِیْنَکَ، یَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ ۔

”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دین میں اخلاص پیدا کر تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔“

(مستدرک حاکم:۴/۳۴۱، الرقم:۷۸۴۴، شعب الایمان:۵/۳۴۲، الرقم:۶۸۵۹، الترغیب والترہیب:۱/۲۲)

دعوتِ عمل

ایک مسلمان کا سب کچھ اس کا دین ہی ہے۔ اس کی عبادت...... اس کا کاروبار...... اس کے جملہ معاملات سب کچھ دین کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں

وہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک دین میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کی دنیا دنیا نہیں بلکہ یہ بھی اس کا دین ہے، کیونکہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے نبی ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ وہ کسی بھی لمحہ دائیں بائیں نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر اٹھتی ہے تو دین کی تعلیمات پر اور وہ اخلاص کا پیکر بن کر تمام کام کیا کرتا ہے، دین میں اخلاص پیدا کر کے جب وہ کوئی کام کرتا ہے اور اچھی نیت کے ساتھ رب کی رضا کا متمنی ہوتا ہے تو پھر عمل تھوڑا بھی اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔

(۵) ایمان......اخلاص ہے

عَنْ اَبِیْ فِرَاسٍ...... رَجُلٌ مِنْ اَسْلَمَ...... قَالَ نَادٰی رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! مَا الْاِیْمَانُ؟ قَالَ: "اَلْاِخْلَاصُ"

حضرت ابوفراس اسلمی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

ایک آدمی نے ندا دی تو عرض کی یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اخلاص"۔ (الترغیب والترہیب: ۱/۱۰۴، الرقم: ۳)

درسِ ہدایت

اس فرمان رسول ﷺ کو بار بار پڑھیے بلکہ لوح دل پر لکھیے ایمان اخلاص ہے اس سے بڑھ کر اخلاص کی اور کیا اہمیت ہو گی۔ حضور ﷺ اسے ایمان قرار دے رہے ہیں تو گویا جس خوش نصیب کے پاس اخلاص وللّٰہیت ہے وہ ایمان کے وصف سے متصف ہے۔ اسے ایمان کے وصف سے متصف کرنے والے خود حضور ﷺ ہیں۔ اب غور کیجیے اس آدمی پر اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا کیا عالم ہو گا اس دنیا میں بھی عالم برزخ میں بھی اور عالم آخرت میں بھی، یہ مومن یہ صادق الایمان دونوں جہاں میں سرخرو ہے۔

(۶) سخی کے برابر اجر و ثواب

حضرت ابو کبشہ الانماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس امت کی مثال چار آدمیوں کی مثال ہے۔

ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال و علم عطا فرمایا وہ اپنے علم کے مطابق مال میں تصرف کرتا ہے اور مال کو اس کی حق جگہ خرچ کرتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو عطا فرمایا لیکن اسے مال عطا نہیں فرمایا تو وہ کہتا ہے اگر میرے پاس اس آدمی جیسا مال ہوتا تو میں بھی اسے وہیں خرچ کرتا جہاں یہ خرچ کر رہا ہے۔ یہ دونوں آدمی اجر و ثواب میں برابر ہیں۔

ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا لیکن علم عطا نہیں فرمایا وہ اپنے مال میں بے راہ چلتا ہے اور اسے ناحق خرچ کرتا ہے۔

دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے نہ علم دیا اور نہ مال وہ کہتا ہے اگر میرے پاس اس (بے راہ مال خرچ کرنے والے) کی مانند مال ہوتا تو میں بھی اس مال کو وہیں خرچ کرتا جہاں یہ خرچ کر رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

(مسند امام احمد: ۴/ ۲۳۱، سنن ترمذی: ۴/ ۵۶۲، الرقم: ۲۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۳/ ۴۷۶، الرقم: ۴۲۲۸)

فائدہ:

ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے علم و مال دیا ہو وہ اپنے مال کو علم کے مطابق خرچ کرتا ہو اللہ کی رضا کے کاموں میں بھی خرچ کرتا ہے اشاعت اسلام کے لئے اپنی دولت صرف کرتا ہے دین حق کی سربلندی کے لئے بے دریغ مال خرچ کرتا ہے اس کے رگ و ریشہ میں اسلام کی سچی تڑپ ہے وہ دین کا درد رکھتا ہے اور ہر ایسی جگہ مال

صرف کرتا ہے جہاں دین اسلام کو شوکت ملے دین حق کو تقویت ملے۔

دوسرے آدمی کو اللہ تعالیٰ نے علم تو دیا وہ دین کا مزاج شناس بھی ہے اور اسے معلوم ہے کہ کہاں کہاں مال خرچ کرنے سے اللہ عزوجل راضی ہوتا ہے وہ اپنے اس مال دار بھائی کو دیکھتا ہے تو وہ بھی تمنا کرتا ہے کہ کاش اس کے پاس بھی مال ہو اگر اللہ تعالیٰ اسے مال دے تو وہ بھی وہیں خرچ کرے گا جہاں یہ دوسرا بھائی خرچ کر رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں اجر و ثواب میں برابر ہیں۔ پہلے کو اجر اس کے عمل کی وجہ سے ملا لیکن دوسرے کو اس کے حسن نیت سے ملا۔ جو آدمی اخلاص و للّٰہیت سے لبریز ہے اس کا دل اللہ عزوجل کی رضا کے حصول کے لئے تڑپتا ہے بلکہ اس کی رگوں کا خون طلب رضائے الٰہی کے لئے گردش کرتا ہے تو وہ آدمی مال و دولت کے نہ ہوتے ہوئے بھی کسی مالدار سے کم نہیں اس کے صرف اخلاص و حسن نیت کی وجہ سے اللہ عزوجل اسے سخیوں کا مرتبہ عطا فرماتا ہے اور یہ بات ذہن نشین رہے۔

اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ: سخی اللہ کا پیارا ہوا کرتا ہے۔

یہ بھی کریم اللہ کی کرم نوازی ہے کہ ایک مال و دولت صرف کر کے راہ حق میں ثروت خرچ کر کے سخی کا درجہ پاتا ہے تو اس کا دوسرا مسلم بھائی صرف اخلاص و حسن نیت سے سخیوں کا درجہ پالیتا ہے۔

(۷) اخلاص سے کیا جانے والا کام بیکار نہیں جاتا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلی امتوں میں ایک آدمی نے کہا: میں اللہ عزوجل کی راہ میں مال صدقہ کروں گا وہ اپنے صدقے کا مال لے کر نکلا اور اس نے ایک چور کے ہاتھ پر صدقہ کا مال رکھ دیا صبح لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ آج رات چور پر صدقہ کیا گیا۔ اس صدقہ

کرنے والے نے کہا: اے اللہ! تمام خوبیاں تجھے ہی زیبا ہیں! میں نے چور پر صدقہ کر دیا؟ میں پھر صدقہ کروں گا۔ وہ اپنے صدقہ کا مال لے کر نکلا اور ایک زانیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے آج رات زانیہ پر صدقہ کیا گیا تو اس صدقہ کرنے والے نے کہا! اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں میں نے زانیہ پر صدقہ کر دیا؟ میں پھر صدقہ کروں گا۔

وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے آج رات غنی پر صدقہ کیا گیا اس صدقہ کرنے والے نے کہا: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں کیا میں نے چور، زانیہ اور غنی پر صدقہ کر دیا؟ تو اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا: تیرا صدقہ قبول ہو گیا ہے تو نے چور پر جو صدقہ کیا شاید وہ چوری سے رک جائے تو نے جو زانیہ پر صدقہ کیا ہو سکتا ہے وہ زنا سے باز آ جائے اور تو نے جو غنی کو صدقہ کیا ہے ہو سکتا ہے وہ تیرے اس عمل سے عبرت پکڑے اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو مال دیا ہے اس سے صدقہ کرنے لگے۔

(صحیح بخاری: ۱/۴۲۳، الرقم: ۱۴۲۱، صحیح مسلم: ۲/۷۰۹، الرقم: ۱۰۲۲، سنن نسائی: ۵/۵۷، الرقم: ۲۵۱۹)

دعوتِ فکر

اخلاص وللّٰہیت سے کیا جانے والا کوئی بھی عمل بے کار نہیں جاتا۔ زیر نظر حدیث پاک میں غور کیجئے۔ سابقہ امتوں میں ایک آدمی اخلاص سے لبریز ہو کر صدقہ کرتا ہے اللہ عزوجل اس کے صدقے کو قبول و منظور فرما لیتا ہے تو اس خیر الامم کا کوئی فرد اگر صدقہ کرے گا تو یقیناً اس کا صدقہ قبول و منظور ہو گا۔ وہ عمل جس میں نام و نمود نہ ہو وہ اللہ عزوجل کو بڑا محبوب ہوا کرتا ہے۔ عمل بے ریا ہی آخرت کے لئے ذخیرہ ہوا کرتا ہے اور یہی عمل رفع درجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

اخلاص وللّٰہیت کا فیضان دیکھیں غلطی سے چور پر صدقہ کر دیا گیا، زانیہ کو

صدقہ دے دیا گیا اور مالدار کے ہاتھ میں صدقہ تھما دیا گیا۔ اللہ عزوجل نے اس پیکرِ اخلاص کا یہ صدقہ قبول فرمایا۔

(۸) دنیا ملعون ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اس عمل کے جس کے کرنے میں مقصود اللہ عزوجل کی رضا ہو۔

(الترغیب والترہیب:۱/۱۰۷، الرقم:۹)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اخلاص وللّٰہیت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے لیکن یہ جلال بھرے الفاظ ہم سب کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہیں جس دنیا سے ہم محبت کر رہے ہیں اور جس کے حصول میں حلال وحرام کی تمیز ختم ہوگئی ہے جس کی طلب میں اوامر الٰہیہ کو فراموش کر دیا گیا ہے اور نواہی کو کوئی اہمیت نہیں دی جا رہی وہ دنیا ملعون ہے۔

یہ دنیا فانی ہے...... اس کی ہر چیز فانی ہے...... دنیا کے پیچھے بھاگنے والے ذرا سوچ......! یہ کیسی زندگی ہے؟...... جو چار قدم پر ساتھ چل کے ساتھ چھوڑ جائے؟...... یہ کیسی خوشیاں ہیں...... جو چار دن بھی ساتھ نہ دیں...... اور آگے موت کے خوفناک گڑھے میں جا کے پھینک دیا جائے...... یہ اقتدار کیسا اقتدار ہے...... جو آ کے بیٹھے بھی نہیں تھے کہ نکالے گئے...... اگر کچھ باقی رہنے والا ہے تو انسان کا وہ عمل ہے جو اس نے اللہ کی رضا کے لیے کیا ہو۔

اخلاص کی فضیلت

(۱) صرف نیت سے...... جہاد کا ثواب مل گیا

جو شخص اخلاص کے ساتھ نیک کام کی نیت رکھتا ہو لیکن کسی عذر کی وجہ سے وہ اس نیک کام کو ادا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی لاج رکھتے ہوئے اس نیک کام کا پورا اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ غَزَاۃٍ

حضرت سیدنا ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک جنگ میں ہم رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔

فَقَالَ: "اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْدًا

آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک! مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم نے جہاں بھی سفر کیا۔

وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ حَبَسَھُمُ الْمَرَضُ

یا کسی بھی وادی سے گزرے تو وہ تمہارے ساتھ تھے انہیں بیماری نے روک رکھا ہے۔

ایک روایت میں ہے: مگر وہ ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب: الامارۃ، ص: ۱۰۵۸، الرقم: ۱۹۱۱، صحیح بخاری، کتاب المغازی: ۳/۱۵۰، الرقم: ۴۴۲۳)

فائدہ

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ کرام علیہم الرضوان جہاد میں جانے کی نیت رکھتے تھے لیکن مجبوری کی وجہ سے نہ جا سکے انہیں اس سعادت سے محرومی پر

بہت غم ہوا۔ اور اللہ عزوجل کو ان کی نیت کا اخلاص اور جہاد چھوٹنے پر غمگین ہونا ایسا پسند آیا کہ انہیں بھی جہاد کا ثواب عطا فرما دیا۔ اور اپنے محبوب ﷺ کی زبانی انہیں جہاد کے ثواب کی خوشخبری سنائی۔ ہمارا پاک پروردگار کتنا کریم ہے کہ اگر اس کا بندہ کسی نیک کام کی نیت کرلے لیکن، کسی مجبوری سے اس پر عمل پیرا نہ ہو سکے تو اسے نیت کی وجہ سے عمل کا ثواب مل جاتا ہے۔ پھر اس عمل کے چھوٹنے کی وجہ سے جتنا زیادہ افسوس و ملال ہوا اتنا ہی اجر بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔

(۲) مخلص لوگ...... چراغ ہدایت ہیں

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: طُوْبٰى لِلْمُخْلِصِيْنَ اُولٰٓئِكَ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى تَتَجَلّٰى عَنْهُمْ كُلُّ فِتْنَةٍ ظَلْمَاءَ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اخلاص سے کام کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔ یہ لوگ چراغ ہدایت ہیں۔ ان کے ذریعے ہر سیاہ فتنہ چھٹ جاتا ہے۔

(ہدایۃ الامۃ: ۸۳/۱، بحوالہ، مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰۰/۷، الرقم: ۳۴۴۹۷، شعب الایمان: ۳۴۳/۵، الرقم: ۶۸۶۱، الترغیب والترہیب: ۲۳/۱)

(۳) تنہائی ہو یا ہجوم...... اخلاص کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰى فِي الْعَلَانِيَةِ فَاَحْسَنَ صَلّٰى فِي السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا عَبْدِيْ حَقًّا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک بندہ جب لوگوں کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھے اور تنہائی میں

بھی اچھی طرح نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴/ ۴۶۸، الرقم: ۴۲۰۰)

درسِ ہدایت

وہ لوگ جو اپنی عبادت میں اخلاص پیدا کرتے ہیں وہ ہی اللہ کریم کے سچے بندے ہوتے ہیں۔ وہ جس طرح لوگوں کے سامنے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اسی انداز میں تنہائی میں بھی پڑھتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جو کام ہم لوگوں کے سامنے کرنا پسند نہیں کرتے وہ تنہائی میں بھی نہ کریں۔

وہ لوگ جو دنیا کے سامنے اپنے آپ کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر کام دکھاوے کے لیے کرتے ہیں تاکہ لوگوں سے زیادہ سے زیادہ داد وصول کرسکیں مگر جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو وہ ہی عمل بیزاری سے اکتا کر کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی حیثیت اللہ کی نظر میں کوئی نہیں، بلکہ خود کو عاجز بنا کر صرف اور صرف اپنے رب کی خوشنودی کے لیے کام کرنے والے لوگ ہی اللہ کے ہاں سچے لوگ ہیں۔

اخلاص اور اسوۂ اسلاف

(۱) اللہ عزوجل نیت کے مطابق جزا دے گا

"حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں اپنی نیتوں کی وجہ سے ہمیشہ رہیں گے۔"

(احیاء العلوم: ۵/ ۷۹)

دعوتِ فکر

اللہ عزوجل کسی بندے کو اس کے عمل کی وجہ سے ہمیشہ جنت میں نہیں رکھے گا بلکہ اس کی نیت کی وجہ سے جنت میں رکھے گا۔ اگر بندہ اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں جاتا تو وہ اپنے عمل کی مدت کے مطابق جنت میں رہتا یا اس سے دگنی مدت تک۔ لیکن اللہ عزوجل اسے نیت کے مطابق جزا دے گا۔ اس لیے کہ اس نے یہ نیت کی کہ جب تک میں زندہ رہوں گا اللہ کریم کی اطاعت کروں گا پس جب موت نے اس کے عمل کو ختم کر دیا تو اسے اس کی نیت کے مطابق جزا دی گئی۔ اسی طرح کافر کا معاملہ ہے اگر کافر کو اس کے عمل کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جاتا تو وہ ہمیشہ جہنم میں ڈالا جاتا تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہتا بلکہ اپنے عمل کی مدت کے مطابق جہنم میں رہتا لیکن چونکہ اس نے نیت یہ کی تھی کہ ہمیشہ کفر پر رہے گا اسی لیے اسے اس کی نیت کے مطابق جزا دی جائے گی۔

ایک اور مقام پر حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کچھ لوگوں کی صحبت اختیار کی اور ان کے دلوں میں حکمت کی ایسی باتیں گزرتی تھیں کہ اگر وہ ان کو زبان پر لاتے تو وہ ان کو بھی اور ان کے ساتھیوں کو بھی نفع دیتیں لیکن انہوں نے شہرت کے خوف سے ان باتوں کو ظاہر نہیں کیا اور ان میں سے کوئی ایک راستے میں اذیت دینے والی چیز دیکھتا تو وہ اس کو صرف اس لیے نہ ہٹاتا کہ شہرت نہ ہو۔

(احیاء العلوم: ۳/۳۶۴)

(۲) اخلاص کی خاطر نماز دہراتے رہے

حضرت سیدنا عبداللہ بن قواریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ہمیشہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، مگر افسوس! ایک مرتبہ میری عشاء کی جماعت فوت ہوگئی۔ اس

کا سبب یہ ہوا کہ میرے ہاں ایک مہمان آیا۔ میں اس کی خاطر مدارات (مہمان نوازی) میں لگا رہا۔ فراغت کے بعد مسجد پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ اب سوچنے لگا کہ ایسا کون سا عمل کروں جس سے اس نقصان کی تلافی ہو جائے۔

یکا یک مجھے اللہ عزوجل کے حبیب مکرم ﷺ کا یہ فرمان عالیشان یاد آیا کہ ''باجماعت نماز، منفرد کی نماز پر اکیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔ اسی طرح پچیس اور ستائیس درجے فضیلت کی حدیث بھی مروی ہے۔'' میں نے سوچا، اگر میں ستائیس مرتبہ نماز پڑھ لوں تو شاید جماعت فوت ہو جانے سے جو کمی ہوئی ہے وہ پوری ہو جائے۔

چنانچہ میں نے ستائیس مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر مجھے نیند آ گئی۔ میں نے اپنے آپ کو چند گھڑ سواروں کے ساتھ دیکھا۔ ہم سب کہیں جا رہے تھے۔ اتنے میں ایک گھڑ سوار نے مجھ سے کہا: تم اپنے گھوڑے کو مشقت میں نہ ڈالو، بے شک تم ہم سے نہیں مل سکتے۔ میں نے کہا: کیوں؟ کہا: اس لیے کہ ہم نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی تھی۔

(عیون الحکایات، ص:۲۵۹)

(۳) جماعت ترک کرنے پر غضب

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''منافقین پر سب نمازوں سے بھاری فجر اور عشاء کی نماز ہے۔ اگر جان لیتے کہ ان دونوں نمازوں میں کیا ہے تو ضرور حاضر ہو جاتے اگرچہ گھسٹتے ہوئے آتے اور بیشک میں نے ارادہ کیا کہ میں نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور کسی شخص کو نماز پڑھانے پر مقرر کروں پھر کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہوں جو لکڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں

پھران لوگوں کی طرف جاؤں جونماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔''

(بخاری:۱/ ۲۳۵، الرقم: ۶۵۷)

(۴) دینار کے بدلے اخلاص بیچ دیا

حضرت سیدنا مبارک بن فضالہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''کسی علاقے میں ایک بہت بڑا درخت تھا، لوگ اس کی پوجا کیا کرتے تھے اور اس طرح اس علاقے میں کفر وشرک کی وبا بہت تیزی سے پھیل رہی تھی۔ ایک مسلمان شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو اسے یہ دیکھ کر بہت غصہ آیا کہ یہاں غیر اللہ کی عبادت کی جارہی ہے چنانچہ وہ جذبۂ توحید سے معمور بڑی غضبناک حالت میں کلہاڑا لے کر اس درخت کو کاٹنے چلا، اس کے ایمان نے یہ گوارا نہ کیا کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔ اسی جذبہ کے تحت وہ درخت کاٹنے جارہا تھا کہ شیطان مردود اس کے سامنے انسانی شکل میں آیا اور کہنے لگا تو اتنی غضبناک حالت میں کہاں جارہا ہے؟

اس مسلمان نے جواب دیا: میں اس درخت کو کاٹنے جارہا ہوں جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں۔ یہ سن کر شیطان مردود نے کہا: ''جب تو اس درخت کی عبادت نہیں کرتا تو دوسروں کا اس درخت کی عبادت کرنا تجھے کیا نقصان دیتا ہے؟ تو اپنے اس ارادے سے باز رہ اور واپس چلا جا۔'' اس مسلمان نے کہا: میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گا۔ معاملہ بڑھا اور شیطان نے کہا: میں تجھے وہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا۔

چنانچہ دونوں میں کشتی ہوگئی اور اس مسلمان نے شیطان کو پچھاڑ دیا۔ پھر شیطان نے اسے لالچ دیتے ہوئے کہا: اگر تو اس درخت کو کاٹ بھی دے گا تو تجھے اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ میرا مشورہ ہے کہ تو اس درخت کو نہ کاٹ۔ اگر تو ایسا

کرے گا تو روزانہ تجھے اپنے تکیے کے نیچے سے دو دینار ملا کریں گے۔

وہ شخص کہنے لگا: کون میرے لیے دو دینار رکھا کرے گا؟

شیطان نے کہا: میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ روزانہ تجھے اپنے تکیے کے نیچے سے دو دینار ملا کریں گے۔ وہ شخص شیطان کی ان لالچ بھری باتوں میں آ گیا اور دو دینار کی لالچ میں اس نے درخت کاٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور واپس گھر لوٹ آیا۔ پھر جب صبح بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ تکیے کے نیچے دو دینار موجود تھے۔

پھر دوسری صبح جب اس نے تکیہ اٹھایا تو وہاں دینار موجود نہ تھے۔ اسے بڑا غصہ آیا اور کلہاڑا اٹھا کر پھر درخت کاٹنے چلا۔ شیطان پھر انسان کی شکل میں اس کے پاس آیا اور کہا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' وہ کہنے لگا: میں اس درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں جس کی لوگ عبادت کرتے ہیں۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ لوگ غیر خدا کی عبادت کریں۔ لہٰذا میں اس درخت کو کاٹ کر ہی دم لوں گا۔

شیطان نے کہا: تو جھوٹ بول رہا ہے۔ اب تو کبھی بھی اس درخت کو نہیں کاٹ سکتا۔ چنانچہ شیطان اور اس شخص کے درمیان پھر سے کشتی شروع ہو گئی۔ اس مرتبہ شیطان نے اس شخص کو بری طرح پچھاڑ دیا اور اس کا گلا دبانے لگا۔ قریب تھا کہ اس شخص کی موت واقع ہو جاتی۔ اس نے شیطان سے پوچھا: یہ تو بتا کہ تو ہے کون؟ شیطان نے کہا: میں ابلیس ہوں اور جب تو پہلی مرتبہ درخت کاٹنے چلا تھا تو اس وقت بھی میں نے ہی تجھے روکا تھا لیکن اس وقت تو نے مجھے گرا دیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تیرا غصہ اللہ عزوجل کے لیے تھا لیکن اس مرتبہ میں تجھ پر غالب آ گیا ہوں کیونکہ اب تیرا غصہ اللہ عزوجل کے لیے نہیں بلکہ دیناروں کے نہ ملنے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا اب تو کبھی بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(عیون الحکایات، ص:۱۲۹)

دعوتِ فکر

دین کے کاموں میں اخلاص پر قائم رہنا بہت مشکل امر ہے۔ شیطان اس قدر انسان کو آزمائش میں ڈال دیتا ہے کہ اسے پتا بھی نہیں چلتا اور وہ شیطان کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہوتا ہے۔ نیز جو دین کے کام محض رضائے الٰہی کی نیت سے کرے اور اخلاص کے ساتھ اس پر قائم رہے اسے تائید ایزدی نصیب ہوتی ہے اور دنیا کو خوش کرنے والا محروم رہ جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۝

(پ:۱۵، بنی اسرائیل:۵۳)

اور آپ میرے بندوں سے فرمادیں کہ وہ ایسی باتیں کیا کریں جو بہتر ہوں، بے شک شیطان لوگوں کے درمیان فساد بپا کرتا ہے، یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

(۵) امام غزالی کا اخلاص

حضرت امام غزالی حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''احیاء العلوم'' تحریر فرمائی تو حاسدین نے ایک طوفان کھڑا کر دیا اور غزالی کے بے دین ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا اور فتویٰ دیا کہ غزالی کی احیاء العلوم چوراہے میں رکھ کر نذر آتش کر دی جائے۔

امام غزالی جس کا ہر قدم رضائے الٰہی کے لئے تھا جس کی احیاء العلوم کی ہر سطر خالق و مالک کی رضا کی خاطر لکھی گئی تھی اس پر یہ فتویٰ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا دل دکھا، دل ٹوٹا، رات سوئے تو وہ ہستی تشریف لائی جس نے فرمایا:

اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَآئِکُمْ

مجھے اپنے ضعفاء میں تلاش کرو۔

آج ایک ضعیف لیکن عند اللہ وجیہ کی دلجوئی کر رہے ہیں۔

غزالی روتے ہوئے عرض کر رہے ہیں یا رسول اللہ! میں نے اللہ کی رضا کے لئے اور دین حق کی سر بلندی کے لئے شریعت مطہرہ پر چلتے ہوئے کتاب لکھی لیکن فتویٰ لگا کہ اسے نذر آتش کر دیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلال میں فرمایا کس نے فتویٰ لگایا۔

عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں نے فتویٰ لگایا۔

اسے بارگاہ خیر الوریٰ میں حاضر کیا گیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اسے سزا دو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے لٹا کر درے لگائے۔

امام غزالی کی آنکھ کھلی تو دل مطمئن تھا کہ جس ہستی کو راضی کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے وہ راضی ہے مجھے کسی اور کی کیا پرواہ اور پھر جس نے فتویٰ لگایا اس نے صبح توبہ کا اعلان کر دیا۔ اللہ عزوجل نے لوگوں کے دل احیاء العلوم کی طرف مائل کر دیئے۔

اس فتویٰ لگانے والے کا دس سال بعد جب انتقال ہوا غسل دینے کے لئے جب اس کی قمیص اتاری گئی تو اس کے جسم پر اس وقت بھی دروں کے نشانات موجود تھے۔ (تعلیمات نبویہ: ۱۰/۳۹۱)

امام غزالی کا مقام و مرتبہ

حضرت سیدنا علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: حضرت سیدنا امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے محاضرات میں ذکر فرمایا کہ حضرت سیدنا امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”میں مسجد اقصیٰ میں محو آرام تھا کہ خواب میں دیکھا مسجد اقصیٰ کے باہر

صحن کے درمیان میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور لوگوں کا ایک جم عظیم گروہ در گروہ داخل ہو رہا ہے۔'' میں نے پوچھا: یہ جم غفیر کن لوگوں کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: ''یہ انبیاء رسل کرام علیہم السلام ہیں جو حضرت سیدنا حسین حلاج رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر ہونے والی ایک غلط بات پر ان کی سفارش کے لیے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔'' پھر میں نے ایک تخت کی طرف دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ فرما ہیں اور دیگر انبیاء کرام جیسے حضرت سیدنا ابراہیم، حضرت سیدنا موسیٰ، حضرت سیدنا عیسیٰ اور حضرت سیدنا نوح علیہم السلام زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کی زیارت کرنے لگا اور ان کا کلام سننے لگا۔

اسی دوران حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے ہوئے عرض کی: آپ کا فرمان ہے: عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ لہٰذا مجھے ان میں سے کوئی دکھایئے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دس جواب دیئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جواب سوال کے مطابق ہونا چاہیے۔ سوال ایک کیا گیا اور تم نے دس جواب دیئے تو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: جب اللہ عزوجل نے آپ سے پوچھا تھا ''وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟'' تو اتنا عرض کر دینا کافی تھا کہ ''یہ میری چھڑی ہے۔'' مگر آپ نے اس کی کئی خوبیاں بیان فرمائیں۔

(لباب الاحیاء، ص: ۹، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، بحوالہ فتاویٰ رضویہ: ۲۸/ ۴۱۰، النبراس شرح شرح العقائد، ص: ۲۴۷)

اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ وَ عَمَلِيْ مِنَ الرِّيَاءِ وَالنِّفَاقِ

راہِ نجات کے مسافر

(ذاکرین)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ○ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

نعت شریف

کرم کے بادل برس رہے ہیں دلوں کی کھیتی ہری بھری ہے
یہ کون آیا کہ ذکر جس کا نگر نگر ہے گلی گلی ہے
یہ کون بن کر قرار آیا یہ کون جان بہار آیا
گلوں کے چہرے ہیں نکھرے نکھرے کلی کلی میں شگفتگی ہے
دیئے دلوں کے جلائے رکھنا نبی کی محفل سجائے رکھنا
جو راحت دل سکون جاں ہے وہ ذکر ذکر محمدی ہے
جو گالیاں سن کے دیں دعائیں بروں کو اپنے گلے لگائیں
سراپا لطف و کرم جو ٹھہری وہ میرے آقا کی زندگی ہے
میں اپنی قسمت پہ کیوں نہ جھوموں میں کیوں نہ ولیوں کے در کو چوموں
میں نام لیوا ہوں مصطفیٰ کا خدا کے بندوں سے دوستی ہے
نبی کا ہر جا ظہور کہیے ہاں کہیے کہیے ضرور کہیے
انہیں من اللہ نور کہیے یہ چار سو جن کی روشنی ہے
نہ مانگو دنیا کے تم خزینے چلو نیازی چلیں مدینے
کہ بادشاہی سے بڑھ کر پیارے نبی کے در کی گداگری ہے

☆☆☆

ابتدائیہ

انسانی جسم کی طرح اس کی روح بھی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ حسد...... کینہ...... بغض...... تکبر...... اور ریاکاری وغیرہ اسی روح کی بیماریاں ہیں، ان کا علاج بھی کسی مربی کامل کے بغیر اور اس کے تجویز کردہ نسخہ ''ذکر الٰہی'' سے انحراف کے بغیر ناممکن ہے۔

اس بھری کائنات میں جس عظمت اور شان سے اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا فرمایا ایسی منزلت کسی اور مخلوق کو نہ مل سکی۔ کرم در کرم یہ کہ اس بے نیاز اللہ نے انسانوں کو یہ نوید بھی سنائی۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ

اور ہم نے بنی آدم کو معزز و مکرم بنایا۔

اب اس نائب الٰہی اور خلیفۃ اللہ پر لازم ہے کہ وہ ہر گھڑی اپنے خالق و مالک کو یاد کرے جس اللہ نے بن مانگے اتنی کرم نوازیوں سے سرفراز فرمایا اسے یاد نہ کرنا کتنی بڑی احسان فراموشی ہے۔

اللہ اولاد آدم کو اپنی یاد پر جو انعام و اکرام عطا فرماتا ہے اس کی وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ صرف ایک مرتبہ دل کی گہرائی سے یاد الٰہی کا جو اجر ایک انسان کو ملتا ہے اگر اس اجر و ثواب کے ملنے پر اور شکرانہ قیامت تک سر بسجود ہوا جائے تو پھر بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔

ذکر الٰہی کے بارے میں قرآن کریم اور احادیث مقدسہ میں جو ترغیب و

تحریص اور انعام واکرام کا ذکر ہے اس میں سے کچھ چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

ذکر کا معنیٰ و مفہوم

ذکر کے معنیٰ ہیں یاد کرنا، ذہن میں کسی چیز کو دہرانا، بار بار یاد کرنا، بھولی ہوئی چیز کو یاد کرنا، وغیرہ۔

ذکر کی اہمیت

(۱) ذکر الٰہی سے گناہ معاف ہوتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ قف وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (پ:۴، آل عمران:۱۳۵)

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھتے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے۔

انسان جب اپنے آپ کو بدکاریوں اور برائیوں کے جال میں پھنسا کر خود ہی اپنے اوپر ظلم کر لیتا ہے تو پھر جب اسے احساس ندامت ہوتا ہے تو مجبور و لاچار ہو کر اللہ اللہ کرتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے جب اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا غفور و رحیم پاتا ہے۔ اللہ رب العزت نہ صرف اس کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے بلکہ اسے ذکر کرنے کی بدولت مغفرت اور جنت کی خوشخبری بھی سنائی جاتی ہے۔ اور اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

(۲) گناہ نیکیوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں

عَنْ سُهَيْلِ بْنِ حَنْظَلَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْهِ فَيَقُوْمُوْنَ حَتّٰى يُقَالُ لَهُمْ: قُوْمُوْا! قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَبُدِّلَتْ سَيِّئَاتُكُمْ حَسَنَاتٍ .

حضرت سہیل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کچھ لوگ مجلس ذکر میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے اٹھتے ہیں تو انہیں کہا جاتا ہے: کھڑے ہو جاؤ! تمہیں بخش دیا گیا ہے، تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں۔

(شعب الایمان:۱/۴۵۴،الرقم:۶۹۵،الترغیب والترہیب:۲/۲۶۰،الرقم:۲۳۲۱)

(۳) ذکرالٰہی ...... دافع عذاب الٰہی

حق وباطل ...... خیر وشر ...... اورنور وظلمت کی لڑائی ہمیشہ سے ہے اور قیامت تک رہے گی۔

جہاں حق ہو	وہاں باطل نہیں ہوتا
جہاں خیر کا بسیرا ہو	وہاں شر نہیں ہوتا
جہاں نور کے اجالے ہوں	وہاں ظلمت کا نام ونشان تک نہیں ہوتا

ذکرالٰہی سراپا نور ہے ...... یہ خیر اور حق کا داعی ہے ......

جہاں خیر وحق جلوہ فگن ہوں وہاں باطل اور شر کا کیا کام، باطل اور شر عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں اور جہاں باطل اور شر کا نام ونشان نہ ہو وہاں عذاب الٰہی کیسے آسکتا ہے۔ حق اور خیر پر ہمیشہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور جہاں رحمت خداوندی ہو وہاں زحمت کیسے ہوسکتی ہے۔ عذاب الٰہی کو دفع کرنے کے لیے ذکر

الٰہی اکسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام صبح وشام لیا جائے وہ جگہ خیرات وبرکات سے بھرپور ہوتی ہے۔

کائنات کا سب سے بڑا ہنگامہ، ہنگامہ قیامت کہلاتا ہے...... قیامت وہ گھڑی ہے جب کائنات نیست ونابود ہوجائے گی...... زمین فنا ہوجائے گی...... پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے...... ستارے بکھر جائیں گے...... چاند وسورج بے نور ہوجائیں گے۔

اتنا بڑا ہنگامۂ قیامت، ذکر الٰہی کی وجہ سے موقوف ہے جب تک اس زمین میں اللہ کے نام کا ورد ہوگا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک ایک آدمی بھی اللہ اللہ کرتا رہے گا قیامت قائم نہیں ہوگی۔ (شعب الایمان:۱/۳۹۶)

ہمارے اعمال اور دنیا کے حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں، زمین پھٹ جائے، آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے، چاند وسورج اپنا نور ختم کرکے فضائے بسیط میں فنا ہوجائیں لیکن ابھی تک ایسا نہیں ہوا وجہ واضح ہے کہ ابھی اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ذکر الٰہی ان کی غذا ہے اور ان کے رگ وریشہ سے اسم ذات کے ترانے بلند ہورہے ہیں۔

(۴) اللہ کا ذکر دوزخ کے عذاب سے بچاتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس نے اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے خشیت کی وجہ سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ اس کا ایک آنسو زمین پر گر پڑا، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کوئی عذاب نہیں دے گا۔

(مستدرک حاکم: ۴/۲۸۹، الرقم: ۷۶۶۸، الترغیب والترہیب: ۴/۱۱۳، الرقم: ۵۰۲۳)

(۵) میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں

آج کسی سرمایہ دار یا اعلیٰ افسر کا ہمنشین اتراتا پھرتا ہے اور اپنے آپ کو دوسروں کی نظروں میں بلند ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر شخص پر یہ بات واضح کرتا ہے کہ میں تنہا نہیں، بے آسرا نہیں۔ اگر کسی نے میری طرف غلط نظروں سے دیکھا تو اسے اپنے کیے کی خود سزا بھگتنا پڑے گی۔

لیکن وہ روح ارجمند جسے معیت الٰہی نصیب ہے اس کی سوچ کا اندازہ یکسر مختلف ہوتا ہے۔ اترانا اور تکبر کرنا اس کی لغت سے خارج ہوتا ہے وہ ہر ایک فرد سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتا ہے اس کی ملاقات میں اخوت ومحبت کی مہک ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَاالْقَاسِمِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَالَ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے انعامات الٰہیہ کے قاسم حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتا رہے اور میری وجہ سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے رہیں۔

(مسند امام احمد: ۱/۵۴۰، شعب الایمان: ۱/۳۹۱)

نصیحت کے پھول

اللہ کا ذکر کرنے والا انعامات واحسانات الٰہیہ کی وہ دولت اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے جس کی مثال اس عالم آب وگل میں نہیں وہ اس ناپائیدار دنیا میں ہوتے ہوئے حی وقیوم کی ہمنشینی کے مزے لیتا ہے۔

وہ زبان کتنی پاکیزہ ہے جس سے ذکر الٰہی کا چشمہ پھوٹ رہا ہو۔اسی ایک زبان کے عمل سے اللہ تعالیٰ کل وجود انسانی پر کرم کرتا ہے اور انسان کا سارا وجود اس ذات حق کے قرب کے فیض سے مستفیض ہوتا ہے۔

ذکر کی ضرورت

گھروں کی آبادی کے لیے...... گھروں میں نور کے لیے...... گھروں میں برکت کے لیے...... آپس میں الفت ومحبت کے لیے...... پرسکون زندگی کے لیے...... آفات سے نجات کے لیے...... امراض سے شفاء کے لیے...... پریشانیوں اور الجھنوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ذکر انتہائی ضروری ہے۔

ذکر کرنے سے دن کو سکون ملتا ہے
ذکر کرنے سے راتوں کو چین ملتا ہے
ذکر کرنے سے دل کو سرور ملتا ہے
ذکر کرنے سے روح کو قرار ملتا ہے
ذکر کرنے سے دعا کو ایجاب ملتا ہے

(۱) اپنے دلوں کو جھکالو

ارشاد خداوندی ہے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ

(پ:۲۷،الحدید:۱۶)

کیا وہ وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لیے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کی خاطر جھک جائیں۔

اہل ایمان کی جو بھی مجلس ہو نشست ہو اس کی ابتداء بھی اللہ کے ذکر سے ہونی چاہیے اور انتہاء بھی اللہ کے ذکر پر ہونی چاہیے۔ یہ سیاسی مجلس ہو...... یا تجارتی، خانگی امور سے متعلق ہو...... یا معاشی و معاشرتی امور کے لیے، اتفاقاً ہو...... یا طے شدہ یا چند مسلمانوں کی باہمی گفتگو ہو بہر حال اس میں کہیں نہ کہیں یا کم از کم اس کے اختتام پر اللہ کا ذکر ضرور ہونا چاہیے کہ اس سے طے شدہ معاملات میں برکت ہوتی ہے۔

(۲) دل کی چمک دمک...... ذکر الٰہی سے ہے

جب کسی بھی مجلیٰ و مصفیٰ چیز کی دیکھ بھال نہ کی جائے تو اس کی جلا ماند پڑ جاتی ہے، اس کی صفائی میں نقص آ جاتا ہے، حسن بھی خدمت مانگتا ہے، جب حسن کی خدمت سے لاپرواہی برتی جائے تو حسن گہنا جاتا ہے، جمال کی رعنائی ختم ہو جاتی ہے بیشمار دولت صرف کر کے محل تعمیر کیا جائے اس پر استعمال ہونے والا سامان دنیا کے کونہ کونہ سے حاصل کیا جائے۔ جب وہ قصر رفیع تیار ہو جائے تو دنیا اس کے حسن و جمال اور نفاست کو دیکھنے کے لیے دور دور سے آتی ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دیکھ بھال سے کوتاہی روا رکھی جائے۔ تو ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس کے جمال کا تذکرہ تک بھی نہ رہے گا۔ اگر کوئی دانا و بینا اس محل کی طرف خصوصی توجہ دیتا رہے، اس کے رنگ و روغن اور صفائی کا اہتمام تسلسل سے جاری رکھے تو پھر اس کا حسن ماند نہیں پڑتا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس

میں مزید دلکشی اور نفاست پیدا ہو گی اور اس کی چمک دمک میں روز افزوں ترقی ہو گی اور اس کے جمال و وقار کو چار چاند لگیں گے۔

دل وہ خدائی محل ہے جو اس ذات کبریاء نے ہمیں مرحمت فرمایا اور اس نے باقی ساری نعمتیں ہمارے استعمال کے لیے دے دیں لیکن دل اپنے لیے اور صرف اپنے لیے رکھا۔

دل کے محل کو پاک صاف رکھنے کے لیے اسی ذات حق نے ایک نسخہ بتایا ہے اور وہ نسخہ ہے ذکر الٰہی، ذکر الٰہی سے دل روشن اور منور ہوتا ہے، ذکر الٰہی سے دل ہر قسم کے خس و خاشاک سے پاک ہو جاتا ہے۔

سرکار دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ جِلَاءً وَاِنَّ جِلَاءَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

ہر چیز کی ایک جلا اور رونق ہے، دل کی جلا اور چمک دمک ذکر الٰہی ہے۔

(شعب الایمان:۱/۳۹۶)

(۳) ذکر الٰہی...... مضبوط قلعہ ہے

انسان کے دشمن بے شمار ہیں اور وہ ہر وقت اس کوشش میں کہ کوئی ایسا موقع آئے انسان کو نقصان پہنچایا جائے۔ دشمن کا کام دشمنی کرنا ہے اس سے خیر کی توقع عبث ہے دشمن ہر وہ عمل کرے گا جو پریشانی اور مصیبت کا سبب بنے۔ دانا و بینا انسان وہ ہے جو ہر وقت اپنے دشمن سے ہوشیار رہے اسے ایسا کوئی موقع فراہم نہ کرے جس سے وہ فائدہ اٹھا کر اس کا اطمینان چھین لے اور اسے کرب ناک کیفیت میں مبتلا کر دے۔

شیطان انسان کا ازلی و ابدی دشمن ہے اس کی یہ خواہش اور کوشش ہے کہ اس سے اس کی اصلی دولت ایمان چھین لی جائے وہ فرزند آدم کو نعمت ایمان سے محروم

کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ کبھی دشمنی کے لباس میں آتا ہے تو کبھی دوستی کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی مونس و ہمدرد بن جاتا ہے اور یار و مددگار کا لبادہ اوڑھ کر آتا ہے۔ وہ ہر طریقہ آزما کر انسان کو صراط مستقیم سے پھسلانا چاہتا ہے۔

اگر انسان اس کے فریب میں آجائے اور اس سے دھوکہ کھا جائے تو اسے اپنا انجام نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہئے سوائے ہلاکت و بربادی اور دین و ایمان میں فساد کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

اس ازلی دشمن سے بچاؤ کا طریقہ سوچنا ہر سلیم الفطرت پر لازم ہے۔ اللہ اور اس کے رسول اور مقربین بارگاہ الٰہی نے اس سے حفاظت کا ایک سہل اور آسان طریقہ بتایا ہے۔ اور وہ ہے ذکر الٰہی۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کو وعظ و نصیحت میں مصروف تھے۔ دوران وعظ آپ نے انہیں فرمایا:

اٰمُرُكُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَمَثَلُ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ طَلَبَهُ الْعَدُوُّ سِرَاعًا فِيْ اَثَرِهٖ حَتّٰى اَتٰى حِصْنًا حَصِيْنًا فَاَحْرَزَ نَفْسَهٗ فِيْهِ وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يَنْجُوْ مِنَ الشَّيْطٰنِ اِلَّا بِذِكْرِهٖ.

میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی کو پکڑنے کے لئے اس کے دشمن تیزی سے اس کے پیچھے لپکے وہ آدمی ایک مضبوط قلعہ میں آگیا اور اس نے اپنے آپ کو قلعہ میں محفوظ کر لیا۔ اور ایسے ہی بندہ خدا شیطان کی دشمنی سے نہیں بچ سکتا۔ سوائے ذکر الٰہی کے قلعہ میں پناہ لے کر۔

(شعب الایمان: ۱/۴۰۲)

فائدہ

دشمن اگر مسلح ہو کر انسان پر حملہ آور ہوا اور وہ ایک مضبوط و مستحکم قلعہ میں آکر پناہ گزین ہو جائے تو دشمن کے تابڑ توڑ حملے بھی اسے گزند نہیں پہنچا سکتے تاوقتیکہ قلعہ کی دیواروں میں شگاف پڑ جائے۔ اس طرح انسان پر جب اس کا سب سے بڑا دشمن شیطان حملہ آور ہوا اور وہ انسان ذکر الٰہی کے قلعہ میں پناہ گزین ہو جائے تو ابلیس کے حملے اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے اور ذکر الٰہی وہ مضبوط قلعہ ہے ایک نہیں ہزاروں شیطان بھی اس میں شگاف نہیں ڈال سکتے۔ ہاں اگر انسان خود ہی ذکر الٰہی کے قلعہ سے باہر نکل آئے تو اس کی بدنصیبی ورنہ ذکر الٰہی کی موجودگی میں اس ابلیس کی ہزار ہا شرارتیں اسے ذرا نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

(۴) اللہ کا ذکر......سب سے بڑی دولت ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آدمی کا کوئی عمل اللہ کے ذکر سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والا نہیں۔ لوگوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا اللہ کے راستے میں جہاد بھی؟ فرمایا: نہیں، اگرچہ وہ اپنی تلوار اس قدر چلائے کہ وہ ٹوٹ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط (پ:۲۰، العنکبوت:۴۵)

''اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔''

(حلیۃ الاولیاء:۱/۲۳۵، سیر اعلام النبلاء:۱/۴۵۵)

(۵) کثرت سے ذکر کرنے والے کی دعا......رد نہیں ہوتی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا يَرُدُّ اللّٰهُ دُعَآءَهُمْ: اَلذَّاكِرُ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ

وَالْاِمَامِ الْمُقْسِطِ

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تین قسم کے لوگ ایسے ہیں۔ جن کی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا: کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنے والا، مظلوم، اور عادل حکمران۔"

(شعب الایمان: ۱/۴۱۹، الرقم: ۵۸۸)

ذکر...... قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی ذات مقدسہ کو یاد کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ چند ارشادات ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) کثرت ذکر کی تاکید

ارشاد الٰہی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۝ (پ:۲۲، الاحزاب: ۴۲-۴۱)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔

بندے کا کام یہی ہے کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ کے احکامات کی پیروی کرے اور اپنے مالک کے حکم و ارشاد کو بجالانا ہی بندہ کے لئے لازم وضروری ہے۔ جو شخص اپنے آقا کے ارشادات کو دل و جان سے تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کی فرمانبرداری میں کسی کوتاہی کا روادار نہیں وہی حقیقی بندہ ہے۔ اور جو غلام اپنے آقا کے احکامات پر عمل نہ کرے وہ سزا کا مستحق ہے اور عتاب اس کا مقدر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خالق و مالک ہے، ہم اس کے بندے ہیں اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کے ارشادات پر صمیم قلب سے عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم اس

کے احکامات کو حرز جاں بنائیں گے تو ہماری پیشانیوں پر نشان بندگی نمایاں ہوگا اور یہی نشان بندگی ہماری سب سے بڑی پہچان ہوگی۔

ہمارا اللہ تو ہمیں فرمارہا ہے کہ مجھے کثرت سے یاد کرو اور ہم اس کے بندے ہو کر خواب خرگوش کا مزہ لیں اسے بندگی کی علامت نہیں تصور کیا جاسکتا۔

ہر عبادت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کا ایک ٹائم مخصوص ہے اس وقت کی حدود سے باہر وہ عبادت نہیں ہوتی لیکن ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جس کا کوئی وقت مقرر نہیں اور اسے کسی ٹائم کے ساتھ محدود نہیں کیا گیا۔

(تعلیمات نبویہ: ۴/۴۲۲)

(۲) تم مجھے یاد کرو...... میں تمہیں یاد کروں گا

ذکر کی بدولت ہی انسان کو یہ مقام عظیم نصیب ہوتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اللہ عزوجل بھی اس پر نظر کرم فرماتا ہے...... اسے یاد کرتا ہے...... اس پر اپنے فضل و کرم اور رحمتوں کی بارش برساتا ہے۔

جو شخص اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اللہ بھی اسے یاد کرتا ہے۔ انسان کی مجبوری ہے کہ وہ اسے یاد کرے۔ انسان اللہ کا بندہ ہے۔ بندے کا کام اپنے آقا کو یاد کرنا ہے لیکن اس آقا کی کرم نوازیاں معلوم ہوں کہ وہ صمد (بے نیاز) ہو کر اپنے بندوں کو یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝

پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور میری نافرمانی نہ کرو۔

میں نے اپنے بندے کو وہ چیز عنایت کی ہے۔ اگر جبریل و میکائیل (علیہما السلام) کو بھی عطا کرتا تو ایک بڑی نعمت ان پر تمام کر دیتا وہ یہ ہے:

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اللہ رب العزت نے محض اپنے لطف و کرم سے فرزند آدم کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ وہ خالق و مالک ہو کر اپنے بندے کو یاد کرتا ہے، جب بندہ اس کے ذکر میں رطب اللسان ہوتا ہے اور یہ سعادت اس نے کسی اور مخلوق کے مقدر میں نہیں فرمائی۔

(۳) اللہ کو یاد کرنے کے مختلف طریقے

انسان اللہ رب العزت کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اسے یاد کرتا ہے انسان کے یاد کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کے طریقے بھی مختلف ہیں۔ وہ جس رنگ میں اللہ کو یاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر رنگ میں یاد فرماتا ہے۔

☆ اُذْکُرُوْنِیْ بِطَاعَتِیْ...... اَذْکُرْکُمْ بِرَحْمَتِیْ

اطاعت خداوندی میں صبح و شام بسر کرنے والے خوش نصیب کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے یاد کرتا ہے۔ اطاعت خداوندی میں جتنی گہرائی آتی جائے گی رحمت خداوندی بھی اتنی ہی جوبن پر آئے گی، وہ جہاں جہاں سے گزرے گا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اسے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہوں گی۔ وہ جہاں بیٹھے گا تو اس پر اللہ کی کرم نوازیوں کی بارشیں مسلسل برستی رہیں گی۔ جس سے وہ خود ہی نہیں بلکہ وہ افراد بھی جو اس کے پاس بیٹھے ہوں گے بلکہ زمین کا وہ خطہ بھی سیراب ہوگا۔ خشک اور پتھر دل اس کی برکت سے تروتازہ اور نرم دل بن جائیں گے۔

☆ اُذْكُرُوْنِیْ بِالدُّعَاءِ...... اَذْكُرْكُمْ بِالْاِجَابَةِ وَالْاِحْسَانِ

بندہ دعا کے ذریعے اپنے خالق و مالک کو یاد کرے تو وہ رحمٰن و رحیم جل جلالہٗ قبولیت کی صورت میں اسے یاد کرتا ہے۔ دعا کو صرف قبول ہی نہیں کرتا بلکہ اس پر احسان بھی فرماتا ہے۔ وہ ذات کریم ہے اس کے در اقدس پر جو بھی اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے محروم نہیں رہتا۔

☆ اُذْكُرُوْنِیْ بِالثَّنَاءِ وَالطَّاعَةِ...... اَذْكُرْكُمْ بِالثَّنَاءِ وَالنِّعْمَةِ

تم مجھے حمد و ثناء اور اطاعت سے یاد کرو...... میں تمہیں ذکر خیر اور انعام و اکرام سے یاد کروں گا۔

ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کن کن نعمتوں سے بہرہ ور فرماتا ہے اس کی حقیقت تو دینے والا جانے یا لینے والا۔

☆ اُذْكُرُوْنِیْ فِی الدُّنْيَا...... اَذْكُرْكُمْ فِی الْاٰخِرَةِ

فانی دے کر باقی لینے والا بڑا دانا و بینا انسان ہے۔ دنیا فانی ہے ختم ہونے والی ہے آخرت باقی ہے ہمیشہ رہنے والی ہے۔ جو دنیا کے چند سانس ذکر الٰہی میں بسر کرتا ہے۔ اللہ رب العزت اسے باقی رہنے والی آخرت میں یاد فرمائے گا اور آخرت میں جسے اس کا پروردگار یاد رکھے اسے کسی فکر و تردد کی ضرورت نہیں۔

☆ اُذْكُرُوْنِیْ فِی الْخَلَوٰتِ...... اَذْكُرْكُمْ فِی الْفَلَوٰتِ

تم مجھے خلوت کدوں میں یاد کرو...... میں تمہیں وسیع بیابان میں یاد کروں گا۔

گوشہ تنہائی میں ذکر الٰہی کو اپنا مونس و غمخوار بناؤ، خلوت کدوں کو اللہ کے ذکر سے منور کر دو۔ تنہائی کے لمحات میں ذکر الٰہی کے نے کا مزہ لو۔ دنیا کی رونقوں سے دور جب الگ تھلگ بیٹھو تو ذات کبریا کو اپنا جلیس و ہمنشیں بناؤ۔ پھر وہ جواباً

بیابانوں میں تمہارا ذکر کرے گا۔ صحراؤں کی وسعتوں میں جہاں ہو کا عالم ہوگا۔ وہاں تمہاری یاد کے چرچے ہوں گے اگر تم کسی وقت کسی جنگل میں بھٹک جاؤ تو اللہ کی یاد تمہیں بھٹکنے نہیں دے گی۔ وہ تمہارا مونس و غمخوار ہوگا۔

خلوتوں میں یاد الٰہی کی قندیل فروزاں کرنے والا اگر کسی جنگل میں کسی مصیبت میں پھنس جائے تو اللہ کی یاد کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت سے رہائی کے اسباب پیدا فرمائے گا۔

ایک عجمی نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کے ارادہ سے مدینہ منورہ آیا اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی جنگل میں سو رہے ہیں۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد دیکھا کہ وہ خاک پر کوڑا زیر سر رکھے سو رہے ہیں۔ اس (کفرت و نفرت سے بھرے ہوئے) جوان نے آپ کو اس عالم میں قتل کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور تلوار میان سے باہر نکالی، اچانک دو شیر نمودار ہوئے اور اس کی جانب لپکے اس کی چیخیں نکل گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے۔ اس عربی جوان نے سارا واقعہ عرض کیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیز جس کا نام زایدہ تھا۔ ایک دن لکڑیاں چننے کی غرض سے جنگل روانہ ہوئی اور لکڑیاں اکٹھی کرنا شروع کر دیں۔ اس نے اچانک ایک سوار کو آسمان سے زمین پر اترتے دیکھا اور اس نے کہا:

اے زایدہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خازن جنت رضوان کا سلام عرض کرنا اور کہنا:

آپ کی امت کے تین گروہ ہوں گے۔

ایک گروہ بلا حساب جنت میں جائے گا۔

دوسرے گروہ کا حساب آسان کر دیا جائے گا۔

تیسرا گروہ آپ کی شفاعت سے بخش دیا جائے گا۔

یہ کہہ کر پھر وہ آسمان کی طرف بلند ہوا اور دیکھا کہ زایدہ لکڑیاں اٹھانے سے قاصر ہے اس سوار (جنت کے منتظم فرشتے رضوان) نے کہا:

زایدہ! لکڑیوں کا گٹھا اس پتھر پر رکھ دے۔

پھر پتھر سے کہا:

یہ گٹھا زایدہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دے۔ پتھر خود بخود لکڑیاں لیے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تک آ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ہوئی تو صحابہ کرام کی معیت میں اٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے تک پتھر کے آنے کے نشانات دیکھے۔

(تعلیمات نبویہ: ۴/۴۸۹)

☆ اُذْکُرُوْنِیْ فِی الرَّخَاءِ...... اَذْکُرْکُمْ فِی الْبَلَاءِ

تم مجھے خوشحالی میں یاد کرو جب تم پر مصیبت آئے گی اس وقت میں تمہیں یاد کروں گا۔

دعوتِ عمل

خوشحالی اور فارغ البالی کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم پر موقوف ہے ورنہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مال و دولت اور اقتدار کی فراوانی انسان کو فرعون بنا دیتی ہے۔ اسے نہ خدا یاد رہتا ہے اور نہ خدا کا رسول۔ وہ حقوق اللہ کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اور حقوق العباد کو بھی پامال کرتا ہے۔ لیکن جو فرد و بشر خوشحالی کے وقت اپنے پروردگار کو یاد رکھے۔ جب مال و دولت کی فراوانی ہو اس کا سر نیاز اللہ کے دربار میں اور جھک جائے تو وہ عظیم انسان ہے۔

جو آدمی خوشحالی میں اللہ رب العزت کو یاد رکھے۔اس کی جبین نیاز اسی ذات کبریا کی بارگاہ میں جھکے تو جب اس پر تنگدستی کا وقت آئے یا مصیبت و پریشانی کا وقت آئے تو اللہ رب العزت اپنے وعدہ کے مطابق اسے ان لمحات میں ضرور یاد فرماتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے بے حساب مال و دولت عطا فرمایا تھا۔اور وہ بھی راہ خدا میں بے دریغ لٹاتے تھے۔کوئی بھی سائل ان کے دربار سے محروم نہ جاتا تھا۔ ان کی ان خصوصیات کے پیش نظر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جو کرم کیا اس کا مشاہدہ کیجئے۔

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اول رات سے لے کر طلوع فجر تک کہتے رہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ رَضِیْتُ عَنْ عُثْمَانَ عَنْہُ فَارْضَ

جب ان پر پریشانی کا وقت آیا بلوائیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا آپ کا پانی بند کر دیا اور آپ کو شہید کرنے کے درپے ہوئے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق انہیں یاد کیا۔اس خدائی یاد کا انوکھا انداز ملاحظہ ہو:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب دشمنوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کر دیا تو میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا۔

آپ نے فرمایا: بھائی! بہت اچھا کیا آ گئے ہو۔

میں نے اس کھڑکی میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔آپ نے فرمایا:

عثمان! تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے؟
میں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ (ﷺ)
اس پر آپ نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس سے میں نے پانی پیا اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے۔
اس کے بعد آپ نے فرمایا:
اگر تم چاہو تو ان کے مقابلہ میں مدد کی جائے۔ اور اگر تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس آکر افطار کرو۔
میں نے عرض کی:
یا رسول اللہ (ﷺ) میں آپ کی خدمت میں حاضری چاہتا ہوں۔ اسی دن آپ کو تلاوت قرآن کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی خوشحالی کے دور میں اپنے پروردگار کو یاد کیا تو اللہ رب العزت نے اپنے وعدہ کے مطابق مصیبت میں انہیں یاد کیا اور خدائی یاد مصطفیٰ کریم ﷺ کی حالت بیداری میں دیدار کا روپ دھار گئی اور شہادت کی موت مقدر کر گئی۔

(تعلیمات نبویہ: ۴/ ۴۷۶ تا ۴۹۵)

(۴) مومنین کی علامت

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۝

(پ:۹، الانفال:۲)

ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (انکے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت وجلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلام محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں۔ اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں۔ اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے۔

ذکر...... حدیث کی روشنی میں

(۱) خیر سے متصف عمل

خیر الاعمال میں ہر وہ عمل شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنے جن اعمال کے صدور سے انسان قرب الٰہی کی منزلیں طے کر سکے اور سعادت ابدیہ کا تاج اس کے سر کی زینت بنے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے عمل کی خبر نہ دوں جو خیر اعمال کے وصف سے متصف ہو...... اور تمہارے خالق و مالک کے ہاں تمہارے لیے رضا کا ذریعہ ہو...... اور تمہارے درجات کی بلندی میں ارفع ہو...... اور تمہارے لیے سونا چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہو...... اور تمہارے لیے بہتر ہو، تمہارے اس عمل سے کہ تم اپنے دشمن اسلام سے جہاد کرو...... پس تم ان کی گردنیں قطع کرو۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہاں ضرور خبر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔

(سنن ترمذی: ۵/۴۵۹، الرقم: ۳۳۷۷، سنن ابن ماجہ: ۲/۱۲۴۵، الرقم: ۳۷۹۰، مسند احمد بن حنبل: ۵/۲۳۹، الرقم: ۲۲۱۳۲)

راہ خدا میں اپنا مال و دولت خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے اسی طرح دشمن اسلام سے اس بے جگری سے جہاد کرنا کہ نوبت جانیں قربان کرنے تک آ جائے کوئی کم شرف نہیں لیکن اس مخبر صادق ﷺ کی نگاہ میں وہ آدمی ان سے بھی افضل ہے جو ذکر الٰہی سے اپنی روح کو ہر وقت معطر رکھتا ہے اور کسی بھی لمحہ اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔

وہ سخی جو اپنا مال و دولت اللہ کی رضا کے لئے اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اپنی حلال کمائی کو اللہ کی مخلوق پر نچھاور کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کا کوئی لمحہ یاد خدا کے بغیر نہیں گزرتا یقیناً وہ آدمی اللہ کے ہاں بڑا مقبول ہے۔

اور اسی طرح وہ مجاہد اسلام جو اسلام کی سربلندی اور عظمت کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہے، اپنے نرم و نازک جسم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن کی توپوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا دل ذکر الٰہی کے انوار سے چمک رہا ہوتا ہے۔ وہ یقینی طور پر اللہ کے ہاں بڑا مقبول ہے۔

اس حدیث پاک میں ایمان والوں کو ذکر الٰہی کی عظمت و بزرگی سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اور انہیں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے۔ کہ اگر حالت جہاد بھی ہو تو ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو جاؤ۔ بلکہ حقیقت میں ذکر الٰہی کا صحیح لطف و لذت تو تلواروں کی چھاؤں میں آتا ہے۔

(تعلیمات نبویہ: ۴/ ۴۳۸)

(۲) بندے کے گمان کے مطابق اللہ کا ساتھ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر (ذکر خفی) کرے تو میں بھی (اپنے شایان شان) خفیہ اس کا ذکر کرتا ہوں، اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر (ذکر جلی) کرے تو میں اس کی جماعت سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک آئے تو میں ایک بازو کے برابر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں۔ اگر وہ ایک بازو کے برابر میرے نزدیک آئے تو میں دو بازوؤں کے برابر اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔"

(صحیح بخاری: ۶/ ۲۶۹۴، الرقم: ۶۹۷۰، صحیح مسلم: ۴/ ۲۰۶۱، الرقم: ۲۶۷۵، سنن ترمذی: ۵/ ۵۸۱، الرقم: ۳۶۰۳)

(۴) جنت میں رفیق اعلیٰ کا مقام

"حضرت ام انس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں رفیق اعلیٰ کے مقام پر فائز فرمائے اور میں آپ کے ساتھ ہوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی نیک عمل بتائیں جو میں کروں (تاکہ جنت میں آپکے ہمراہ رہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز قائم کرو کہ یہ بہترین جہاد ہے، اور گناہوں سے ہجرت کر جاؤ۔ کہ یہ سب سے بہترین ہجرت ہے۔ اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں آپ جتنے بھی صالح عمل بھیجتی ہیں ان میں سے ذکر اسے سب سے زیادہ پسند ہے۔"

(الترغیب والترہیب: ۲/ ۲۵۷، الرقم: ۲۳۱۱)

(۴) اللہ کا پسندیدہ عمل کون سا ہے؟

عَنْ مُعَاذَ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّ آخِرَ کَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَیْہِ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَنْ قُلْتُ: اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ؟

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے جدا ہوتے ہوئے جو آخری بات کی وہ یہ تھی: میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے؟''

قَالَ: اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللّٰہِ

آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ جب تو فوت ہو تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

(ہدایۃ الامۃ:۱/۱۱۱، بحوالہ صحیح ابن حبان:۳/۹۹، الرقم:۸۱۸، المعجم الکبیر:۲۰/۱۰۶، الرقم:۲۰۸)

(۵) حضرت ام انس رضی اللہ عنہا کو کریم آقا علیہ السلام کی نصیحت

حضرت ام انس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اُهْجُرِی الْمَعَاصِیَ فَاِنَّهَا اَفْضَلُ الْهِجْرَةِ وَحَافِظِیْ عَلَی الْفَرَائِضِ فَاِنَّهَا اَفْضَلُ الْجِهَادِ وَاَكْثِرِیْ ذِكْرَ اللّٰہِ فَاِنَّكِ لَا تَاْتِیْنَ اللّٰہَ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِہٖ۔

''گناہوں کو چھوڑ دے یہ سب سے افضل ہجرت ہے اور فرائض کی پابندی کر یہ سب سے افضل جہاد ہے زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کثرت ذکر سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز پیش

نہیں کر سکتیں۔"

(ہدایۃ الامۃ :۱/۱۱۲،۱۱۳، بحوالہ، المعجم الأوسط :۷/۵۱، الرقم :۶۸۲۲، المعجم الکبیر :۲۵/۱۲۹، الرقم :۳۱۳، مسند الفردوس :۳/۳۴، الرقم :۴۰۷۶)

ذکر کی برکات

ذکر کرنے سے گھر آباد ہوتے ہیں......جس گھر میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اس گھر میں نور نظر آتا ہے...... برکت نظر آتی ہے......اس گھر والوں میں باہمی الفت و محبت ہوتی ہے......ان کے دن بارونق اور راتیں پرسکون ہوتی ہیں۔

(۱) بامراد لوگ

ارشاد خداوندی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی○ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی○

(پ:۳۰، الاعلیٰ: ۱۵-۱۴)

بیشک وہی بامراد ہوا جو (نفس اور گناہوں کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیا۔ اور وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور (کثرت و پابندی سے) نماز پڑھتا رہا۔

درسِ عمل

ہر بندہ کامیابی چاہتا ہے

ہر بندہ عزت و تکریم چاہتا ہے

ہر بندہ اعلیٰ و ارفع مقام چاہتا ہے

ہر بندہ نفس کی پاکیزگی چاہتا ہے

ہر بندہ رب کی رضا چاہتا ہے

تو اگر کوئی کامیابی......عزت و تکریم...... اعلیٰ و ارفع مقام......نفس کی

پاکیزگی اور رب کی رضا کا طلب گار ہے تو اسے چاہئے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرتا رہے۔

(۲) عاشق رسول...... ذکر الٰہی میں مسرور

مکہ مکرمہ کے متمول گھرانے میں آنکھ کھولنے والا عبداللہ اپنی زندگی کی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے۔ باپ داغ مفارقت دے گیا۔ چچا نے باپ سے بڑھ کر دیکھ بھال کی۔ آفتاب نبوت ﷺ جب بطحا کی سرزمین سے طلوع ہوا تو اس کی فیض بھری کرنیں اس عبداللہ کے دل پر پڑیں تو یہ دل رشک ماہتاب بن گیا۔ محمد عربی ﷺ کی حیات بخش تعلیمات نے اس کے دل سے کفر وشرک کی آلودگیاں ختم کردیں اور اسے اللہ کی وحدانیت کے انوار سے مزین کر دیا لیکن اس عبداللہ نے اپنے چچا کے خوف سے اپنی باطنی کیفیت کا اظہار نہ کیا۔

وقت نے کروٹ لی اور سید المرسلین ﷺ اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ سے کوچ کر گئے اور مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا ادھر یہی عبداللہ مکہ میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگا۔ اب اسے مکہ کے در و دیوار سے وحشت محسوس ہونے لگی۔ وہ ذات اقدس ﷺ جن کی برکت سے مکہ مکرمہ میں بہاریں تھیں ان کے جانے سے جملہ بہاریں بھی ساتھ ہی روانہ ہوگئیں۔ رفتہ رفتہ عبداللہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔

ایک دن اپنے چچا کے پاس آیا اور کہنے لگا:

اے میرے چچا! میں عرصہ دراز سے اس امید پر تھا کہ تم ایک دن اس کفر کی دلدل سے نکل کر اسلام کے گلستان میں آجاؤ گے، شرک کا طوق گلے سے اتار کر ایمان کا گل زیبا زینت دست کرو گے۔ لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سعادت تیرے مقدر میں نہیں ہے لیکن میں اس کفر و ضلالت کی تاریکی میں زیادہ دیر نہیں رہ

سکتا، میں آفتاب نبوت حضرت محمد ﷺ کے قدموں میں پہنچ کر فیروز بختی کی خیرات لینا چاہتا ہوں، یہ میرا عزم مصمم ہے اب میں راہ حق سے پھرنے والا نہیں ہوں۔

چچا کی نگاہوں میں خون اتر آیا اور اس نے غضب ناک لہجے میں کہا میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے۔ واپس کر دو حتیٰ کہ تن کے کپڑے بھی اتار دو، اس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عاشق صادق نے ایک لمحہ سے پہلے اپنے کپڑے اتار کر دیئے صرف ایک لنگوٹ رہ گیا۔

اسی عالم برہنگی میں عبداللہ اپنی ماں سے اوٹ میں ہو کر ملا، ماں یہ منظر دیکھ کر بے تاب ہو گئی اور ایک چادر اپنے بیٹے کی طرف پھینکی، بیٹے نے اس چادر کے دو حصے کیے، ایک بطور تہبند استعمال کی اور دوسری اپنے کندھوں پر ڈال لی۔

یہ مسافر راہ حق عالم وارفتگی میں عازم مدینہ منورہ ہوا۔ دنیا نے یہ منظر بھی دیکھا کہ ناز و نعم میں پلا ہوا اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والا جوان برہنہ پا دو چادروں میں ملبوس رحمۃ للعلمین کی بارگاہ میں حاضر ہے۔

اس قاسم انعامات الٰہیہ ﷺ نے اس عبداللہ کو کلمہ پڑھا کر اپنے قرب میں رکھ کر ازلی سعادت مندوں کی فہرست میں شامل فرما لیا۔ اب اس کے روز و شب اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں گزرنے لگے۔ ذکر الٰہی اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا اور اس کے انگ انگ سے اللہ کی یاد کے سوتے پھوٹتے تھے۔ کبھی قرآن پاک کی تلاوت کرتا اور کبھی تسبیح و تقدیس کا لطف اٹھاتا گویا اللہ کی حمد و ثناء اس کی غذا بن گئی اسے قرار آتا تو خدا کی یاد میں اور چین نصیب ہوتا تو اسی کے ذکر میں، وہ ذکر بھی کرتا اور ذکر کا سبق دینے والے مربی ﷺ کا دیدار بھی کرتا، وہ خدا کو یاد بھی کرتا اور خدا کے محبوب ﷺ کے جمال کے مشاہدہ سے شادکام بھی ہوتا۔

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ ۹ ہجری میں مقام تبوک کی طرف روانہ

ہوئے۔ یہی عبداللہ آپ کے ہمرکاب تھا۔ عشق الٰہی کی آگ میں جلا ہوا وجود حضور سید العلمین ﷺ سے عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! (ﷺ) جہاد کی غرض سے ہم مدینہ منورہ سے نکلے ہیں میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے سرفراز فرمائے۔

حضور ﷺ نے ایک درخت کی چھال منگوا کر اس عبداللہ کے بازو پر باندھ دی اور فرمایا:

میں عبداللہ کا خون کافروں پر حرام کرتا ہوں۔

عبداللہ اتنا سن کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا اور عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! میں تو شہادت کا طلبگار ہوں میری دلی تمنا تو یہ ہے کہ میرے جسم کا خون راہ حق میں بہہ جائے اور آپ میرا خون کافروں پر حرام کر رہے ہیں۔

اس پر رحمۃ للعلمین ﷺ نے ایک نظر شفقت اس عبداللہ پر ڈالی اور محبت بھرے انداز سے فرمایا:

جب تم جہاد کی نیت سے نکل آئے اگر تمہیں معرکہ سے پہلے بخار آجائے اور تم راہی ملک بقا ہو جاؤ تو پھر بھی تم شہید ہو۔

لشکر اسلام جب تبوک پہنچا اسی ذکر الٰہی سے سرشار عبداللہ کو بخار آیا اور اسی حالت بخار میں وہ واصل باللہ ہو گئے۔ رات کے وقت آپ کو دفن کرنے کا مرحلہ آیا، کائنات نے عجب منظر دیکھا۔

مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں میں مشعل لیے ہوئے اس کی قبر پر روشنی کر رہے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما اس کی قبر کھود رہے ہیں۔ کبھی کبھی چشم فلک یہ نظارہ بھی دیکھتی کہ نبیوں کے امام مقصود کائنات حضرت محمد ﷺ اپنے ہاتھوں میں کدال لے کر اس کی قبر کھودنے

میں خود شریک ہو جاتے۔

جب قبر میں رکھنے کا مرحلہ آیا تو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما نے آپ کے جسد خاکی کو اٹھایا، ادھر جسم اٹھا ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ابوبکر و عمر! اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔

پھر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اے میرے اللہ! میں آج شام تک اس سے راضی تھا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ (تعلیمات نبویہ: ۴/۴۵۶ تا ۴۵۹)

فائدہ

اے قدسیو! تمہارا مرتبہ بہت بلند ہے لیکن اس عبداللہ کو دیکھ کر یقیناً تمہیں رشک آیا ہوگا۔ اے ملائکہ! ہمیں تسلیم ہے کہ تم نور سے پیدا ہو لیکن ابوالبشر علیہ السلام کے اس فرزند عبداللہ کے جسم کو خاک سے بنایا گیا وہ بلاشبہ تمہارے نور سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اے فرشتو! وہ فرزند آدم جس کی قبر پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ چراغ روشن کریں، رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں اس کی قبر کھودیں اور اپنے ہاتھوں سے اسے قبر میں اتاریں اور اس سے راضی ہونے کی تصدیق اپنی زبان حق ترجمان سے فرما دیں، بھلا تم اس کی پرواز تک کہاں پہنچ سکتے ہو۔

اے اللہ! تیرے اس عاشق صادق کے عشق و مستی کا صدقہ ہمیں اپنی محبت کا ایک چھینٹا نصیب فرما۔

اے پروردگار! تیرے اس ذاکر کے ذکر و فکر اور تسبیح و مناجات کا صدقہ ہمیں بھی اپنی یاد کا ذوق و شوق نصیب فرما۔ ہمیں حیات ناپائیدار کے چند بقیہ لمحے اپنی یاد میں بسر کرنے کی سعادت ارزانی فرما۔ آمین

(۳) ذکر الٰہی سے ...... شیطان بھاگ جاتا ہے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ الشَّیْطٰنَ وَاضِعٌ خُطْمَهُ عَلٰی قَلْبِ بْنِ آدَمَ فَاِنْ ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَاِنْ نَسِیَ الْتَقَمَ قَلْبَهُ فَذٰلِكَ الْوَسْوَاسُ الْخَنَّاسُ .

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان نے ابن آدم کے دل پر اپنی رسیاں ڈالی ہوئی ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو وہ بھاگ جاتا ہے اور اگر وہ بھول جائے۔ تو وہ اس کے دل میں داخل ہو جاتا ہے اور یہی وسوسہ ڈالنے والا خناس ہے۔''

(مسند ابو یعلیٰ: ۲۷۸/۷، الرقم: ۴۳۰۱، شعب الایمان: ۴۰۲/۱، الرقم: ۵۴۰)

(۴) کثرت ذکر سے ...... محبت الٰہی کا حصول

کامیاب انسان وہی ہے جو اللہ کی محبت کو جیت لیتا ہے واقعی وہ فرزند آدم سعادتوں کا امین ہے۔ جس سے اس کا پروردگار محبت کرے۔ یہ سعادت فارغ بیٹھے ہی نہیں مل جاتی اس کے حصول کے لیے محنت چاہیے وہ جذبہ درکار ہے جو اللہ کی رضا کے حصول کے بغیر چین سے نہ بیٹھے۔

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ اَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ اَحَبَّهُ اللّٰهُ .

جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔
کثرت سے ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔

(کنز العمال: ۳۲۵/۱)

(۵) جنت کی بہار...... ذکر الٰہی سے ہے

اہل ایمان کا آخری مقام جنت ہے لیکن اس جنت کی بہار اور شادابی ذکر الٰہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی دیکھئے کہ ادھر ہم اس کی حمد و ثناء میں زبان کھولتے ہیں ادھر ہمارے لیے جنت میں شجر کاری شروع ہو جاتی ہے۔
یہ وسیع و عریض جنت بے آباد تو اچھی نہیں لگے گی اس لیے آج ہی ہمیں اس کی آباد کاری کی فکر کرنی چاہئے۔ اس کی آباد کاری معبود حقیقی کی یاد سے وابستہ ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ کہا اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔

(الترغیب والترہیب: ۲/۴۰۳، الرقم: ۲۲۸۳، سنن ترمذی: ۳/۴۲۹، الرقم: ۳۴۶۴، مستدرک حاکم: ۲/۷۰۵، الرقم: ۱۸۴۷)

(۶) مجاہد و روزہ دار سے زیادہ ثواب

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سے مجاہد کا ثواب زیادہ ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اس نے دوبارہ عرض کیا: روزہ داروں میں سے کس کا ثواب زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا

ذکر زیادہ کرتا ہے۔ پھر اس نے ہمارے لیے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقے کا ذکر کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہر بار فرماتے رہے: جوان میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو حفص! اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے تمام نیکیاں لے گئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بالکل (درست ہے)''

(مسند احمد بن حنبل: ۳/ ۴۳۸، الرقم: ۱۵۶۵۲، الترغیب والترہیب: ۲/ ۲۵۷، الرقم: ۲۳۰۹)

درسِ ہدایت

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا بڑا رتبہ ہے۔

روزہ رکھنے والے کا بڑا رتبہ ہے۔

نماز پڑھنے والے کا بڑا رتبہ ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کا بڑا رتبہ ہے۔

حج کرنے والے کا بڑا رتبہ ہے۔

صدقہ و خیرات کرنے والے کا بھی بڑا رتبہ ہے۔

مگر ان سب میں سے نیکیوں پر سبقت لے جانے والا کون ہے؟

ان میں سے نیکیوں پر سبقت لے جانے والا...... اور زیادہ ثواب کمانے والا وہ ہے۔

جو مجاہد بھی ہو — اور ذکر اللہ بھی کرے

جو نمازی بھی ہو — اور ذکر اللہ بھی کرے

جو روزہ دار بھی ہو — اور ذکر اللہ بھی کرے

جو زکوٰۃ بھی ادا کرے	اور ذکر اللہ بھی کرے
جو حج بھی کرے	اور ذکر اللہ بھی کرے
جو صدقہ وخیرات بھی کرے	اور ذکر اللہ بھی کرے

تو معلوم ہوا کہ کوئی

مجاہد ہو	یا	حاجی
نمازی ہو	یا	روزہ دار
زکوٰۃ ادا کرے	یا	صدقہ وخیرات

ان میں سے نیکیاں کمانے والا اور زیادہ سے زیادہ ثواب کمانے والا وہ ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والا ہے۔

(۷) میدان جنگ میں ذکر الٰہی

حضرت سیدنا محمد سمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایام ریاضت میں میری کیفیت یہ تھی کہ جو بھی عمل کرتا اسے مستقل کرتا۔ ایک مرتبہ میں مجاہدین کے لشکر کے ساتھ جہاد پر گیا۔ دشمنوں کے بہت بڑے رومی لشکر نے مسلمانوں پر زبردست حملہ کیا۔ اور غالب آنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ رومی لشکر کی کثرت دیکھ کر مسلمان مجاہدین پر خوف کی سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ میں بھی خوف محسوس کر رہا تھا، میرا نفس مجھے اپنے وطن کی یاد دلا رہا تھا۔ جب نفس نے بہت زیادہ بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ تو میں نے اسے ڈانٹا اور شرم دلاتے ہوئے کہا:

اے نفس کذاب! تو تو دعویٰ کرتا تھا کہ تو بہت عبادت گزار اور مجاہدات کا شوقین ہے۔ اب جب وطن سے دور آگیا ہے تو بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ حالانکہ یہی تو موقع ہے کہ تو اپنے شوق کا مظاہرہ کرے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تجھے شرم آنی چاہئے۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ سامنے نہر میں اتر جاؤں اور غسل کروں۔ چنانچہ، میں نے غسل کیا اور باہر آ گیا۔ اب میری کیفیت ہی کچھ اور تھی۔ جذبہ شوق میرے روئیں روئیں سے عیاں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے اندر اتنا جذبہ کہاں سے آ گیا۔ میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اور میدان جنگ میں گھس کر بڑی شدت سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ کیا۔ میں خود نہیں جانتا تھا کہ کس طرح لڑ رہا ہوں میں دشمنوں کی صفوں کو چیرتا ہوا ان کے پیچھے چلا گیا اور نہر کے قریب پہنچ کر "اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کی صدائیں بلند کیں۔ دشمنوں نے تکبیر کی آواز سنی تو ان کے ہوش اڑ گئے، وہ سمجھے کہ شاید مسلمانوں کی کمک (یعنی مدد) کے لئے مجاہدین کی فوج پہنچ چکی ہے۔ پھر رومی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ دم دبا کر بھاگ گئے۔ مسلمان مجاہدین نے ان پر بھرپور حملہ کیا۔ نعرۂ تکبیر کی برکت سے اس جنگ میں رومیوں کے چار ہزار سپاہی مارے گئے اور اللہ رب العزت نے میرے اس نعرہ کو مسلمانوں کی فتح ونصرت کا سبب بنا دیا۔

(عیون الحکایات: ۲/۶۳)

ذکر کے فوائد

انسان کی یہ فطرت ہے کہ کوئی کام اس کا فائدہ جانے بغیر نہیں کرتا۔ جبکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل ہمیں صرف اطاعت وفرمانبرداری کے جذبہ سے کرنا چاہئے اور اگر محبت کا جذبہ پیدا ہو جائے تب تو نہایت ہی اعلیٰ مقام ہے تاہم ہر حکم شرع میں کوئی نہ کوئی فائدہ موجود ہے تو اس کے جان لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ذکر الٰہی ایک ایسا عمل ہے جس کے بے شمار فوائد ہیں۔

(۱) عاجزی کا حصول

ذکر کرنے والے کے دل میں عاجزی وانکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ دل میں

خوف خدا پیدا ہو جاتا ہے۔

اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (پ:۱۷،الحج:۳۵)

(یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ ○ (پ:۸،الاعراف:۲۰۵-۲۰۶)

"اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی و زاری سے اور خوف و خستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی، صبح و شام (ذکر حق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ بے شک جو (ملائکہ مقربین) تمہارے رب کے حضور میں ہیں وہ (کبھی بھی) اس کی عبادت سے سرکشی نہیں کرتے اور (ہمہ وقت) اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہتے ہیں۔"

(۲) فلاح کا حصول

ذکر الٰہی کامیابی اور فلاح کا ضامن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (پ:۲۸،الجمعۃ:۱۰)

اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

دعوتِ عمل

مال و دولت کا مل جانا	اصل کامیابی نہیں ہے
اولاد کا مل جانا	اصل کامیابی نہیں ہے
عزت و شہرت مل جانا	اصل کامیابی نہیں ہے
بینک بیلنس کا مل جانا	اصل کامیابی نہیں ہے
کار کوٹھی کا مل جانا	اصل کامیابی نہیں ہے
عیش و آرام کا مل جانا	اصل کامیابی نہیں ہے

بلکہ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ

رب کی رضا مل جائے	رب کی عطا مل جائے
نبی کی شفاعت مل جائے	نبی کی ادا مل جائے

تو جو کوئی اصل کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اللہ کو یاد کرے اللہ کا ذکر کرے تا کہ فلاح حاصل ہو جائے۔

(۳) سکون قلب کا حصول

اللہ کا ذکر کرنے سے دنیاوی پریشانیوں اور تفکرات سے نجات ملتی ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ (پ:۱۳، الرعد:۲۸)

جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

دعوتِ عمل

دنیا میں ہر طرف پریشانیوں اور مصیبتوں کے آثار دکھائی دیتے ہیں...... ہر دوسرا شخص ذہنی ٹینشن کا شکار ہے...... کوئی اولاد کی وجہ سے پریشان ہے...... کوئی مال کی وجہ سے پریشان ہے...... کوئی بھائی کی وجہ سے پریشان ہے...... کوئی رشتہ

داروں کی وجہ سے پریشان ہے..... کوئی بھوک و افلاس سے دوچار ہے..... کوئی گھریلو ناچاقیوں میں گرفتار ہے..... کوئی کاروبار کی وجہ سے پریشان ہے غرض ہر شخص ذہنی دباؤ میں زندگی گزار رہا ہے۔

ان پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کچھ نادان لوگ موسیقی میں مگن ہو جاتے ہیں..... کوئی سینما گھروں کا رخ کر لیتے ہیں..... کوئی شراب نوشی کرنے لگ جاتے ہیں..... کوئی کلبوں میں راتیں گزارنا شروع کر دیتے ہیں..... کوئی نشہ آور ادویات کا عادی ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیے.....!

موسیقی میں	دلوں کا سکون نہیں
سینما گھروں میں	دلوں کا سکون نہیں
کلبوں میں	دلوں کا سکون نہیں
شراب میں	دلوں کا سکون نہیں
نشہ آور ادویات میں	دلوں کا سکون نہیں

دلوں کا سکون ہے تو اللہ کی یاد میں۔

نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

غفلت سے دل پہ پردے پڑتے ہیں تو دل برباد ہوتا ہے
آخرت بھی برباد ہوتی ہے دل برباد کرنے سے

(۴) دلوں کی صفائی ہوتی ہے

دنیاوی عیش و آرام کی عادت..... ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی ہوس..... دل میں بغض و کینہ..... اور حسد جیسی بیماریوں سے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں۔

دنیاوی مال و دولت کے لالچ میں انسان طرح طرح کے گناہ کرتا رہتا ہے جس سے دل سیاہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ کا ذکر کرنے سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔ ذکر کرنے کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا گیا جس طرح باقی عبادات و معاملات کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ بلکہ

کھڑے ہوں تو ذکر خدا کریں
بیٹھے ہوں تو ذکر خدا کریں
لیٹے ہوں تو ذکر خدا کریں
سفر میں ہوں تو ذکر خدا کریں
گھر میں ہوں تو ذکر خدا کریں

ذکر خدا کرنے سے اللہ کی یاد دل میں رہتی ہے جس سے انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۵) ذکر اللہ شفا ہے

''حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ کا ذکر شفا ہے اور لوگوں کا ذکر بیماری۔''

(شعب الایمان: ۱/۴۵۹، الرقم: ۷۱۷)

ذاکرین کا مقام و مرتبہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ

فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝

(پ:۱۸، النور:۳۷-۳۸)

(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردان خدا ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کے ذکر سے غافل کرتی ہے۔ اور نہ نماز قائم کرنے سے، اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے، بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی وہ ہمہ وقت اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان (نیک اعمال) کا بہتر بدلہ دے جو انہوں نے کئے ہیں اور اپنے فضل سے انہیں اور بھی زیادہ عطا فرما دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا سے نواز تا ہے۔

(۱) مفردون سبقت لے گئے

آج ہم اس آدمی کو جو معاملہ فہم ہو، دنیاوی معاملات کی اونچ نیچ سے واقف ہو، کہتے ہیں کہ وہ سب سے آگے ہے۔

جو کاروبار میں ترقی کرتا جائے، اس کے پاس پیسے کی ریل پیل ہو، اسے کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے سبقت لے گیا ہے۔

جو شخص معاملات حکومت میں دخیل ہو اور بالآخر وہ اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو گیا ہو، اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سب سے بڑھ گیا ہے۔

جو شخص علم کی دنیا سے واقف ہو اسے کہا جاتا ہے کہ وہ علوم کے میدان میں آگے بڑھ گیا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسِيْرُ فِیْ طَرِيْقِ

مَکَّةَ فَمَرَّ عَلٰی جَبَلٍ یُقَالُ لَهٗ: جُمْدَانُ، فَقَالَ: سِیْرُوْا، هٰذَا جُمْدَانُ، سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ۔ قَالُوْا: وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَلذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہاڑ سے گزر ہوا جس کو جمدان کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلتے رہو یہ جمدان ہے، مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔

(صحیح مسلم: ۴/۲۰۶۲، الرقم: ۲۶۷۶، شعب الایمان: ۱/۳۸۹، الرقم: ۵۰۴)

(۲) ذکر کرنے والوں کے گھر ستاروں کی طرح روشن

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّ اَهْلَ السَّمَآءِ لَیَرَوْنَ بُیُوْتَ اَهْلِ الذِّکْرِ تَضِیْءُ لَهُمْ کَمَا تُضِیْءُ الْکَوَاکِبُ لِاَهْلِ الْاَرْضِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمان والے ذکر کرنے والوں کے گھروں کو ایسے روشن دیکھتے ہیں جیسے زمین والے آسمان پر ستاروں کو روشن دیکھتے ہیں۔

(ہدایۃ الامۃ: ۱/۱۲۹، بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۷/۱۷۰، الرقم: ۳۰۵۵۵، در منثور: ۱/۳۶۷)

(۳) ذاکرین کو دوزخ سے نکال دو

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا

اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(روز قیامت) اللہ عزوجل فرمائے گا: دوزخ میں سے ہر ایسے شخص کو نکال دو جس نے ایک دن بھی مجھے یاد کیا یا کسی مقام پر (بھی) مجھ سے ڈرا۔

(سنن ترمذی: ۴/۷۱۲، الرقم: ۲۵۹۴، مستدرک حاکم: ۱/۱۴۱، الرقم: ۲۳۴، ۵/۲۴۴، الرقم: ۸۰۸۴)

(۴) ذکر الٰہی کرنے والا...... عرش کے سائے تلے ہوگا

روز قیامت وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے سب کو حیات نو عطا فرمائے گا۔ اس دن سب انسان اسی علیم وحکیم اللہ کے حضور حاضر ہوں گے اور وہ علیم وخبیر ہر آدمی سے اس کے اعمال کے بارے میں باز پرس فرمائے گا۔

اس دن جلال خداوندی جوبن پر ہوگا سورج آگ برسا رہا ہوگا۔ زمین دہکتے ہوئے تنور کا نقشہ پیش کر رہی ہوگی ،نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، یار ومددگار اور عزیز واقارب سب ایک دوسرے سے نا آشنا بنے ہوں گے اور ایک دوسرے سے بھاگ رہے ہوں گے۔ ان ہولناک لمحات میں کچھ خوش نصیب ایسے بھی ہوں گے جن پر اللہ عزوجل کی رحمت سایہ فگن ہوگی، قیامت کی گرمی اور تپش کا انہیں احساس تک نہیں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سات خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دے گا اس دن جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا......

رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ ۔

(ان سات آدمیوں میں سے ایک وہ ہے) جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں بہنے لگیں۔

(صحیح بخاری: ۱/۲۳۴، الرقم: ۶۲۹، صحیح مسلم: ۲/۷۱۵، الرقم: ۱۰۳۱، سنن ترمذی: ۴/۵۹۸، الرقم: ۲۳۹۱)

روز قیامت عرش الٰہی کا سایہ ملنا ازلی سعادت کا نشان ہے۔ ذکر الٰہی کرنے والا انسان اتنا خوش نصیب ہے کہ اسے عرش کا سایہ اس دن ملے گا جس دن اللہ عزوجل کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

(۵) ذاکرین......اللہ کے ہم نشین ہیں

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! کیا تو قریب ہے کہ میں تجھ سے سرگوشی کروں یا تو دور ہے کہ تجھے پکاروں (ندا دوں)۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔

(احمد بن حنبل: ۱/۵۷، الرقم: ۱۱۱، شعب الایمان: ۱/۴۵۱، الرقم: ۶۸۰، الجامع لاحکام القرآن: ۴/۳۱۱)

(۶) ذاکرین......اللہ کے محبوب ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام طور سینا پر تشریف لے گئے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: اے پروردگار! تجھے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: وہ جو ہر وقت میرا ذکر کرتا رہتا ہے اور مجھے نہیں بھولتا۔

(شعب الایمان: ۱/۴۵۱، الرقم: ۶۸۱، تفسیر ابن کثیر: ۳/۹۷)

ذاکرین کے لیے فرشتوں کی گواہی

(۱) بخشش کی خوشخبری

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ○ (پ:۲۲، یٰس:۱۱)

آپ اسی کو ڈر سناتے ہیں جو ذکر کی پیروی کرے اور بغیر دیکھے رحمٰن سے ڈرے تو اسے خوشخبری سنا دیجئے بخشش اور عزت والے ثواب کی۔

(۲) فرشتو! گواہ رہو میں نے انہیں بخش دیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ ایسے لوگوں کو پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو ندا دیتے ہیں کہ ادھر اپنی حاجت کی طرف دوڑ آؤ۔

ارشاد فرمایا: پھر وہ آسمان دنیا تک ان پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہو جاتے ہیں۔ پھر (جب وہ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں تو) ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہتر جانتا ہے، کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟

وہ عرض کرتے ہیں: وہ تیری پاکیزگی، بڑائی، تعریف اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اللہ رب العزت کی قسم! تجھے تو انہوں نے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت زیادہ عبادت کریں۔

تیری بہت زیادہ بزرگی بیان کریں اور تیری بہت زیادہ تسبیح کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے رب! اللہ کی قسم، انہوں نے اسے دیکھا تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہوگا؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس کی بہت زیادہ حرص، بہت زیادہ طلب اور بہت زیادہ رغبت رکھنے والے ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اللہ کی قسم اسے دیکھا تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر اسے دیکھ لیں تو ان کا اس سے بھاگنا اور ڈرنا بہت زیادہ بڑھ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

گواہ رہنا میں نے انہیں بخش دیا۔

ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: ان میں فلاں شخص ایسا بھی تھا جو (ذکر کے لیے نہیں بلکہ) اپنی حاجت کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ (یعنی میرے اولیاء اللہ) ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بد بخت و محروم نہیں ہوتا۔

(صحیح بخاری: ۵/۲۳۵۳، الرقم: ۶۰۴۵، شعب الایمان ۱/۳۹۹، الرقم: ۵۳۱)

(۳) اللہ کا فرشتوں سے فخر و مباہات کرنا

اللہ کی ایک عظیم مخلوق جسے فرشتے کہا جاتا ہے ان کی تخلیق نور سے ہے اور ان کے اندر معصیت کا مادہ ہی نہیں ہے۔

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ○ (پ:۲۸، التحریم:۶)

اللہ تعالیٰ جس چیز کا انہیں حکم دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

انسان جب ذکر الٰہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بناتا ہے تو یہی خاک کا پتلا اس نوری مخلوق سے مرتبہ میں بڑھ جاتا ہے۔ یہ مخلوق اپنے کمالات کے باوجود اس انسان کی گرد راہ کو نہیں پا سکتی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

چند صحابہ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اچانک اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف لے آئے اور بیٹھتے ہی ارشاد فرمایا:

تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟

ان پروردگان بارگاہ نبوی علیہ من الصلوٰۃ اطیبہا و من التسلیمات ازکھا نے عرض کی:

یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم یہاں بیٹھے اپنے معبود حقیقی اللہ جل شانہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس اللہ نے ہمارے دلوں میں جو شمع ایمان جلا کر احسان عظیم فرمایا اس پر اس ذات کبریا کا شکر ادا کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوبارہ سوال کیا:

کیا تم اللہ کی قسم کے ساتھ اس طرح بیٹھنے کا اقرار کر سکتے ہو؟

اس پر انہوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم وہی کچھ کر رہے تھے جس کا ذکر آپ سے کر دیا ہے۔

اس پر زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ مبارکہ کے ساتھ وا ہوئی:

اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُهْمَةً لَکُمْ لٰکِنَّهٗ اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ

اَلسَّلَامُ فَاَخْبَرَنِیْ اِنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰٓئِکَةَ ۔

سن لیجئے! میں نے تم سے قسم اس لیے نہیں لی کہ میں تم پر جھوٹا ہونے کی تہمت لگا رہا تھا بلکہ قسم اس لیے لی کہ ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر و مباہات فرما رہا ہے۔ (تعلیمات نبویہ:۴/۴۵۳-۴۵۴)

فائدہ

اے فرزند آدم! تیرے ان بختوں پر ہزار نعمتیں قربان کر دی جائیں تو فقط اس دنیا میں بیٹھ کر زبان کو حرکت دیتا ہے ادھر خالق ارض و سما فرشتوں کی مجلس سجا کر تیرا ذکر فخر و مباہات سے فرماتا ہے۔

(۴) اللہ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرما رہا ہے

حضرت حسن بن موسیٰ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمرو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات نماز ادا کی۔ جس نے بیٹھنا تھا وہ بیٹھ گیا اور جسے جانا تھا وہ چلا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی نماز عشاء کے لیے واپسی سے پہلے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس مبارک پھولا ہوا تھا اور اپنی انگلی کو اس طرح اٹھائے ہوئے تھے...... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا...... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی جماعت خوش ہو جاؤ، یہ تمہارا رب ہے جس نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا۔ اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرما رہا ہے اور فرما رہا ہے: اے میرے ملائکہ! میرے ان بندوں کو دیکھو جنہوں نے ایک فریضہ ادا کر لیا ہے اور وہ دوسرے فریضے کے انتظار میں ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل:۲/۲۰۸)

جنت کے باغات کی سیر

(۱) جنت کی دیواروں کے اوپر سے جنت میں داخلہ

قیامت کے دن لوگ حساب دینے میں مشغول ہونگے کچھ خوش نصیب لوگوں کو اللہ سبز رنگ کے پر عنایت فرمائے گا وہ اڑیں گے اور جنت کی دیواروں کے اوپر سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (مسند الفردوس:۱/ ۲۵۵)

جنت کے منتظمین فرشتے ان سے پوچھیں گے تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے ہم انسان ہیں۔ پھر وہ پوچھیں گے کیا تم حساب وکتاب سے فارغ ہو چکے ہو۔ وہ کہیں گے نہیں ہم سے تو کسی نے حساب لیا ہی نہیں۔ پھر وہ پوچھیں گے کیا تم نے پل صراط عبور کیا۔ وہ جواب دیں گے: نہیں۔ وہ فرشتے سوال کریں گے تم نے یہ مرتبہ کیسے پایا؟ وہ جواب دیں گے ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی ریاکاری سے بچتے ہوئے چھپ چھپ کر کرتے تھے۔ اللہ نے ہمیں بھی خفیہ طریقے سے جنت میں داخل فرما دیا۔ (تعلیمات نبویہ:۴/ ۴۹۷)

(۲) ذکر الٰہی کی محفلیں جنت کے باغات ہیں

جنت ایمان والے کا آخری مقام ہے جہاں پہنچ کر وہ ابد الآباد تک رہے گا وہاں ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ یہ دیدار اس دنیا میں سر کی آنکھوں سے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ آنکھیں فانی ہیں اور اللہ کی ذات باقی ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور کرم نوازیوں سے آنکھوں کو بقا کے وصف سے متصف فرما دے گا تو پھر اس معبود حقیقی کا دیدار بھی ممکن ہوگا۔

اگر اس دنیا میں رہتے ہوئے جنت کے مزے لینے ہوں اور جنت کی بہاروں سے شادکام ہونا ہو تو اس کے لئے ذکر الٰہی کی محفل ہی سب سے بہتر جگہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے لوگو! فرشتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے لشکر ہیں جو ذکر کی محفلوں میں آتے ہیں اور وہاں رک جاتے ہیں، لہٰذا تم جنت کے باغیچوں سے خوب کھاؤ۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جنت کے باغیچے کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ذکر کی محفلیں (جنت کے باغیچے ہیں)، لہٰذا تم صبح وشام اللہ کا ذکر کرو اور خود کو اس کی یاد دلاتے رہو۔ جو شخص اللہ عزوجل کے ہاں اپنا مقام ومرتبہ دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ دیکھے کہ اس کے ہاں اللہ عزوجل کا کیا مقام ہے، کیونکہ اللہ عزوجل اپنے بندے کو وہاں اس مقام پر رکھتا ہے جہاں بندہ اسے اپنے ہاں رکھتا ہے۔''

(مستدرک حاکم: ۱/۶۷۱-۶۷۲، الرقم: ۱۸۲۰، مسند ابویعلیٰ: ۳/۳۹۰، الرقم: ۱۸۶۵)

ذکر کی محفلیں جنت کے باغیچے ہوتے ہیں۔

محفل میلاد	جنت کا باغیچہ ہے
محفل ذکر شہادت	جنت کا باغیچہ ہے
محافل عرس	جنت کا باغیچہ ہیں
محافل سوئم وچہلم	جنت کا باغیچہ ہیں
محافل نعت	جنت کا باغیچہ ہیں

ان محافل کا انعقاد کرنے والے جنت کے باغیچوں کے مالی ہیں۔ ان میں شریک ہونے والے جنت کے حقدار ہو جاتے ہیں۔ ان سے نہ رکو اور نہ روکو بلکہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان میں شرکت کرو۔ ذکر کے حلقے بڑے بابرکت ہوتے ہیں جب تم جنت کے باغیچوں میں پہنچو یعنی ذکر کی محفلوں میں آؤ تو کچھ نہ کچھ دیر ٹھہر جاؤ...... کچھ نہ کچھ سیکھ لو...... تبرک ہی لے لو...... کہ ذکر کے حلقوں

سے جنت کے باغیچوں سے کوئی محروم نہیں رہتا کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

فائدہ

اس دنیا میں رہتے ہوئے اگرچہ دیدار خداوندی ان ظاہری آنکھوں سے نہیں ہوسکتا لیکن یہ تو ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنی کرم نوازیوں سے محفل ذکر کی برکت سے دل کی آنکھوں سے اپنا جمال دکھا دے یا اپنی مناجات کا لطف ولذت نصیب فرما دے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے جسے وہ جنت میں داخل کرے گا اسے دخول کے بعد عذاب نہیں دے گا اس ذات حق نے جب محفل ذکر کو جنت کا باغ قرار دیا ہے تو یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ اب تم جنت میں داخل ہو چکے ہو تمہیں خوش خبری ہو کہ تمہیں عذاب نہیں ملے گا۔

یہ سعادت تو اس کے لئے رہے گی جو مرتے دم تک ذکر الٰہی سے اپنی روح کو پاکیزہ کرتا رہے گا اور جو خود ہی جنت سے نکل جائے اس کے لئے وعدۂ الٰہی نہیں ہو گا۔ اس حدیث پاک کا آخری حصہ قابل توجہ ہے آج ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ اللہ کے ہاں ہمارا کیا مقام و مرتبہ ہے اس ذات حق کے ہاں ہماری کیا قدر و منزلت ہے اس کے لئے پہلے ہمیں اپنے نفس میں جھانکنا ہو گا کہ اللہ عزوجل کا ہمارے ہاں کیا مقام ہے۔

(۴) موتیوں کے منبروں پر ذاکرین بیٹھے ہوں گے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کچھ ایسے لوگوں کو اٹھائے گا جن کے چہرے پرنور ہوں گے، وہ موتیوں کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، لوگ انہیں دیکھ کر رشک کریں گے، نہ تو وہ انبیاء ہوں گے اور نہ ہی شہداء۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی اپنے گھٹنے کے بل بیٹھ کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ آپ ہمارے سامنے ان کا حلیہ

بیان فرمائیں تا کہ ہم انہیں جان لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو مختلف قبیلوں اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے کے باوجود اللہ عزوجل کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اکٹھے ہوکر اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب:۲/۲۶۲، الرقم:۲۳۶۲، ایضا:۴/۱۲، الرقم:۴۵۸۳، درمنثور:۱۰/۲۶۸)

(۴) مسکراتے ہوئے جنت میں داخلہ

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا تَزَالُ اَلْسِنَتُھُمْ رَطْبَۃً مِنْ ذِکْرِ اللہِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَھُمْ یَضْحَکُوْنَ.

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جن لوگوں کی زبانیں ذکر الٰہی سے ہمیشہ تر رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۷/۱۱۱، الرقم:۳۵۰۵۵-۳۵۰۵۲، حلیۃ الاولیاء:۱/۲۱۹، الدر المنثور:۱/۳۶۶)

(۵) جنت میں بلند درجات میں داخلہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں کچھ لوگ بچھے ہوئے پلنگوں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے وہ انہیں جنت کے بلند درجات میں داخل کردے گا۔

(مسند ابو یعلی:۲/۳۵۹، الرقم:۱۱۱۰، صحیح ابن حبان:۲/۱۲۴، الرقم:۳۹۸)

(۶) صاحبان سخاوکرم کا جنت میں داخلہ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک منادی کو کھڑا کرے گا: اہل محشر عنقریب جان لیں گے کہ صاحبان سخاوکرم کون ہیں؟ کہاں ہیں وہ جنہیں کاروبار اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں

کرتی تھی؟ پس وہ کھڑے ہوں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے منادی لوٹ آئے گا اور کہے گا اہل محشر عنقریب جان جائیں گے کہ آج صاحبان سخاو کرم کون ہیں؟ کہاں ہیں وہ ”جن کے پہلو اللہ عزوجل کے ذکر کے باعث ان کے بستر سے جدا رہتے تھے؟“ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ منادی واپس آ کر پھر ندا کرے گا اہل محشر عنقریب جان لیں گے کہ صاحبان سخاو کرم کون ہیں؟ پھر وہ کہے گا: کہاں ہیں ہر حال میں اللہ عزوجل کا زیادہ حمد کے ساتھ ذکر کرنے والے؟ اور وہ پہلی دونوں قسموں سے زیادہ ہوں گے اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(مسند عبد بن حمید: ۱/ ۴۵۷)

ذکر سے غفلت کا انجام

جو رب کریم کے ذکر سے منہ موڑ کر دنیا کے عیش و عشرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو شریعت کی پابندی تو درکنار ان کی زبان پر مدتوں اللہ اور اس کے رسول کا نام تک نہیں آتا کاش وہ اللہ اور رسول کے ان ارشادات کو پڑھ کر توبہ کر لیں اور اپنے دل سے گناہوں کی سیاہی صاف کرنے کے لئے اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جائیں چند ہی دن میں ان کا قلب روشن و منور ہو جائے گا اور وہ اپنے آپ کو احکام شرع کی پابندی کی طرف مائل پانے لگیں گے۔

(۱) ذکر الٰہی سے غفلت ہلاکت کا باعث ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (پ: ۲۴، الزمر: ۲۲)

”بھلا، اللہ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہو تو وہ اپنے

رب کی طرف سے نور پر فائز ہو جاتا ہے (اس کے برعکس) پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کے ذکر کے (فیض) سے (محروم) ہو کر سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔"

(۲) عذاب دوزخ سے بدتر انجام

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ عزوجل سے غفلت دوزخ میں داخل ہونے سے بدتر ہے۔

(ہدایۃ الامۃ: ۱/۱۱۶، بحوالہ، طبقات الصوفیہ: ۱۵۹)

(۳) شیطان کی سازش کا شکار...... غافلین ہیں

ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (پ:۷، المائدہ: ۹۱)

شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا تم ان شر انگیز باتوں سے باز آؤ گے؟

درسِ ہدایت

شیطان ہر وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ اللہ کے بندوں کو گمراہ کر دے...... اور مومنوں کے دلوں میں عداوت اور کینہ ڈالتا رہتا ہے...... اور اللہ کے ذکر سے غافل کرتا ہے...... اور نماز سے روکتا رہتا ہے۔

مگر وہ لوگ جو اپنے رب پر پختہ یقین رکھتے ہیں...... رب کی رضا میں راضی رہتے ہیں...... اور اپنے اندر اخلاص پیدا کرتے ہیں، اور اللہ کو ہر وقت یاد کرتے

رہتے ہیں وہی لوگ شیطان کے چنگل سے بچ جاتے ہیں۔

(۴) دنیاوی معاش تنگ کر دیا جائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝ (پ:۱۶،طٰہٰ:۱۲۴-۱۲۶)

اور جس نے میرے ذکر سے روگردانی کی تو اس کے لئے دنیاوی معاش بھی تنگ کر دیا جائے گا اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے وہ کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے (آج) اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا ارشاد ہوگا ایسا ہی ہوا کہ دنیا میں تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں پس تو نے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تو بھی بھلا دیا گیا ہے۔

جو شخص ذکر الٰہی سے منہ موڑتا ہے اور احکام خداوندی سے روگردانی کرتا ہے تو وہ دولت اور ثروت کے انبار جمع کر لینے کے باوجود جاہ و جلال کے بلند ترین مناصب پر فائز ہونے کے باوجود اطمینان قلب کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اس کے دستر خوان پر لذیذ ترین کھانے چنے جاتے ہیں۔ وہ بیش قیمت لباس زیب تن کیے ہوتا ہے لیکن اس کا دل اداس، روح بے چین اور طبیعت افسردہ رہتی ہے۔ سچی خوشی سے وہ کبھی بہرہ مند نہیں ہوتا۔ دن رات دولت یا اقتدار کے حصول میں سرگرداں رہتا ہے پھر اس کی حفاظت کی فکر ہر وقت دامنگیر رہتی ہے وہ حرام اور ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے باز نہیں آتا۔ اس طرح اس کا ضمیر اسے ملامت

کرتا ہے اور یہ ملامت بڑی شدید اور دل گداز قسم کی ہوتی ہے۔ وہ خود اپنی آنکھوں میں مجرم ہوتا ہے، اس کے دامن کے بدنما داغ اسے ہر وقت گھورتے رہتے ہیں۔

یہ سزا تو دنیا میں ملی اور جب روز محشر اٹھے گا تو اندھا ہو کر اٹھے گا۔ ہر طرف اندھیرا اندھیرا پھیلا ہوا محسوس ہو گا۔

اپنے آپ کو اندھا پا کر کہے گا الٰہی میں تو دنیا میں بینا تھا میری آنکھیں بڑی خوب صورت تھیں۔ میری بینائی بڑی تیز تھی۔ آج کیا ہو گیا مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔ آخر مجھے اتنی سخت سزا کیوں دی جا رہی ہے۔

جواب ملے گا تم درست کہتے ہو لیکن تمہیں یاد ہے میری آیتیں تجھے پڑھ کر سنائی گئیں، ہدایت کی دعوت دی گئی، میرے بندوں نے تجھے سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن تو نے میری آیات کو فراموش کر دیا اور انہیں پس پشت ڈال دیا۔ سو یہ اسی کی سزا ہے یہاں آج تمہیں فراموش کر دیا گیا ہے۔

(ضیاء القرآن: ۳/۱۴۳-۱۴۴)

(۵) شیطان غافل کا ساتھی ہے

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (پ:۲۵، الزخرف:۳۶)

اور جو اندھا بن گیا رحمٰن کے ذکر کی طرف سے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ ہر وقت اس کا ساتھی رہتا ہے۔

وہ شخص جو ذکر رحمٰن سے منہ پھیر لیتا ہے...... جو ذکر رحمٰن سے اندھا بن جاتا ہے...... یا اپنی بینائی کی کمزوری کی وجہ سے انوار ربانی اور تجلیات رحمانی کی تاب نہ لا کر آنکھیں جھپکنے لگتا ہے...... یا دوسری لغویات میں منہمک ہو جاتا ہے۔

خداوند ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ہم اس کو اس خرمستی کی یہ سزا دیتے ہیں کہ

ہماری توفیق اس سے الگ ہو جاتی ہے اور شیطان کو اس پر یوں مسلط کر دیا جاتا ہے جس طرح انڈے کا خول انڈے کو ہر طرف سے گھیرے ہوتا ہے۔

وہ بدنصیب مکمل طور پر شیطان کے سامنے سپر انداز ہو جاتا ہے...... اس کی انفرادیت شیطان کی اطاعت و رضا جوئی میں کھو جاتی ہے...... اس کے شعور و تحت الشعور میں عقل و فہم کے جتنے دیے روشن تھے بجھ جاتے ہیں...... وہ شیطان کے پھیلائے ہوئے اندھیروں سے اتنا مانوس ہو جاتا ہے کہ اسے روشنی کی ایک کرن بھی ناگوار گزرتی ہے اور شیطان کی یہ رفاقت پل دو پل کے لیے نہیں ہوتی بلکہ وہ زندگی بھر اس کا رفیق اور ساتھی رہتا ہے۔

(ضیاء القرآن: ۳/۳۱۵)

(۶) نقصان اٹھانے والے لوگ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

(پ: ۲۸، المنافقون: ۹)

اے ایمان والو (کہیں) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے، تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں فرزندان اسلام کو منافقین کے طریقۂ کار سے اجتناب کی تاکید فرمائی جا رہی ہے کہ ان لوگوں کو تو ان کے اموال اور ان کی اولاد نے اپنے خالق کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔

اے مسلمانو! تم ایسا نہ کرنا۔ جس شخص کو دنیا کی دلچسپیاں اپنے پروردگار کی

بندگی اور اطاعت سے محروم کر دیتی ہیں وہ انسان سراسر خسارے اور گھاٹے میں ہے۔ حقیقی نفع حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اپنی فانی زندگی کے لحات اپنے رب کی یاد اور اپنے پیارے رسول کی غلامی اور محبت میں بسر کر دیتے ہیں۔
(ضیاء القرآن: ۵/۲۵۶)

(۷) سخت عذاب کی وعید

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًاo (پ:۲۹، الجن:۱۷)

اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے وہ اسے چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی یاد سے روگردانی کرے گا اس کو شدید عذاب میں داخل کیا جائے گا۔

(۸) ہر گزرتے دن پر رب کی پکار

قَالَ سَهْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَحِمَهُ اللّٰهُ: مَا مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَالْجَلِيْلُ سُبْحَانَهٗ يُنَادِيْ: يَا عَبْدِيْ، مَا انْصَفْتَنِيْ، أَذْكُرُكَ وَ تَنْسَانِيْ وَاَدْعُوْكَ اِلَيَّ وَتَذْهَبُ اِلٰى غَيْرِيْ، وَاَذْهَبُ عَنْكَ الْبَلَايَا وَاَنْتَ مُعْتَكِفٌ عَلَى الْخَطَايَا، يَا اِبْنَ آدَمَ، مَاذَا تَقُوْلُ غَدًا اِذَا جِئْتَنِيْ؟

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو دن گزرتا ہے حق تعالیٰ پکارتے ہیں: اے میرے بندے! تو نے مجھ سے انصاف نہیں کیا۔ میں تمہیں یاد کرتا ہوں مگر تو مجھے بھول جاتا ہے۔ میں تمہیں اپنی طرف بلاتا ہوں مگر تو دوسروں کی طرف جاتا ہے۔ میں تیرے مصائب دور

کرتا ہوں مگر تو خطا کاری پر ڈٹا رہتا ہے۔ اے ابن آدم! کل قیامت کو جب تو میرے پاس آئے گا تو اپنی اس غفلت اور کوتاہی پر کیا عذر پیش کرے گا؟

(الرسالۃ القشیریۃ: ۲۲۴)

مختلف اذکار

(۱) سورۃ الفاتحہ کی برکت

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا وَضَعَ الْعَبْدُ جَنْبَهٗ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ اَمِنَ مِنْ شَرِّ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب اللہ کا بندہ بستر پر سونے لگے تو اللہ کا نام لے کر سوئے اور فاتحۃ الکتاب پڑھے تو وہ جنات، انسانوں اور ہر چیز کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(تعلیمات نبویہ: ۴/۵۱۱)

(۲) اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بستر پر دراز ہوں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی پاکیزگی کی حالت میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے بستر پر دراز ہوا یہاں تک کہ اسے نیند محسوس ہونے لگی لیکن اس نے رات حالت بیداری میں گزار دی تو دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی ایسی نہیں کہ جس کا وہ سوال کرے اور وہ اسے عطا نہ ہو۔

(سنن نسائی: ۶/۲۰۱، الرقم: ۱۰۶۴۱)

(۳) تجارت وخرید وفروخت کے وقت ذکر الٰہی

ارشاد خداوندی ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوۡنَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ ○ (پ:۱۸، النور:۳۷)

"(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردان (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

(۴) بازار میں ذکر الٰہی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بازار میں داخل ہو اور یہ کلمات کہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ يُحۡيِيۡ وَيُمِيۡتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوۡتُ بِيَدِهِ الۡخَيۡرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ ۔

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے۔ وہی لائق ستائش ہے، وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اس کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اللہ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اس سے دس لاکھ برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور اس کے دس لاکھ درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

(سنن ترمذی: ۵/۲۹۱، الرقم: ۳۴۲۸، سنن دارمی: ۲/۳۷۹، الرقم: ۲۶۹۲، مستدرک حاکم: ۱/۷۲۱، الرقم: ۱۹۷۴)

(۵) لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام ہو لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲/۸۸، جامع ترمذی، ص: ۱۶۱)

حسن اختتام

ذکر الٰہی کی کثرت انبیاء و اولیاء اور صالحین کا وطیرہ ہے
ذکر الٰہی سے دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے
ذکر الٰہی سے دل زندہ ہوتے ہیں
ذکر الٰہی سے دل اللہ کے انوار و تجلیات کا مرکز بن جاتا ہے
ذکر الٰہی سے گھروں میں نور پیدا ہوتا ہے
ذکر الٰہی سے آفات و بلیات دور ہوتی ہیں
ذکر الٰہی سے امراض سے شفا ملتی ہے
ذکر الٰہی سے رزق میں برکت ہوتی ہے
ذکر الٰہی سے تنگی و تنگدستی سے نجات ملتی ہے
ذکر الٰہی مومنین کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے

اَللّٰهُمَّ شَرِّفْنِیْ بِاِتِّبَاعِ نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰى وَرَسُوْلِكَ الْمُرْتَضٰى صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ

(وسیلہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

نعت شریف

روک لیتی ہے آپ کی نسبت تیر جتنے بھی ہم پہ چلتے ہیں
یہ کرم ہے حضور کا ہم پر، آنے والے عذاب ٹلتے ہیں

اپنی اوقات صرف اتنی ہے کچھ نہیں بات صرف اتنی ہے
کل بھی ٹکڑوں پہ انکے پلتے تھے اب بھی ٹکڑوں پہ انکے پلتے ہیں

وہ سمجھتے ہیں بولیاں سب کی وہ ہی بھرتے ہیں جھولیاں سب کی
آؤ بازار مصطفیٰ ﷺ کو چلیں کھوٹے سکے وہیں پہ چلتے ہیں

اب کوئی کیا ہمیں گرائے گا ہر سہارا گلے لگائے گا
ہم نے خود کو گرا دیا ہے وہاں، گرنے والے جہاں سنبھلتے ہیں

دل کی حسرت وہ پوری فرمائیں اس طرح طیبہ مجھ کو بلوائیں
میرے مرشد یہ مجھ سے فرمائیں آؤ طیبہ نگر کو چلتے ہیں

ان کے دربار کے اجالے کی رفعتیں ہیں بے نہاں خالد
یہ اجالے کبھی نہ سمٹیں گے یہ وہ سورج نہیں جو ڈھلتے ہیں

☆☆☆

ابتدائیہ

وسیلہ انسان کی ضرورت ہے جس کا ہر انسان محتاج ہے۔ بچہ اپنی تعلیم و تربیت کے لیے والدین کے وسیلہ کا محتاج ہے...... مرد و عورت کو ایک دوسرے کا وسیلہ درکار ہے...... ہر کمزور، طاقتور کے وسیلہ کا محتاج ہے...... غریب امیر کا وسیلہ ہے...... امیر غریب کا وسیلہ ہے...... حتیٰ کہ جانور انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے انسان کا وسیلہ ہیں۔

غرضیکہ قانون فطرت کے مطابق دنیا کے تمام معاملات کا دارومدار کسی نہ کسی طرح وسیلہ پر ہے۔ جبکہ ہر ضروت کو پورا کرنے والا۔ حقیقتاً اللہ ہی ہے۔ بچہ کی پرورش کا وسیلہ بلاشبہ والدین ہیں لیکن حقیقت میں اس کی پرورش کرنے والا اللہ ہی ہے...... غریب کی روزی کا وسیلہ دولت مند ہیں جبکہ حقیقت میں روزی دینے والا اللہ ہی ہے...... مرض سے نجات کا وسیلہ دوا اور ڈاکٹر ہے جبکہ حقیقت میں شفاء دینے والا اللہ ہی ہے...... وسیلہ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ میں اتنی ہی اہمیت رکھتا ہے، جتنی روح انسان کے جسم میں لیکن اس کے باوجود اللہ کی وحدانیت پر اس کا کوئی اثر نہیں۔

یعنی جو لوگ ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ ان وسائل کا سہارا لینے کے باوجود اپنے دعویٰ میں سچے اور بلاشبہ مؤمن ہیں اور اسی لیے اہل ایمان کو خصوصی طور پر وسیلہ اختیار کرنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔

☆☆☆

وسیلے کا معنیٰ اور مفہوم

(i) لغوی معنیٰ

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

اَلْوَسِیْلَۃُ مَا یُتَقَرَّبُ بِہٖ اِلَی الْغَیْرِ

جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(لسان العرب: ۱۱/۷۲۵-۷۲۴)

(ii) شرعی معنیٰ

توسل کے معانی کثیر ہیں: یہ حاجت، رغبت، منزلت اور قربت کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

وسیلے کا ثبوت

توسل اور وسیلہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے کسی شے تک پہنچنے کا سبب اور ذریعہ ہے، اور یہ کسی کے قرب کے حصول کا باعث بھی بنتا ہے۔ ایک بندہ مومن کا مقصود حیات، اللہ کی معرفت، قرب اور اس کی رضاء وخوشنودی ہوتی ہے۔ اس لیے قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جا بجا متلاشیان حق کو اپنے حضور تک تقرب اور رسائی کا وسیلہ تلاش کرنے کے بارے میں رہنمائی فرمائی ہے۔

(الف) وسیلے کا ثبوت قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر وسیلہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے آیئے قرآن کی روشنی میں وسیلے کا ثبوت دیکھتے ہیں۔

(۱) وسیلہ تلاش کرنے کا حکم

ارشاد خداوندی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پ:۶، المائدہ:۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے اہل ایمان کو وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ وسیلہ کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کیا جائے...... اس کی مدد طلب کی جائے...... خود ایمان بھی استعانت اور رضائے الٰہی کی طلب کا ایک وسیلہ ہی ہے۔

(۲) احسانات الٰہیہ سے توسل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ج (پ:۴، آل عمران:۱۰۳)

اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔

بندہ اگر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرتا رہے اور ان نعمتوں کو یاد کرنے کے بعد اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اس وسیلے سے اللہ کو بڑا بخشنے والا پائے گا۔

(۴) اللہ کی طرف رغبت

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○ (پ:۱۰، التوبۃ: ۵۸-۵۹)

اور ان ہی میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات (کی تقسیم) میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں، پھر اگر انہیں ان (صدقات) میں سے کچھ دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں اس میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ فوراً خفا ہو جاتے ہیں۔ اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے عطا فرمایا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ﷺ (مزید) عطا فرمائے گا۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں (اور رسول ﷺ اسی کا واسطہ اور وسیلہ ہے، اور اس کا دینا بھی اللہ ہی کا دینا ہے۔ اگر یہ عقیدہ رکھتے اور طعنہ زنی نہ کرتے تو یہ بہتر ہوتا)۔

تشریح وتوضیح

مومن کا شیوہ یہی ہونا چاہئے کہ بارگاہ الٰہی سے اور جناب رسالت مآب سے جو نعمت عطا فرمائی جائے اس پر شکریہ ادا کرے اور اللہ تعالیٰ پر کلی اعتماد کرتے ہوئے اس کے مزید فضل وکرم اور اس کے محبوب رسول کی بیش از بیش جود وعطاء کا امیدوار رہے۔ (ضیاء القرآن: ۲/۲۲۱)

(ب) وسیلے کا ثبوت حدیث کی روشنی میں

وسیلے کے ثبوت میں بے شمار احادیث موجود ہیں چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) عمل غیر سے توسل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے: صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔

(صحیح مسلم:۲/۴۱، مسند احمد بن حنبل:۲/۳۷۲، سنن ابوداود:۲/۴۲، سنن نسائی:۲/۱۳۲)

اس حدیث مبارکہ میں جن تین اعمال کا ذکر کیا گیا ہے ان اعمال کو موت بھی ختم نہیں کرسکتی ان کا اجر و ثواب وصال کے بعد بھی ملتا رہے گا۔

☆...... پہلا عمل صدقہ جاریہ ہے۔ مثلاً کوئی مسجد...... درسگاہ...... کوئی سڑک...... ہسپتال وغیرہ کا مفاد عامہ کے لیے تعمیر کرنا...... یا دین کی ترویج و اشاعت اور احیائے اسلام کے لیے مالی تعاون کرنا...... غریب و مفلس لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے رفاہی ادارے قائم کرنا۔ جب تک یہ ادارے قائم رہیں گے ان کاموں کا ثواب اسے ہمیشہ ملتا رہے گا۔

☆...... دوسرا عمل علم نافع ہے۔ کوئی عالم دین کسی کو پڑھائے اور درس و تدریس کے سلسلہ کو جاری رکھے...... یا علمی و دینی مسائل پر کوئی کتاب لکھ دے...... یا کوئی محقق تحقیق کرے...... اس کے بعد جب تک اس کے شاگردوں (Students) کے ذریعے علم و تحقیق کی ترویج ہوتی رہے گی...... یا وہ کتاب دنیا میں پڑھی جاتی رہے گی اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے اس کا

ثواب اسے ملتا رہے گا۔

☆ ...... تیسرا عمل نیک اولاد کا ماں باپ کے لیے دعائے خیر کرنا ہے۔

صدقہ جاریہ اور علم نافع کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے اس لیے سب کا اتفاق ہے کہ یہ وسیلہ بن سکتے ہیں اور بعد از وفات نفع کا سبب بنتے ہیں۔ مگر نیک اولاد کے اعمال، عمل غیر کے زمرے میں آتے ہیں جو والدین کے لیے وسیلہ بنتے ہیں۔ اولاد کے نیک اعمال والدین کی بخشش کا وسیلہ بن جاتے ہیں۔

(۲) ٹہنی سے عذاب میں تخفیف

حضرت یعلی بن سیابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے دو درختوں کو حکم دیا۔ وہ آپ کے حکم سے ایک دوسرے سے مل گئے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پردہ بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے قضائے حاجت فرمائی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ حکم دیا تو وہ اپنی اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔

پھر ایک اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی گردن کو زمین پر رگڑتا ہوا حاضر ہوا۔ وہ اتنا بلبلایا کہ اس کے اردگرد کی جگہ گیلی ہوگئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ اس کا خیال ہے کہ اس کا مالک اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کی طرف آدمی بھیجا کہ اسے بلا لائے۔ جب وہ آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: کیا یہ اونٹ مجھے ہبہ کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اس سے بڑھ کر اپنے مال میں سے کوئی چیز محبوب نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے اس کے معاملہ میں بھلائی کی توقع رکھتا ہوں۔ اس صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے تمام مال

سے بڑھ کر اس کا خیال رکھوں گا۔

پھر آپ کا گزر ایک قبر سے ہوا جس کے اندر موجود میت کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے گناہ کبیرہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا۔ پھر آپ نے ایک درخت کی ٹہنی طلب فرمائی اور اسے اس قبر پر رکھ دیا اور فرمایا: جب تک یہ ٹہنی خشک نہیں ہو جاتی اسے عذاب میں تخفیف دی جاتی رہے گی۔

(مسند امام احمد بن حنبل: ۴/۱۷۲، الرقم: ۱۷۵۹۵، الترغیب والترہیب: ۳/۱۴۴، ۱۴۵، الرقم: ۳۴۳۱)

اہم نکتہ

درج بالا حدیث مبارکہ سے وسیلے کا ثبوت ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ٹہنی کا سرسبز رہنا عذاب میں تخفیف کا سبب بتایا ہے جب ایک بے جان چیز ٹہنی بطور وسیلہ حضور ﷺ کے قول کے مطابق عذاب میں تخفیف کا باعث ہو سکتی ہے تو پھر جاندار اعلیٰ مرتبوں والی ہستیاں بھی بطور وسیلہ کام آ سکتی ہیں۔

(۴) نبی کریم ﷺ پیش رو ہوں گے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک دن (احد) تشریف لے گئے اور احد والوں کے لیے نماز پڑھی جس طرح (عام) مردوں پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف لوٹ آئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں، اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اپنے حوض (کوثر) کو اس وقت دیکھ رہا ہوں، مجھے زمین کے خزانوں (یا زمین) کی کنجیاں دی گئی ہیں، اور اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کا اندیشہ ہے۔

(صحیح بخاری: ۱/۵۰۸، الرقم: ۱۷۹، صحیح مسلم: ۲/۲۵۰، مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۵۳، الرقم: ۱۴۹)

(ج) وسیلے کا ثبوت عمل انبیاء کی روشنی میں

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے توسل کا عمل آپ ﷺ کی تخلیق سے قبل، آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں اور بعد از وصال...... ہر دور میں جاری وساری رہا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی کے لئے حضور ﷺ کی ذات مبارکہ سے توسل کرنا، ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی بھی سنت ہے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی خطاء کی معافی کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کو رب کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا اور رب رحیم نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان کی بھول چوک کو معاف کر دیا۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی، تو انہوں نے (بارگاہ الٰہی میں) عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے محمد ﷺ کو کس طرح پہچان لیا حالانکہ ابھی تک تو میں نے انہیں (ظاہراً) پیدا بھی نہیں کیا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کیا:

اے پروردگار جب تو نے اپنے دست قدرت سے مجھے تخلیق کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی، میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ہر ستون پر (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) لکھا ہوا دیکھا، تو میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہو سکتا ہے جو تمام مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا ہے مجھے ساری مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب وہی ہیں۔ ان کے وسیلے سے مجھ سے دعا مانگو، آگاہ ہو جاؤ میں نے تمہیں

معاف فرما دیا اور محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

(تبیان القرآن: ۱/۱۸۹، بحوالہ دلائل النبوۃ ص: ۴۸۹، مستدرک حاکم: ۲/۶۷۲، الرقم: ۴۲۲۸، خصائص کبریٰ: ۱/۶)

(۲) حضرت یعقوب علیہ السلام کی بصارت لوٹ آئی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ

(پ: ۱۳، یوسف: ۹۳)

میری یہ قمیض لے جاؤ سو اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ

(پ: ۱۳، یوسف: ۹۶)

پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ قمیض یعقوب (علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دی تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس چیز کو انبیاء کرام وصلحاء عظام سے نسبت ہو جائے اس سے توسل کرنا توحید کے منافی نہیں کیونکہ قمیض کو بھیجنے والے بھی نبی علیہ السلام، اس وسیلہ سے فائدہ اٹھانے والے بھی نبی علیہ السلام ہیں اور بیان کرنے والا ماحی شرك یعنی قرآن ہے۔

درسِ ہدایت

غیر نبی سے بھی وسیلہ پکڑنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ اور سنت انبیاء علیہم السلام کو شرک قرار دینا انبیاء سے بغض وعناد اور نادانی و کم فہمی کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ

اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ دو جلیل القدر انبیاء کرام...... حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا وسیلہ پکڑنے کی سنت بیان ہو رہی ہے اتنی بڑی صریح دلیل کی موجودگی میں کوئی مسلمان عقیدہ توسل سے انکار کی جسارت نہیں کر سکتا۔

(۳) حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ کو وسیلہ بنانا

ارشاد خداوندی ہے:

وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ط كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ج قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ط قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(پ:۳، آل عمران:۳۷)

اور اس کی نگہبانی زکریا (علیہ السلام) کے سپرد کر دی جب بھی زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو وہ اس کے پاس (نئی سے نئی) کھانے کی چیزیں موجود پاتے انہوں نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تمہارے لئے کہاں سے آتی ہیں؟ اس نے کہا یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آتا ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

اس سے اگلی آیت میں قرآن مجید نے اس مقام پر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ (پ:۳، آل عمران:۳۸)

اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: میرے

مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔

(د) وسیلے کا ثبوت عمل صحابہ کی روشنی میں

آپ ﷺ سے ظاہری حیات مبارکہ میں توسل کیا گیا۔ اور نہ صرف کسی ایک خاص معاملے میں بلکہ جملہ دینی اور دنیوی امور میں صحابہ کرام آپ ﷺ کے وسیلے سے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے۔ بیماری...... دکھ...... تکلیف...... ایمان و اسلام...... گناہوں کی بخشش...... اجتماعی طور پر لوگوں کی معاشی بدحالی وابتری سے نجات...... الغرض تمام دینی و دنیوی حاجات میں آپ ﷺ سے توسل کیا گیا اور آپ ﷺ نے بھی لوگوں کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعائیں کیں۔ کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اس لیے اپنے گھروں میں رہ کر اس سے مانگا کرو بلکہ آپ ﷺ نے آنے والوں کو کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صحیح جگہ پہنچنے کی ہدایت ورہنمائی فرمائی ہے۔ ادر آپ کی مراد پوری ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ انبیاء ورسل سے توسل جائز اور پسندیدہ عمل ہے۔

(ا) بینائی لوٹ آئی

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے صحیح کر دے (یعنی میری بینائی لوٹ آئے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو تیرے لیے دعا کو مؤخر کر دوں جو تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو تیرے لیے (ابھی) دعا کر دوں۔ اس نے عرض کیا: (آقا) دعا فرما دیں۔ آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور

فرمایا:

پھر یہ دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ۔
يَامُحَمَّدُ، اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ
لِتُقْضٰی ۔ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے، یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہوں تا کہ پوری ہو۔ اے اللہ! میرے حق میں سرکار دو عالم ﷺ کی شفاعت قبول فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس خدا کی قسم! ابھی ہم وہاں سے اٹھے بھی نہ تھے اور نہ ہی اس بات کو کچھ دیر گزری تھی کہ وہ آدمی اس حال میں آیا کہ جیسے اسے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

(مسند احمد بن حنبل: ۴/ ۱۳۸، الرقم: ۱۷۲۷۹-۱۷۲۸۲، سنن ترمذی: ۵/ ۵۶۹، الرقم: ۳۵۷۸، سنن ابن ماجہ: ۱/ ۴۴۱، الرقم: ۱۳۸۵)

تشریح وتوضیح

درج بالا دعا میں قابل غور بات یہ ہے کہ دعا کے کلمات خود سرکار دو جہاں ﷺ نے سکھائے اور توجہ بارگاہ الٰہی کو نَبِیُّ الرَّحْمَةِ کے توسل سے قبولیت سوال کو یقینی بنایا۔ وسیلے کے لیے صرف حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کو ہی پیش نہیں کیا گیا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو شان رحمت للعالمینی عطا کی ہے اس شان کو بھی وسیلہ بنایا گیا ہے۔

بندہ اللہ کریم کو ہی اپنا حاجت روا سمجھ رہا ہے اور دست سوال بھی اسی کے آگے دراز کیا ہے کہ بے شک ہر چیز پر قدرت صرف اللہ کو حاصل ہے۔ مگر سائل نے جب یہ کہہ کر دعا مانگی: ''اے رب کریم! میں تیرے نبی رحمت ﷺ کے وسیلے سے اپنی حاجت پیش کرتا ہوں۔''

وہ دعا جو وسیلہ مصطفیٰ ﷺ سے مانگی جائے، رب کی رحمت کو یہ گوارا نہیں کہ وہ دعا قبول نہ ہو۔ یہاں تک کہ دعا کی قبولیت میں عالم اسباب بھی حائل نہیں ہوا اور نہ ہی زیادہ وقت اور عرصہ صرف ہوا بلکہ یہ وسیلۂ مصطفیٰ ﷺ کی برکت تھی کہ اس شخص کی بینائی فوراً بحال کر دی گئی۔

(۲) توسل مصطفیٰ ﷺ سے نزول باراں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جب بھی قحط کا سامنا کرنا پڑتا اور بارش رکتی تو وہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو جاتے اور بارگاہ خداوندی میں دعا کی التجا کرتے۔ صحابہ کرام علیہم اجمعین خود بھی دعا کر سکتے تھے۔ مگر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ اللہ کریم کے خاص اور عام بندوں میں فرق ہوتا ہے۔ عام بندے کی دعا رد بھی کی جا سکتی ہے مگر جو اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بندے ہوتے ہیں ان کی دعا کو فوراً شرف قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام علیہم الرضوان سرکار دو جہاں ﷺ کی بارگاہ اقدس میں دعا کے لیے حاضر ہوتے اور جب ان کی دعا سے بارش ہو جاتی تو رحمت خداوندی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرتے۔

یہ بعثت کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ قحط پڑا۔

ایک روز ایک دیہاتی روتا ہوا حضور رحمت مجسم، مشکل کشا آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے لوگوں کی تکالیف و مصائب اور خشک سالی کی حشر سامانیوں

اور تباہ کاریوں کا نقشہ جس موثر پیرائے میں بصورت اشعار کھینچا، وہ اس طرح ہے۔

یارسول اللہ! جن حالات میں ہم آپ کے پاس طلب دعا مناجات کے لئے آئے ہیں وہ کچھ اس قسم کے ہیں کہ افلاس کے باعث جواں لڑکیاں کام کرنے پر مجبور ہوگئی ہیں اور بھوک کی ناتوانی نے بچے کو اس حد تک نڈھال کر دیا ہے کہ بے حس و حرکت گرا پڑا ہے اور اس کے منہ سے کوئی تلخ یا شیریں بات نہیں نکل رہی ہے۔ لوگ جو کچھ کھاتے ہیں اس میں سے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو وہ آفت رسیدہ خراب تمر ہے یا پھر خودرو بے کار گھاس۔

وَلَیْسَ لَنَا اِلَّا اِلَیْکَ فِرَارُنَا
وَاَیْنَ فِرَارُ النَّاسِ اِلَّا اِلَی الرُّسُلِ

(آقا! ہماری بھاگ دوڑ تو صرف آپ ﷺ تک ہے اور لوگوں کی بھاگ دوڑ رسولوں کے سوا اور کہاں تک ہو سکتی ہے)

حضور نبی کریم ﷺ یہ فریاد سن کر بے قرار ہو گئے اور چادر گھسیٹتے ہوئے منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں دست دعا پھیلا دیئے:

"یا اللہ! تو بڑا ہی غفور ورحیم ہے۔ موسلا دھار اور لگاتار برسنے والا نفع رساں سحاب کرم بھیج جو مردہ ڈھانچوں میں زندگی کی روح ڈال دے، پستانوں کو دودھ سے بھر دے اور زمین کو تازگی بخش دے۔"

ابھی نبی رحمت ﷺ نے اپنے رخ انور پر ہاتھ بھی نہیں پھیرے تھے کہ بادلوں کے پرے ہر طرف چھا گئے، ابر کرم کے پہاڑوں نے آفاق کو ڈھانپ لیا اور اس طرح برسنا شروع کر دیا جیسے برساتی نالوں کے کشادہ دہانے کھول دیئے گئے ہوں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف جل تھل ہو گیا اور ہر چیز پانی میں نہا گئی۔

بارش کا تسلسل قائم رہا حالانکہ گردو پیش کے لوگ بھاگم بھاگ آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! کثرت باراں کے باعث ہر چیز غرق ہونے کے قریب ہوگئی ہے، جلدی سے دعا کیجئے کہ بارش رک جائے وگرنہ پانی سب کچھ بہالے گا۔ پانی سے محروم لوگ اس بارگاہ کرم سے اس طرح سیراب ہوئے کہ اپنی وادیوں اور نہروں کی تنگ دامانی کی شکایت کرنے لگے۔ حضور ﷺ دعا کی فوری قبولیت بارش کے نزول اور اس کی کثرت اور اپنے غلاموں کے متضاد ردعمل کا یہ عجیب منظر دیکھ کر اتنا مسرور ہوئے کہ جانفزا مسکراہٹ سے فضاؤں میں انوار اور نغمے بکھر گئے، ہر شے پر بہار آ گئی آپ ﷺ نے خوشی کے عالم میں فرمایا:

ابو طالب کا بھلا ہو اگر وہ یہاں ہوتے تو یہ منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوتیں، ہمیں ان کا شعر کون سنائے گا؟

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ اپنے محبوب نبی ﷺ کی زبان مبارک سے یہ سن کر جھوم اٹھے اور عرض کی: شاید آپ یہ شعر سننا پسند فرما رہے ہیں۔

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر پھیلا دی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے (لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ ابوہریرہ تو اتنی کثرت سے احادیث رسول بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے کہ میں ایک غریب آدمی تھا۔ پیٹ بھرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وابستہ رہتا تھا۔ جبکہ مہاجرین تو

بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول ہوتے اور انصار اپنی کھیتی باڑی میں مصروف ہوتے۔

چنانچہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری گفتگو ختم ہونے تک جو اپنی چادر پھیلائے رکھے اور پھر سمیٹ لے تو وہ کبھی کوئی چیز نہیں بھولے گا؟ یہ سنتے ہی میں نے اپنی اوپر اوڑھی ہوئی چادر پھیلا دی۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے انہیں حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے (آپ ﷺ کی اس عطا کے بعد) جو بھی آپ ﷺ سے سنا اس میں سے کبھی کچھ نہیں بھولا۔

(صحیح بخاری: ۶/ ۲۶۷۷، الرقم: ۶۹۲۱، صحیح مسلم: ۴/ ۱۹۳۹-۱۹۴۰، الرقم: ۲۴۹۲، مسند امام احمد بن حنبل: ۲/ ۲۴۰، الرقم: ۷۲۷۳)

(۴) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی تکلیف ختم ہوگئی

حضرت یزید بن ابو عبید بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر چوٹ کا ایک نشان دیکھا تو ان سے دریافت کیا: اے ابو مسلم! یہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ چوٹ مجھے غزوۂ خیبر میں لگی تھی۔ لوگ تو یہی کہنے لگے تھے کہ سلمہ کا آخری وقت آن پہنچا ہے لیکن میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اس پر تین مرتبہ دم فرمایا تو مجھے اب تک کبھی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

(صحیح بخاری: ۴/ ۱۵۴۱، الرقم: ۳۹۶۹، مسند احمد بن حنبل: ۴/ ۴۸، الرقم: ۱۶۵۶۲، سنن ابوداؤد: ۴/ ۱۲، الرقم: ۳۸۹۴)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ایمان لے آئیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ مشرکہ تھیں میں ان

کو اسلام کی دعوت دیتا تھا، ایک دن میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی بات کہی جو مجھے ناگوار گزری، میں روتا ہوا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا لیکن وہ انکار کر دیتی تھیں آج میں نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے آپ کے متعلق ایسا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار گزرا، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو ہدایت عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ میں رسول اللہ ﷺ کی دعا لے کر خوشی سے (گھر کی طرف) روانہ ہوا، جب میں گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی۔ انہوں نے کہا: اے ابو ہریرہ! اپنی جگہ ٹھہرو، پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی، میری ماں نے غسل کیا اور قمیض پہنی اور جلدی میں بغیر دوپٹہ کے آگئیں پھر دروازہ کھولا اور کہا:

اے ابو ہریرہ!

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں خوشی سے روتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمادی، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور کلمہ خیر ارشاد فرمایا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی محبت ڈال دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اپنے اس بندے (ابو ہریرہ) اور اس کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں پیدا کر دے، اور مومنوں کی محبت ان کے دل میں ڈال دے، پھر ایسا کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا جو میرا ذکر سن کر یا مجھے دیکھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۴/۱۹۳۸، الرقم: ۲۴۹۱، مسند احمد بن حنبل: ۲/۳۱۹، الرقم: ۸۲۴۲، مستدرک حاکم: ۲/۶۷۷، الرقم: ۴۲۴۰)

وسیلے سے دعا کا جواز

بوقت دعا اللہ کے محبوب و مقرب بندوں کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام...... صحابہ کرام علیہم الرضوان...... محبوبان الٰہی...... اور نیک اعمال سے وسیلے کا جواز درج ذیل ہے۔

(الف) انبیاء کے وسیلے سے دعا کا جواز

اللہ کریم کی محبوب و مکرم اور برگزیدہ ہستیاں انبیاء کرام علیہم السلام تقرب الی اللہ اور دعا کی قبولیت کا وسیلہ بنتے ہیں۔

(ا) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وسیلہ بنایا جا رہا ہے

جب اللہ کریم کے مقرب بندے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو یقیناً اللہ رب العزت کا دریائے رحمت ان ہاتھوں کو خالی نہ لوٹنے دے گا۔ بلکہ اس دعا کو شرف قبولیت بخشے گا...... ان کی حاجات کو پورا فرمائے گا...... اور ان پر نازل شدہ آفات و بلیات سے نجات عطا کرے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ

يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ط (پ:۱، البقرہ:۶۱)

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم فقط ایک کھانے (یعنی من وسلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے تو آپ اپنے رب سے (ہمارے حق میں) دعا کیجئے کہ وہ ہمارے لیے زمین سے اگنے والی چیزوں میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کر دے۔

اس آیہ کریمہ میں "فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ" کے الفاظ "توسل بالدعاء" کا سبب بن رہے ہیں۔ ان میں صراحتاً امت موسوی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب کے حضور دعا مانگنے کی گزارش کر رہی ہے۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے توسل کیا جا رہا ہے۔

(۲) بارانِ رحمت کا نزول

ایک روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہی بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ سخت قحط کی لپیٹ میں آ گئے۔ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اس وقت آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت پہاڑوں جیسے بادل گھر آئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر سے نیچے بھی تشریف نہیں لائے تھے کہ میں نے بارش کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے ٹپکتے ہوئے دیکھے۔ پس ہم پر اس روز اور اس سے اگلے روز بلکہ اگلے جمعہ تک

بارش ہوتی رہی۔

پھر وہی اعرابی یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا:

یارسول اللہ! مکانات گر گئے اور مال غرق ہو گیا، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے ہاتھ بلند فرمائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا اور ہمارے اوپر نہیں۔ پس آپ ﷺ دست مبارک سے آسمان پر جس طرف اشارہ فرماتے، ادھر سے بادل چھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ تھالی کی طرح (صاف) ہو گیا اور وادی قناۃ پورا مہینہ (زور وشور سے) بہتی رہی۔ راوی کا بیان ہے کہ جو بھی نواحی علاقوں سے آتا وہ اس شدید بارش کا ذکر ضرور کرتا۔

(صحیح بخاری: ۱/۳۴۹، الرقم: ۹۷۶، صحیح مسلم: ۲/۶۱۴، الرقم: ۸۹۷، سنن کبریٰ: ۳/۲۲۱، الرقم: ۵۶۳۰)

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

وہ گورے مکھڑے والے (محمد مصطفیٰ ﷺ) جن کے چہرۂ انور کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے، جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

بنو ہاشم کے ہلاکت زدہ لوگ جن کی پناہ مانگتے ہیں۔ پس وہ (بنو ہاشم) ان کے ہوتے ہوئے خوب نعمتوں اور فراخی میں ہیں۔

(۳) حضور کے وسیلے سے قرض ادا ہو گیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ ان کے اوپر قرض تھا اس لیے میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوا اور عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میرے والد نے (وفات کے بعد) پیچھے قرضہ چھوڑا ہے اور میرے پاس (اس کی ادائیگی کے لیے) کچھ بھی نہیں ماسوائے اس پیداوار کے جو کھجور کے (چند) درختوں سے حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے تو کئی سال میں بھی قرض ادا نہیں ہوگا۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ قرض خواہ مجھ پر سختی نہ کریں۔

آپ ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کے کھجوروں کے ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگایا پھر دعا کی پھر دوسرے ڈھیر (کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا) اس کے بعد آپ ﷺ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور فرمایا: قرض خواہوں کو تول کر دیتے جاؤ۔ اس طرح سب قرض خواہوں کا پورا قرض ادا کر دیا گیا (مگر پھر بھی اس ڈھیر میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی) اور اتنی کھجوریں بچ بھی گئیں جتنی کہ آپ ﷺ نے انہیں دے دی تھیں۔

(صحیح بخاری: ۳/۱۳۱۲، الرقم: ۳۳۸۷، مسند احمد بن حنبل: ۳/۳۶۵، الرقم: ۱۴۹۷۷)

(ب) صحابہ کرام کے وسیلے سے دعا کا جواز

مسلمانوں میں بلند بخت اور سعادت مند وہ ہستیاں بھی ہوتی ہیں جو اطاعت خدا و اطاعت رسول میں ایام زندگی گزارتے ہیں۔ جب وہ کسی حکم خداوندی کی خلاف ورزی نہیں کرتے تو پھر اللہ کریم بھی ان کی اور ان کے صدقے سے کی گئی دعاؤں کو رد نہیں فرماتا۔ خیر ایمان افروز واقعات ملاحظہ فرمائیے۔

(ا) بوسیلۂ صحابی......سیرابی ملی

"حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے ایک صحابی حضور نبی

اکرم ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ (اللہ تعالیٰ سے) اپنی امت کے لیے سیرابی مانگیں کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہوگئی ہے۔ پھر خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی سے فرمایا: عمر کے پاس جا کر اسے میرا اسلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کئے جاؤ گے اور عمر سے (یہ بھی) کہہ دو (دین کے دشمن تمہاری جان لینے کے درپے ہیں) عقلمندی اختیار کرو، عقلمندی اختیار کرو! پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔"

(ہدایۃ الامۃ: ۱/۸۶۳، بحوالہ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۳۵۶، الرقم: ۳۲۰۰۲، ودلائل النبوۃ: ۷/۴۷، کنز العمال: ۸/۴۳۱، الرقم: ۲۳۵۳۵)

(۲) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے کرتے اور کہتے: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی مکرم ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پہ بارش برسا۔ فرمایا: تو ان پہ بارش برسا دی جاتی۔"

(صحیح بخاری: ۱/۳۴۲، الرقم: ۹۶۴، سنن کبریٰ: ۳/۳۵۲، الرقم: ۶۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۷/۱۱۰، الرقم: ۲۸۶۱)

(۳) حضرت عائشہ کا فرمان...... روضۂ اقدس کے پاس دعا کرو

حضرت ابو جوزاء اوس بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: مدینہ کے لوگ سخت قحط

میں مبتلا ہو گئے۔ تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی ناگفتہ بہ حالت کی) شکایت کی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور (یعنی روضۂ اقدس) کے پاس جاؤ اور اس سے ایک کھڑکی (سوراخ) آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔

راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو بہت زیادہ بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ خوب سبزہ اگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے لہٰذا اس سال کا نام ہی عَامُ الْفَتْقِ (پیٹ پھٹنے کا سال) رکھ دیا گیا۔

(سنن دارمی: ۱/ ۵۶، الرقم: ۹۲، مشکاۃ المصابیح: ۴/ ۴۰۰، الرقم: ۵۹۵۰)

(ج) محبوبانِ الٰہی کے وسیلے سے دعا کا جواز

(۱) حضرت اویس قرنی سے دعا کروانا

حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (جو اپنی امت مرحومہ کے بہت بڑے غمخوار ہیں) نے ہماری بھلائی اور خیر خواہی کے لیے کئی راستے اور ذریعے متعین فرمائے۔ ان میں سے ایک ذریعہ مقربین و صالحین کے وسیلے سے دعا کرانے کا بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صالحین سے دعا کروانے کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے اکابر کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے دعا کرانے کی ترغیب دی۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اکابر تابعین سے ہیں۔ وہ یمن کے رہنے والے تھے لیکن اپنی ضعیف والدہ کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر صحابی بننے کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اس سچے عاشق سے محبت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دعا سے اپنی

امت کی بخشش کی خوشخبری دی اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اگر ہو سکے تو ان سے اپنی مغفرت کے لیے ضرور دعا کرا لینا۔

اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب اہل یمن میں سے کوئی کمک آتی تو وہ ان سے سوال کرتے: کیا تم میں اویس بن عامر ہے؟ حتیٰ کہ ایک دن حضرت اویس ان کے پاس آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! فرمایا: آپ قبیلہ مراد سے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: کیا آپ قرن سے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے پوچھا: کیا آپ کو برص (پھلبہری) کی بیماری لگی تھی! اور ایک درہم کے برابر داغ کے علاوہ باقی ٹھیک ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اہل یمن کی امداد (فوجی دستے اور کمک) کے ساتھ تمہارے پاس قبیلہ مراد سے قرن کے ایک شخص آئیں گے، جن کا نام اویس بن عامر ہوگا، ان کو برص کی بیماری تھی اور ایک درہم کے علاوہ باقی ٹھیک ہو چکی ہوگی، قرن میں ان کی ایک والدہ ہے، جس کے ساتھ وہ بہت نیکی کرتے ہیں، اگر وہ کسی چیز پر قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا فرما دے گا، اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے مغفرت کی دعا کرانا، سو اب آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: کوفہ میں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں کوفہ کے عامل (گورنر) کی طرف آپ کے لیے خط نہ لکھ دوں؟ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا: خاک نشیں لوگوں میں رہنا مجھے پسند ہے، جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے اشراف میں سے ایک شخص آیا، اس کی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا، اس نے کہا: میں ان کو کم سامان کے ساتھ شکستہ گھر میں چھوڑ کر آیا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ تمہارے پاس کمک کے ساتھ قبیلہ مراد سے اویس بن عامر قرن سے آئیں گے، ان کو برص کی بیماری تھی، ایک درہم کی مقدار کے علاوہ وہ بیماری سب ٹھیک ہوگئی، ان کی ایک والدہ ہیں، وہ ان کے ساتھ نیک، اچھا سلوک کرتے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرتا ہے، اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرانا، پھر وہ شخص حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: میرے لیے استغفار کیجئے، انہوں نے کہا: تم ابھی نیک سفر کر کے لوٹے ہو، تم میرے لیے استغفار کرو، پھر کہا: کیا تمہاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تھی؟ اس نے کہا: ہاں! پھر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے استغفار کیا، تب لوگوں کو حضرت اویس رضی اللہ عنہ کے مقام کا علم ہوا اور وہ وہاں سے چلے گئے، اسیر نے کہا: میں نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ایک چادر اوڑھائی، جب بھی ان کو کوئی شخص دیکھتا تو کہتا: اویس رضی اللہ عنہ کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی؟

(صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ: ۴/ ۲۲۵، الرقم: ۶۳۶۹)

یہاں اس مقام پر ہمارے لئے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات مستنبط ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود صالحین اور مقربین کا وسیلہ پکڑنے کا حکم فرمایا۔ وہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم جن کے طفیل کائنات ہست و بود وجود میں آئی جو ہمارے لیے دین حق لے کر مبعوث ہوئے اور جو اپنے اللہ کو سب سے بڑھ کر پیارے ہیں جن کا منصب تلاوت آیات ہے وہ خود فرما رہے ہیں کہ میرے غلام اویس سے اپنے لئے مغفرت

کی دعا کرانا۔ حالانکہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، دعاؤں کا سننے والا وہی ہے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اویس قرنی سے دعا کرانا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مقربین اور صالحین کے توسل سے دعا کرانا عین منشاء خدا اور رسول ﷺ ہے۔

(۲) مومنین وسیلہ بن رہے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

(پ:۴، آل عمران:۱۹۳)

اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتۂ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے۔

نکتہ

یہ دعا جب اللہ کے صالح اور مقرب بندوں کی زبان سے نکلتی ہے، تو اجابت کی منزل کو پہنچتی ہے اور اپنی عمومیت کی بنا پر گنہگار، نیکوکار سبھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں، سب بخشش و مغفرت الٰہی کا مژدہ جانفزا سنتے ہیں۔ گویا اجتماعی دعا کا توسل سب کے گناہوں کی معافی کا سبب بن جاتا ہے۔

(د) نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کا جواز

جس طرح کسی نیک بندۂ مومن کے وسیلے سے دعا کرنا جائز ہے اسی طرح نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کرنا بھی جائز ہے۔ چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

(۱) ستر ہزار فرشتے استغفار کریں گے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی، اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ میں بغیر اکڑانے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (محض) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں، سو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ (سو جو شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ، جلد اول، الرقم: ۷۷۸، الترغیب والترہیب: ۴۵۲/۲، مسند احمد، الرقم: ۱۱۰۹۹)

(۲) دعا کے وسیلے سے...... مصیبت سے نجات مل گئی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تین آدمی دوران سفر چل رہے تھے کہ انہیں بارش نے آلیا تو وہ پہاڑ کی غار میں چلے گئے۔ پہاڑ سے ایک چٹان گر کر پہاڑ کے منہ (دہانے) پر آگئی تو وہ چٹان غار کے دہانے پر پیوست ہوگئی اور ان کے نکلنے کی راہ مسدود ہوگئی۔

تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

اپنے اپنے اعمال کا جائزہ لو جو عمل تم نے صرف لوجہ اللہ کیا ہو اس کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا مانگو تاکہ وہ تمہیں اس قید سے رہائی عطا فرمائے۔

تو ان میں سے ایک نے کہا۔

اے اللہ! میرے ماں باپ بوڑھے عمر رسیدہ تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے دن بھر بکریاں چرایا کرتا تھا۔ جب میں ان کے پاس آتا تو بکریوں کا دودھ دوہتا تو اپنے ماں باپ کو اپنے بچوں سے پہلے پلاتا تو ایک مرتبہ سبز درختوں کی طلب مجھے دور لے گئی تو میں اس وقت واپس گھر آیا جب رات چھا چکی تھی تو میں نے اپنے ماں باپ کو پایا کہ وہ دونوں سو چکے تھے۔ تو میں نے ایسے ہی دودھ دوہا جیسے میں پہلے دودھ دوہتا تھا تو میں دوہا ہوا دودھ لے کر آیا اور اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور یہ بات مجھے ناپسند تھی کہ میں ان دونوں کو بے آرام کروں اور مجھے یہ بات بھی ناپسند تھی کہ میں اپنے ماں باپ سے پہلے بچوں کو دودھ پلاؤں اور میرے بچے میرے قدموں کے پاس فریاد و واویلا کر رہے تھے میری اور ان کی یہی حالت و کیفیت رہی یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی۔

اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہمیں اتنی کشادگی عطا کر دے کہ ہم اس میں سے آسمان کو دیکھ سکیں تو اللہ تعالیٰ نے (چٹان کو ذرا سرکا کر) اتنی کشادگی کر دی کہ جس سے وہ آسمان کو دیکھ سکیں۔

دوسرے نے (دعا شروع کی اور) کہا:

اے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی تو میں اس سے محبت کرتا تھا جتنی آدمی عورتوں سے محبت کرتے ہیں اس سے بھی شدید تر تو میں نے اس سے اس کا وجود حوالے کر دینے کا کہا تو اس نے انکار کر دیا یہاں تک کہ میں ایک سو دینار اسے پیش کروں۔

میں نے تگ و دو شروع کر دی یہاں تک کہ ایک سو دینار جمع کر لئے۔ میں یہ سو دینار لے کر اس سے ملا۔ تو جب میں اس کے قریب بیٹھ گیا تو اس نے کہا۔

اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈرو اور مہر کو اس کے حق کے بغیر نہ توڑو۔ تو میں

اس سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اے اللہ تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس کے پاس سے اٹھ آنا تیری رضا کے لیے کیا ہے تو ہم کو اس قید سے نکال لے تو اللہ نے اس چٹان کو کچھ سرکا کر کچھ اور کشادگی کر دی۔

تیسرے نے (دعا شروع کی اور) کہا:

اے اللہ! میں نے ایک مزدور تین صاع چاول پر لیا جب اس نے اپنا کام ختم کر لیا تو کہا مجھے میرا حق دے دے۔

میں نے اس پر اس کا حق پیش کیا تو اس نے اس سے منہ پھیرا اور اسے چھوڑ کر چل دیا میں ان چاولوں کو کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کی رقم سے کئی گائیں اور ان کا چرواہا خرید لیا۔

تو وہ ایک دن آیا اور کہا اللہ سے ڈرو اور مجھ پر ظلم نہ کرو اور مجھے میرا حق دے دو۔ تو میں نے کہا ان گائیوں اور ان کے چرواہے کو لے جاؤ۔ اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور مجھ سے مذاق نہ کرو۔ تو میں نے کہا میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا۔ ان گائیوں اور ان کے چرواہے کو لے جاؤ یہ تیرا حق ہے تو اس نے وہ سارا مال لیا اور چلا گیا۔

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے تیری رضا کے لیے ایسا کیا ہے تو تو ہمیں اس قید سے رہائی عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو سرکا کر ان کو رہائی عطا فرما دی۔

(صحیح بخاری: ۴/۱۸۹۲، الرقم: ۵۹۷۴، صحیح مسلم: ۵/۲۷۵، الرقم: ۲۷۴۳، مسند امام احمد: ۵/۳۱۹، الرقم: ۵۹۷۳)

فائدہ

اہل ایمان جو کام بھی کریں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ

کی رضا سب سے بڑی دولت ہے۔

ان تین افراد نے جن اعمال کا وسیلہ دے کر اللہ سے دعا مانگی ان کے وہ تینوں کام اخلاص وللہیت پر مبنی ہیں۔ ان کے خلوص وجذبہ پر اللہ کی نظر رحمت ہوئی تو ہر ایک کی دعا سے اتنی بڑی چٹان تھوڑی تھوڑی سرکنا شروع ہوئی اور وہ تینوں صحیح و سلامت غار سے باہر آ گئے۔

اس حدیث پاک سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ دعا میں بڑی قوت و طاقت ہے۔ اخلاص سے مانگی گئی دعا ایک چٹان کو اپنی جگہ سے سرکا دیتی ہے جو کام بیسیوں آدمی نہ کر سکیں وہ ایک دعا کر جاتی ہے۔

تبرکات سے وسیلے کا جواز

تبرکات سے وسیلے کا ثبوت بے شمار روایات میں موجود ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات اور اولیاء صلحاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے تبرکات کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز اور ثابت شدہ عمل ہے۔

(۱) حضور ﷺ کے مقام وسیلہ سے...... وسیلہ

سرکار دو جہاں ﷺ کے مقام وسیلہ پر فائز ہونے کی دعا اور اس کا توسل ایک مومن کو رحمت الٰہیہ کا سزاوار بنا دیتا ہے۔ اور اسے شفاعت مصطفیٰ ﷺ کا بھی حقدار ٹھہراتا ہے۔

سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب تم موذن کو اذان دیتے ہوئے سنو، تو تم بھی وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ بے شک جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لیے وسیلہ

مانگو۔ بے شک یہ (وسیلہ) جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے خاص بندے کے لیے مخصوص ہے اور مجھے امید ہے وہ خاص بندہ میں ہی ہوں پس جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا۔ اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی۔"

(صحیح مسلم: ۱/۱۶۶، سنن ابوداود، ۱/۵، الرقم: ۸۴، جامع ترمذی: ۲/۲۰۲، سنن نسائی: ۱/۱۱۰، مسند احمد بن حنبل: ۲/۱۶۸)

(۲) حضور ﷺ کے موئے مبارک سے ...... وسیلہ

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے گھر والوں نے مجھے ایک پیالے میں پانی دے کر رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ (راوی) اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں بند کر کے اس پیالی کی طرح بنائیں جس کے اندر حضور نبی اکرم ﷺ کا موئے مبارک ڈالا گیا تھا (اور بیان کیا کہ) چنانچہ جب کسی آدمی کو نظر لگ جاتی اور کوئی تکلیف ہوتی تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک برتن میں پانی بھیج دیا جاتا۔ (تو وہ اس میں آپ ﷺ کا موئے مبارک ڈال دیتیں اور بیمار شخص کو وہ پانی پینے سے فوراً شفاء ہو جاتی) پس میں نے اس بوتل میں جھانک کر دیکھا تو میں نے (آپ ﷺ کے) چند سرخ موئے مبارک کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

(صحیح بخاری: ۵/۲۲۱۰، الرقم: ۵۵۵۷)

(۳) فتح ان کے قدم چومتی

امام عینی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور نبی اکرم ﷺ کے موئے مبارک میں سے کچھ موئے مبارک تھے، اسی وجہ سے وہ جس طرف رخ کرتے فتح ان کے قدم چومتی اور اس کی تائید وہ چیز بھی کرتی ہے جسے ملا

علی القاری نے سیرۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے بال مانگے جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (حکم پر آپ کے) موئے مبارک لوگوں میں تقسیم کیے۔ اسی لیے وہ جس رخ قدم بڑھاتے فتح بھی اسی رخ ہو جاتی۔

(معارج السنن: ۲/۸۸۷، بحوالہ، العینی فی عمدۃ القاری: ۱۵/۲۷۶)

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک سے...... وسیلہ

امام قسطلانی لکھتے ہیں: نعلین پاک کی فضیلت، منفعت اور برکت جو بیان کی گئی ہے، اس میں سے ایک وہ ہے جو صالح شیخ ابو جعفر بن عبدالمجید نے بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نعلین پاک کا نمونہ اپنے ایک طالب علم کو دیا۔ ایک دن وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا: کل میں نے نعلین پاک کی عجیب برکت دیکھی۔ میری بیوی شدید درد کی وجہ سے قریب المرگ تھی۔ میں نے نعلین پاک کو درد کی جگہ پر رکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس نعلین کے مالک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت دکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اسے شفاء عطا فرمادی۔

(معارج السنن: ۲/۸۷۶، بحوالہ، مواہب الدنیہ: ۲/۴۶۶-۴۶۷)

وَنَعْلٍ خَضَعْنَا هَيْبَةً لِبَهَائِهَا
وَاَنَّا مَتٰى نَخْضَعُ لَهَا اَبَدًا نَعْلُوْا

امام ابوبکر احمد بن امام ابو محمد عبد بن حسین قرطبی کہتے ہیں: ایسے جوتے جن کی بلند و بالا عظمت کو ہم تسلیم کرتے ہیں، کیوں کہ اس عظمت کو تسلیم کر کے ہی ہم بلند ہو سکتے ہیں۔

فَضَعْهَا عَلٰى اَعْلَى الْمَفَارِقِ اِنَّهَا
حَقِيْقَتُهَا تَاجٌ وَصُوْرَتُهَا نَعْلُ

اس لیے انہیں سروں کے اوپر رکھنا چاہئے کیوں کہ در حقیقت یہ (سر کا) تاج ہیں اگر چہ دیکھنے میں نعلین ہیں۔ (ایضاً)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب عقیدت کا اظہار فرمایا:

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں، تاجدار ہم بھی ہیں

(۵) مقام ابراہیم سے......وسیلہ

اللہ رب العزت اور بندگان خدا سے نسبت رکھنے والی ہر چیز یا ان کی استعمال شدہ چیزوں سے وسیلہ پکڑنا اللہ کریم کے محبوب بندوں کا شیوہ ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات کو وسیلہ بنانا قرآن میں مذکور ہے۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ (پ:۱، البقرہ: ۱۲۵)

اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنالو۔

اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات کو "جائے نماز" بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ کہ نماز کی قبولیت کے لیے یہ زیادہ موزوں جگہ ہے۔ نماز تو اللہ کی پڑھی جاتی ہے چاہے جہاں بھی پڑھی جائے۔ مگر یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام وسیلہ بنایا جا رہا ہے۔

مقام ابراہیم

وہ پتھر جس پہ کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی اسے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ یہ وہ مبارک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقوش پا ثبت ہو گئے اور یہ آج بھی کعبہ مکرمہ کے دروازے کے سامنے پیتل کی جالی میں محفوظ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر کعبہ کی دیواریں مکمل کیں۔ کعبہ کے چاروں طرف جدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ضرورت ہوتی اسی

جانب پتھر چلا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کے ساتھ اس نسبت کی وجہ سے قرآن مجید میں اس جگہ نماز پڑھنے کی بطور خاص تلقین فرمائی۔

اس سے ثابت ہوا کہ وہ مقام اور جگہیں جن کے ساتھ اللہ کے محبوب بندے کی نسبت ہو جائے نہایت قابل احترام اور باعث ادب ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے ان کو متبرک جان کر اللہ کی بارگاہ میں بھی قبولیت دعا کے لئے وسیلہ بنایا جاتا ہے۔

(۶) حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے وسیلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔

آپ ﷺ کو پسینہ آیا اور میری والدہ ایک شیشی لے کر آئیں اور آپ ﷺ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی: یہ آپ ﷺ کا پسینہ ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے۔

(صحیح مسلم: ۲/ ۲۵۷، مسند احمد بن حنبل: ۳/ ۱۳۶)

وسیلے کی وسعت

وسیلہ کسی ایک چیز کا نہیں بلکہ مختلف طریقوں سے وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ وسیلے کی وسعت کے بارے میں ذیل میں وضاحت موجود ہے۔

(الف) حضور ﷺ ...... وسیلہ ہیں

حضور نبی کریم، رؤوف الرحیم ﷺ کی ذات مبارکہ کے صدقے امت

کے مسائل حل ہوتے ہیں...... مصیبتیں دور ہوتی ہیں......عذاب ٹل جاتا ہے۔

(۱) امت سے عذاب کا ٹل جانا

اللہ جل شانہٗ کے نزدیک حضور نبی اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ بڑا ہی عظیم ہے۔آپ ﷺ کی عظمت و عالی مرتبت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں آپ ﷺ سے توسل جائز تھا اسی طرح بعد از وصال بھی مشروع ہے۔کوئی شرعی و عقلی دلیل ایسی نہیں جو بعد از وصال آپ ﷺ سے توسل پر مانع ہو۔قابل فہم بات یہ ہے کہ جب ہم اپنے اعمال کو بارگاہ ایزدی میں وسیلہ بنانا جائز سمجھتے ہیں تو پھر نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو بارگاہ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش کرنا طریق اولیٰ جائز امر ہے کیونکہ ہم آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر عمل کرتے ہوئے جو نیک اعمال کرتے ہیں وہ سنت رسول کہلاتے ہیں۔جب سنت سے توسل جائز ہوا تو اس ذات سے کیوں جائز نہیں جنہوں نے ہمیں یہ سنت عطا کی ہے۔آپ ﷺ بلاشبہ تمام مخلوقات میں سے افضل ترین ہیں اور ہمیں نیک اعمال کی ہدایت بھی تو آپ ﷺ کے وسیلہ سے نصیب ہوئی ہے۔

ہم پاک ہستیوں کا وسیلہ پکڑ کر فی الواقع اسی سے دعا کرتے ہیں اور اسی کو پکارتے ہیں۔اس امید کے ساتھ کہ وہ ذات ستودہ صفات اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین مخلوق اور پسندیدہ اعمال کے وسیلہ سے ہماری دعاؤں کو ضرور شرف قبولیت سے نوازے گا۔اور ہماری مشکلات و پریشانیوں کو دور کرے گا اور ہماری حاجات پوری فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (پ:۹،الانفال:۳۳)

اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیب مکرم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کررہے ہوں۔

پہلی امتیں جب اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے تمام حدود تجاوز کر جاتیں اور حق کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کردیتیں تو عذاب الٰہی کی گرفت میں آجاتیں۔ کسی قوم پر پتھر برسائے گئے...... کسی قوم کی صورتیں مسخ کردی جاتیں...... کسی قوم کو سیلاب سے غرق کردیا گیا۔ طرح طرح کے عذاب ان پر مسلط کیے گئے۔

مگر اللہ رب العزت نے جب اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو اس دنیا میں بھیجا تو نظام کائنات کو بدل دیا...... قانون وضابطے تبدیل ہو گئے۔ اور آپ ﷺ کی امت سے عذاب اٹھا لیا گیا اور پھر اسی پر بس نہیں کیا کہ مومنین ومسلمین محفوظ ہوئے بلکہ کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے بھی دنیاوی عذاب اٹھا لیا گیا۔

اور یہ عذاب کا اٹھانا ایک خاص وقت کے لیے نہیں بلکہ ابد الاباد تک سرکار دو جہاں ﷺ کی نبوت ورسالت کے ساتھ لازم کردیا گیا ہے۔

(۲) حضور ﷺ کے صدقے رب کی عطاء

ارشاد خداوندی ہے:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○ (پ:۱۵،بنی اسرائیل:۲۰)

ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان (طالبان دنیا) کی بھی اور ان (طالبان آخرت) کی بھی۔ (اے حبیب مکرم! یہ سب کچھ) آپ کے

رب کی عطا سے ہے اور آپ کے رب کی عطا (کسی کے لئے) ممنوع اور بند نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ کے دوسرے جزو میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے محبوب! ہم یہ اعلان کر دینا چاہتے ہیں کہ جس کو جو کچھ عطا ہوتا ہے اور جس کو بھی نوازا جاتا ہے اور جس پر جو بھی نوازشات وعنایات کی جاتی ہیں، وہ سب کچھ تیرے رب کی عطا ہے۔

؎ کسی کو کچھ نہیں ملتا تری عطا کے بغیر
خدا بھی کچھ نہیں دیتا تری رضا کے بغیر
رب ہے معطی قاسم ہیں ہمارے پیارے نبی
ہم کب کہتے ہیں، نبی دیتے ہیں عطائے خدا کے بغیر

(۳) محبت رسول......وسیلۂ جنت

ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ حضور نبی اکرم ﷺ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہ تو میں نے بہت زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی بے شمار روزے رکھتے ہیں مگر اتنی بات ضرور ہے۔ کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: (قیامت کے دن) انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور تیرا حشر بھی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تجھے محبت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو جتنی خوشی اس بات سے ہوئی، میں نے

انہیں کسی اور بات سے اتنا خوش ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

(جامع ترمذی: ۲/۶۱، مسند احمد بن حنبل: ۳/۲۰۰، ۱۷۸، ۱۶۸، ۱۵۴)

تشریح وتوضیح

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ کے محبوب اور مقبول بندوں کی محبت، باری تعالیٰ کے لطف وکرم کے لئے وسیلہ بن جاتی ہے اور بندہ جب اس کے حضور دست سوال دراز کرتا ہے۔ تو وہ زبان حال سے یوں کہہ رہا ہوتا ہے: میرے مولا! مجھے جو تیرے حبیب مکرم ﷺ سے محبت ہے، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاء وصلحاء سے صرف تیری خاطر جو محبت ہے، میں اس عمل محبت کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں ان کے صدقے سے میری فلاں حاجت پوری کردے۔ بندے کا اللہ کے مقبولین کے ساتھ یوں اظہار محبت اللہ کے ہاں مقبول عمل ہے اور یہی عمل بندے کے لئے وسیلہ بنتا ہے۔

(ب) صحابہ کرام علیہم الرضوان ...... وسیلہ ہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کی محبت میں رہا ہو؟ پس وہ لوگ کہیں گے: ہاں، تو انہیں (ان صحابہ کرام کے توسل سے) فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں، پھر انہیں (ان تابعین کے توسل سے) فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا

زمانہ آئے گا کہ ایک کثیر جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صحبت پانے والوں کی صحبت پائی ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ ہاں! تو انہیں (تبع تابعین کے توسل سے) فتح دے دی جائے گی۔

(صحیح بخاری: ۳/۱۳۳۵، الرقم: ۳۴۴۹، صحیح مسلم: ۴/۱۹۶۲، الرقم: ۲۵۳۲، مسند احمد بن حنبل: ۳/۷، الرقم: ۱۰۵۶)

(ج) اولیاء اللہ...... وسیلہ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے، انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ، ایسے بھی ہیں جو درختوں کے پتے گرنے تک کو لکھتے ہیں، پس تم میں سے جب کوئی کسی جگہ (کسی بھی مشکل میں) جائے، جہاں بظاہر اس کا کوئی مددگار بھی نہ ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ پکار کر کہے:

عباد الله، أغيثونا أو أعينونا رحمكم اله

اے اللہ کے بندو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، ہماری مدد کرو، تو پس اس کی مدد کی جائے گی۔ ایک اور روایت میں ہے: بے شک زمین پر اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جنہیں حفظة (حفاظت کرنے والے) کا نام دیا جاتا ہے، اور جو زمین پر گرنے والے درختوں کے پتوں تک کو لکھتے ہیں، پس جب تم میں سے کوئی کسی جگہ محبوس ہو جائے یا کسی ویران جگہ پر اسے کسی مدد کی ضرورت ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ یوں کہے:

أَعِينُوْنَا، عِبَادَ اللهِ، رَحِمَكُمُ اللهُ

اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، ہماری مدد کرو، پس اگر اللہ تعالیٰ

نے چاہا تو اس شخص کی (فوراً) مدد کی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶/۹۱، الرقم:۲۹۷۲۱، شعب الایمان:۶/۱۲۸، الرقم:۷۶۹۷، ایضاً:۱/۱۸۳، الرقم:۱۶۷)

(د) نماز...... وسیلہ ہے

مومنین کا مقصود حیات اپنے خالق حقیقی اور معبود اصلی کے قرب اور اس کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ نوافل کے دسیلے سے بندے کو اللہ رب العزت کا قرب بھی ملتا ہے اور اپنے رب کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حدیث قدسی میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

جب بندہ فرائض ادا کر کے نوافل کو ہمیشہ پڑھتا ہے تو اللہ اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور جب وہ اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو اللہ اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے وہ پیر ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور فرماتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اس کو اپنی پناہ میں لوں گا۔

(صحیح بخاری:۱/۷۶، صحیح مسلم:۱/۲۳۵، سنن نسائی:۱/۸۱، جامع ترمذی:۲/۱۱۰، مسند احمد بن حنبل:۲/۳۷۹)

تشریح وتوضیح

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ولی اور نبی سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی دعا ضرور قبول فرمائے گا، اور ان کی دعا رد نہیں فرمائے گا اور ان کا اللہ پر یہی حق ہے، اور یہی ان کی اللہ کی بارگاہ میں وجاہت اور حرمت ہے اس لیے انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا، یا ان سے دعا کرنے کی درخواست کرنا

صحیح ہے۔ (تبیان القرآن:۳/۱۷۳)

(ہ) صبر......وسیلہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (پ:۲، البقرہ:۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ (ہوتا) ہے۔

دنیا میں رہتے ہوئے انسان کو رنج وغم اور مصیبت والم سے کم وبیش دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔ قرآن نے مسلمانوں کو صبر کی ایک ڈھال دی ہے کہ صبر کے وسیلے سے مصائب وحوادثات کے بے رحم حملوں سے اپنا بچاؤ کیا جا سکتا ہے۔ صبر کے وسیلے سے مشکلات میں اللہ کریم کی تائید ونصرت نصیب ہوتی ہے۔

(و) درود پاک......وسیلہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر میری قبر کے نزدیک درود پڑھا، اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو اسے مجھ تک پہنچا دیتا ہے اور اس درود کے سبب وہ اس شخص کی دنیا اور آخرت کے معاملہ (کی اصلاح) کے لیے کافی ہے اور میں (قیامت کے دن) اس کے حق میں گواہ اور شفیع ہوں گا۔ (شعب الایمان:۲/۲۱۸، الرقم:۱۵۸۳)

ایک اور جگہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا، وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ .

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر صبح اور شام کے وقت دس دس بار درود پڑھا، قیامت کے دن اسے میری شفاعت حاصل ہو گی۔ (الترغیب والترہیب: ۱/۲۶۱، الرقم: ۹۸۷)

(ذ) بیٹیاں......وسیلہ ہیں

قبل از اسلام لوگ بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے اور بیٹی کی پیدائش پر افسردہ ہو جاتے تھے۔ قرآن حکیم میں اس کا ذکر اس طرح ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۝

(پ:۱۴، النحل: ۵۸)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے۔

اسلام نے عورت کو ایسا مقام و مرتبہ دیا کہ جس کی مثال کسی اور معاشرے میں نہیں ملتی۔ عورت کا ہر رشتہ مثلاً ماں......بہن...... بیٹی قابل عزت ہو گیا۔ اسلام نے نہ صرف عورت کو عزت دی بلکہ بیٹیوں کی پرورش اور اچھی تربیت پر اجر عظیم کی خوشخبری بھی سنائی۔ بیٹیوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی بہترین پرورش والدین کے لیے جہنم کی آگ سے آزادی کا وسیلہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، وہ مجھ سے کچھ مانگتی تھی۔ اس نے ایک کھجور کے سوا میرے پاس کچھ نہ پایا، میں نے اس کو وہی دے دی۔ اس نے کھجور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے میں نے

حضور ﷺ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو کوئی بیٹیوں کے ذریعے آزمایا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو یہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

(صحیح بخاری:۲/۸۸۷، صحیح مسلم:۲/۳۳۰)

(ح) اللہ کی خاطر محبت کرنے والے......وسیلہ ہیں

وہ لوگ جو اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن اللہ کے قرب کا وسیلہ بن جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دو آدمی اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں اور اگر ان میں سے ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو جمع کر دے گا اور اسے فرمائے گا: یہ وہ بندہ ہے جس کے ساتھ تو میری وجہ سے محبت رکھتا تھا۔

(شعب الایمان:۶/۴۹۲، مشکوۃ المصابیح:۴۲۷)

(ط) چھوٹا بچہ......وسیلہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دو مسلمان والدین میں سے کسی کے بھی تین بچے نابالغ فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان بچوں پر اپنی رحمت کے فضل کے سبب والدین کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ان بچوں سے کہا جائے گا:

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ

جنت میں داخل ہو جاؤ۔

تو وہ عرض کریں گے: (ہم اس وقت تک داخل نہیں ہوں گے) یہاں تک کہ

ہمارے والدین داخل ہو جائیں؟ پس ان سے کہا جائے گا: تم اور تمہارے والدین جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(سنن نسائی: ۴/۲۵، الرقم: ۱۸۷۶، مسند احمد بن حنبل: ۲/۵۱۰، الرقم: ۱۰۶۲۲، مسند ابو یعلیٰ: ۱۰/۴۶۴، الرقم: ۶۰۷۹)

وسیلے پر دلائل

وسیلے پر عقلی اور نقلی دلائل درج ذیل ہیں:

(الف) وسیلے پر نقلی دلائل

قرآن وحدیث کے جمیع احکام اور عمل صحابہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے کام آنا...... ایک دوسرے کا وسیلہ و مدد مانگنا...... اور مدد کرنا جائز ہے۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ بندہ زندہ ہو یا قبر میں آرام کر رہا ہو دونوں صورتوں میں وہ اپنے وجود پر قطعاً مطلق طور پر با اختیار نہیں ہوتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اختیارات ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم استعمال کرتے اور دنیا بھر کے معاملات سرانجام دیتے ہیں۔ یہ اختیارات اللہ رب العزت کی عطا سے قائم ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں چند ایک مزید دلائل پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

وسیلے پر دلائل...... قرآن کی روشنی میں

(۱) ذکر الٰہی کے وسیلہ سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے

ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ

فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ قف وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف

(پ:۳، آل عمران:۱۳۵)

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے۔

تشریح و توضیح

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان جب گناہوں میں مبتلا ہو جائے اور اس کا دامن عصیاں سے آلودہ ہو جائے تو ایسی صورت حال میں ذکر الٰہی سے توسل، اس کی بخشش و مغفرت کا سبب بن جاتا ہے۔ آیۂ مذکورہ میں ذکر الٰہی کو گناہوں کی معافی کا وسیلہ ٹھہرایا گیا ہے۔

(۲) حضرت جبرائیل وسیلہ بن رہے ہیں

حضرت جبرئیل علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے اذن سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس انسانی روپ میں آئے تو ان سے کہا:

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (پ:۱۶، مریم:۱۹)

میں تو فقط تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں (اس لیے آیا ہوں) کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

اس آیت کریمہ میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام عطاء فرزند کی نسبت اپنی طرف کر رہے ہیں جو کہ ظاہری اسباب کے بغیر ہے یعنی باپ کے بغیر صرف پھونک مارنے سے بچہ عطا کرنا یہ مافوق الاسباب چیز ہے مگر اس میں اللہ کا مقرب فرشتہ جبرئیل علیہ السلام وسیلہ بن رہے ہیں۔ لہٰذا ایک خود ساختہ عقیدے کی بناء پر

آیات قرآنی کی حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا توسل ایک مشروع قرآنی حقیقت ہے۔

وسیلے پر دلائل......حدیث کی روشنی میں

احادیث کی روشنی میں وسیلے پر دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) کنوئیں کا پانی بڑھ گیا

صحابی رسول حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی۔ مجھے خبر ملی کہ آپ میری قوم کی طرف لشکر بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ لشکر کو واپس بلا لیں میں اپنی قوم کے اسلام لانے اور اطاعت قبول کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا ہی کرو۔ انہوں نے اپنی قوم کی طرف خط لکھا تو ان کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی۔

اس کے بعد وہ طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا ایک کنواں ہے، جب سردیوں کا موسم ہو تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہمیں پانی پینے کے لیے اردگرد (کے قبائل میں) جانا پڑتا ہے جبکہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور ہمارے اردگرد (کے قبیلے) سب ہمارے دشمن ہیں۔

آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کنویں کا پانی بڑھا دے تاکہ ہم اس کو جمع کر لیں اور ہمیں پانی پینے کے لیے ادھر ادھر نہ جانا پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

سات کنکریاں منگوائیں اور انہیں اپنے ہاتھ میں گھمایا اور پھر دعا فرمائی اور پھر فرمایا: ان کنکریوں کو لے جاؤ اور جب تم اپنے کنویں پر پہنچو تو ایک ایک کر کے ان کنکریوں کو اس میں ڈالتے جانا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا۔ حضرت حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا تو اس کے بعد (ہمارے کنویں کا پانی اتنا بڑھ گیا کہ) ہم اس کی تہہ کو کبھی نہ دیکھ سکے۔

(معارج السنن: ۲/۸۳۴، بحوالہ، تاریخ دمشق: ۳۴/۳۴۶، مسند حارث: ۲/۶۲۶، الرقم: ۵۹۸، مجمع الزوائد: ۵/۲۰۴)

(۲) کثرتِ سجود سے اپنے معاملے میں میری مدد کرو

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے استنجاء اور وضو کے لیے پانی لاتا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: (اے ربیعہ!) مانگو کیا مانگتے ہو۔ میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے علاوہ کچھ اور؟ میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے یہی خواہش ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (جنت تو عطا کر دی) اب تم کثرتِ سجود سے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم: ۱/۳۵۳، الرقم: ۴۸۹، مسند احمد بن حنبل: ۴/۵۹، الرقم: ۱۶۶۲۸، سنن ابوداود: ۲/۳۵، الرقم: ۱۳۲۰، سنن نسائی: ۲/۲۲۷، الرقم: ۱۱۳۸)

(ب) وسیلے پر عقلی دلائل

دنیاوی امور میں وسیلہ تلاش کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں میں یہ عادت پیدا کرنے کے لیے ہی ہر چیز وسیلہ ہی سے عطا فرمائی۔ مثلاً

انسانوں کی ہدایت کے لیے	نبیوں کو وسیلہ بنایا
انبیاء کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے	حضرت جبرائیل کا وسیلہ اختیار کیا
اپنے محبوب پر قرآن کے نزول کے لیے	حضرت جبرائیل کا وسیلہ اختیار کیا
دین کی تبلیغ کے لیے	اولیاء و علماء کو وسیلہ بنایا
دین غالب رکھنے کے لیے	مجاہدین کو وسیلہ بنایا

غرض اللہ قادر مطلق ہے وہ ذرائع و وسائل کا محتاج نہیں اس نے صرف بندوں پر ان کی اہمیت ظاہر کرنے اور ان کی تعلیم دینے کے لیے استعمال فرمایا۔ اسی طرح دنیا میں انسان بھی ایک دوسرے سے مدد طلب کرتے ہیں اور وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً

بیمار	ڈاکٹر کو وسیلہ بناتا ہے
غریب و تنگدست	امیر و دولت مند کو وسیلہ بناتا ہے
رزق کے حصول کے لیے	محنت کو وسیلہ بنایا جاتا ہے
جہالت دور کرنے کے لیے	عالموں کو وسیلہ بنایا جاتا ہے
علم کے حصول کے لیے	عالموں کو وسیلہ بنایا جاتا ہے
دشمن پر غلبہ کے لیے	اسلحہ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے
فتح و کامرانی کے لیے	افرادی قوت کو وسیلہ بنایا جاتا ہے
نوزائیدہ بچہ دودھ حاصل کرنے کے لیے	چلانے، رونے کو وسیلہ بناتا ہے
بچے کی پرورش کے لیے	والدین کو وسیلہ بنایا جاتا ہے
کمزور	طاقتور کو وسیلہ بناتا ہے
نقل و حمل کے لیے	ٹرانسپورٹ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے

جبکہ حقیقی طور پر شفاء اللہ دیتا ہے...... دولت اللہ دیتا ہے...... رزق اللہ

دیتا ہے...... روشنی اللہ دیتا ہے...... علم اللہ دیتا ہے...... دشمن پر فتح اللہ دیتا ہے...... پرورش کرنے والا اللہ ہے...... ایک جگہ سے دوسری جگہ اللہ لے کر جاتا ہے۔

اسی طرح روزمرہ کے معاملات میں غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ وسیلہ انسان کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً

بجلی کے حصول کے لیے مختلف قسم کے وسیلے اختیار کیے جاتے ہیں۔ بجلی گھر سے بجلی مختلف طریقوں سے ہم تک پہنچتی ہے...... اسی طرح کسی وزیر سے ملنا ہو تو اس کے سیکرٹری یا تعلق والے بندے کو وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ عدالت میں فیصلہ کے لیے وکیل کو وسیلہ بنایا جاتا ہے...... ڈگریوں کے حصول کے لیے امتحانات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے۔

غرض انسان کی زندگی کا پہیہ وسیلہ کے بغیر کامیابی سے نہیں چل سکتا۔

وسیلہ...... ایک نظر میں

اگر ایمانداری سے وسیلے کا جائزہ لیا جائے۔ اپنوں اور غیروں کے نظریات پڑھے جائیں تو ہر حال میں دلائل...... وسیلے کے حق میں ہی ملتے ہیں۔ آیئے لیتے ہیں ایک جائزہ:۔

(الف) وسیلہ...... صحابہ کی نظر میں

(۱) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا وسیلہ تلاش کرنا

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن (تیر لگنے سے) ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی اور آنکھ کی سیاہی چہرے پر بہہ گئی۔ دیگر صحابہ نے اسے کاٹ دینا چاہا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے منع فرما دیا۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرما کر آنکھ کو دوبارہ اس مقام پر رکھ دیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ اس طرح ٹھیک ہو گئی کہ معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ کون سی آنکھ کو تکلیف پہنچی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ:-

فَكَانَتْ أَحْسَنَ عَيْنَيْهِ وَ أَحَدَّهُمَا .

یہ آنکھ ان کی دوسری آنکھ سے بھی حسین تر اور زیادہ بصارت رکھنے والی تھی۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۳/۱۲۰، الرقم: ۱۵۴۹، مستدرک حاکم: ۳/۳۳۴، الرقم: ۵۲۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۴۰۰، الرقم: ۳۲۳۶۴)

درسِ عمل

صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا ان کا ایمان تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ سے جو مانگا جائے وہ ضرور ملتا ہے۔ اس لیے جب بھی ان پر کوئی مصیبت آتی وہ سرکار دو جہاں ﷺ کے در پر حاضر ہو جاتے اور اپنا مدعا پیش کرتے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ دیگر صحابہ نے اس آنکھ کو کاٹ دینے کا فیصلہ کیا مگر حضور ﷺ کے دست وسیلہ سے ان کی آنکھ ٹھیک ہو گئی۔

(۲) اللہ کریم نے کراماً کاتبین کے علاوہ بھی فرشتے مقرر کیے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں۔ جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو۔

(تبیان القرآن: ۱/۲۰۱، بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰/۳۹۰)

(ب) وسیلہ...... صالحین کی نظر میں

حضرت عتبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک اعرابی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ (پھر عرض کیا:) میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے اور اے حبیب! اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے۔ تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

یا رسول اللہ! بے شک میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے اور اپنے رب کے ہاں آپ کو وسیلہ بنانے کے لئے آیا ہوں۔ پھر وہ صحابہ کرام کے سامنے اپنا حال دل عرض کرنے لگا:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهٗ
فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ

اے وہ بہترین ہستی! جن کی مبارک استخوان اس بابرکت زمین میں مدفون ہیں۔ پس ان کے جسد اقدس کی پاکیزہ خوشبو سے اس زمین کے ٹکڑے اور ٹیلے بھی معطر و پاکیزہ ہیں۔

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهٗ
فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

یا رسول اللہ! میری جان اس روضہ اقدس پر فدا ہو جس میں آپ آرام فرما ہیں اور آپ ﷺ اپنی اس قبر انور میں پارسائی اور جودو کرم کا

سرچشمہ اور منبع ہیں (جیسے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں تھے)

پھر حضرت عتبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ اعرابی (روتا ہوا وہاں سے) چلا گیا اور میری آنکھ لگ گئی، تو میں اسی وقت خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا، اے عتبی! فوراً اس اعرابی کے پاس جاؤ اور اسے یہ خوشخبری سناؤ۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن:۵/۲۶۵، تفسیر ابن کثیر:۱/۵۱۹-۵۲۰)

(ج) وسیلہ...... یہود کی نظر میں

سرکار دو جہاں ﷺ کی ولادت سے قبل یہود اپنے مقابل مشرکین عرب پر فتح حاصل کرنے کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے اور ان کو غلبہ حاصل ہوتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (پ:۱، البقرہ:۸۹)

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (توراۃ) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔ جو ان کے پاس موجود تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب قرآن کے ساتھ

تشریف لے آیا جسے وہ پہلے ہی سے پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہو گئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

نکتہ

بات چونکہ حضور نبی اکرم کی عظمت و رفعت اور نبوت و رسالت کے انکار سے متعلق تھی اس لئے شعلۂ غضب الٰہی بھڑک اٹھا، اور وہ ملعون قرار پائے۔ حالانکہ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر کفار کا ذکر آیا ہے مگر لعنت کا ذکر ہر مقام پر نہیں آیا کیونکہ اس کا ذکر اس جگہ آتا ہے۔ جہاں باری تعالیٰ کا غضب جوش مارنے لگے۔ اور وہ جرم نا قابل معافی اور شدید مقام ناراضگی ہو۔

ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

أَنَّ يَهُوْدَ كَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَبْلَ مَبْعَثِهٖ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔

(دلائل النبوۃ: ۱/ ۵۲، الرقم: ۴۴، تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۲۵، تفسیر در منثور: ۱/ ۲۱۷)

(د) وسیلہ..... علماء دیوبند کی نظر میں

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: اور حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاجت روا نہ سمجھے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، کسی نبی یا ولی وغیرہ کو وسیلہ قرار دے کر اللہ سے دعا مانگنا اس کے منافی نہیں۔

(تبیان القرآن: ۱/ ۲۰۵، بحوالہ معارف القرآن)

شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اولیاء کی نسبت یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم و تصرف دیدے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی مصرف ہے۔ اولیاء ظاہر میں مصرف ہی معلوم ہوتے ہیں، عین حالت کے کرامت و تصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے۔

(تبیان القرآن: ۱/۲۰۴، بحوالہ، فتاویٰ رشیدیہ، ص: ۴۹)

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِیْ وَلِیًّا مُرْشِدًا فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِیْ

صفت میزبانی......
اہل ایمان کی نشانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ ○ الَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ ○ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بُدُوْرِ الدُّجٰى ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ○

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهٖ
وَاللَّيْلُ دَجٰى مِنْ وَّفْرَتِهٖ
كَنْزُ الْكَرَمِ مَوْلَى النِّعَمِ
هَادِى الْاُمَمِ لِشَرِيْعَتِهٖ

نعت شریف

میں طیبہ کو جاؤں یہ جی چاہتا ہے
مقدر جگاؤں یہ جی چاہتا ہے
حرم کے حسیں سبز گنبد کے جلوے
نظر میں بساؤں یہ جی چاہتا ہے
در مصطفیٰ ﷺ پر نہایت ادب سے
میں سر کو جھکاؤں یہ جی چاہتا ہے
میں قدموں میں بچھ جاؤں شاہ امم ﷺ کے
اور آنسو بہاؤں یہ جی چاہتا ہے
نہیں کوئی سنتا جو فریاد میری
نبی ﷺ کو سناؤں یہ جی چاہتا ہے
اگر ہو سکے تو میں روضے کی جالی
ذرا چوم آؤں یہ جی چاہتا ہے
جو الیاس مجھ کو وہ چاکر بنا لیں
تو واپس نہ آؤں یہ جی چاہتا ہے

☆☆☆

ابتدائیہ

ضیافت و مہمان نوازی کرنا مکارم اخلاق، آداب اسلام اور انبیاء اور صلحاء کی سنتوں اور ان کے طریقوں میں سے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مہمان نوازی کی۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ عموماً اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب تک ان کے پاس کوئی نہ کوئی مہمان نہ آجاتا تھا قرآن مجید میں ہے کہ جب فرشتے انسانی شکل میں آپ کے پاس آئے تو آپ نے بچھڑا بھون کر ان کی ضیافت کی۔

اسلام کے مزاج میں احسان و مروت کو بڑا دخل ہے۔ یہ مہمان داری اور ضیافت کا اہتمام اس کا ایک حصہ ہے یہ ایک اخلاقی صفت ہے۔ جس کی ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔

مہمان نوازی کی اہمیت

احادیث مبارکہ میں مہمان نوازی کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ کسی کو کھانا کھلانا ایک بہترین عمل ہے...... مہمان کے عزت واحترام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے...... کیونکہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔

(۱) سب سے بہتر کون ہے؟

حضرت حمزہ بن صہیب اپنے والد سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صہیب سے فرمایا: تمہارے اندر کھانے کے معاملے میں بے اعتدالی ہے تو انہوں نے جواباً عرض کی۔ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو فرماتے سنا:

"خِيَارُكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ۔"

تم میں بہتر وہ ہے جو کھانا کھلائے۔ (مسند امام احمد: ۷/۹۲۴، الرقم: ۲۴۴۲۲)

(۲) سب سے اچھا عمل

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے سرکار دو جہاں رحمت عالمین ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام اچھا ہے؟ فرمایا کھانا کھلاؤ اور ہر جانے انجانے شخص کو سلام کرو۔

(صحیح بخاری: ۴/۱۴۵، الرقم: ۶۲۳۶، صحیح مسلم، ص: ۴۰، الرقم: ۶۳- (۳۹)، سنن ابوداؤد: ۵/۲۲۸، الرقم: ۵۱۹۴، سنن ابن ماجہ: ۴/۴، الرقم: ۳۲۵۳، سنن نسائی: ۴/۴۸۱، الرقم: 5015)

(۳) جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے...... وہ مہمان کی عزت کرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

(شرح صحیح مسلم: ۱/۴۵۶، شرح موطا امام محمد: ۳/۶۳۲، علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ (اردو)، ص: ۱۷۷)

(۴) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ گروی رکھ کر ضیافت کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر اس کی ضیافت کی۔ (شرح صحیح مسلم: ۱/۴۵۷)

(۵) مہمان کی خاطر...... بچوں کو بھوکا سلا دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا (اور اس نے کہا: میں بھوک اور فاقہ سے ہوں) آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا، انہوں نے کہا: ہمارے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون اس شخص کو اپنے ساتھ ملائے گا، یا فرمایا: کون اس کی مہمان نوازی کرے گا؟

انصار کے ایک مرد نے عرض کیا: "میں" اور وہ اس مہمان کو اپنے ساتھ گھر والوں کی طرف لے گئے اور اپنی بیوی سے جا کر کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے، اس کی عزت اور خاطر مدارات کیجئے، بیوی نے کہا: ہمارے پاس تو بچوں کے

کھانے کے سوا کچھ نہیں ہے، اس نے کہا: تم کھانا تیار کرنا، چراغ جلانا، رات کو کھانا کھانے کا ارادہ کریں گے تو بچوں کو سلا دینا۔

چنانچہ اس نے کھانا تیار کیا، چراغ روشن کیا اور بچوں کو سلا دیا، پھر اٹھی گویا کہ وہ چراغ کو ٹھیک کرنے لگی ہے اور اس کو بہانے سے بجھا ڈالا اور دونوں میاں بیوی ایسا ظاہر کرنے لگے، جیسے وہ مہمان کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں اور وہ رات بھوکے ہی سو گئے، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: آج رات اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق ضحک فرمایا، یا فرمایا: تم دونوں کے اس عمل پر بہت خوش ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔

"وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝" (پ:۲۸، الحشر:۹)

اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہی ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں۔

(علامہ ابن جوزی، کتاب: البر والصلۃ، (اردو)، ص:۱۷۷)

مہمان نوازی...... سنت انبیاء ہے

مہمان نوازی کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ تمام انبیاء کرام لوگوں کے لیے دعوت کا اہتمام کرتے تھے اور اللہ کی رحمت حاصل کرتے تھے۔

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مہمان نوازی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی اہل ایمان کے لیے عظیم مثال ہے۔ اور مومنین کے لیے اسوۂ کامل ہے کہ مہمان نوازی کرنے سے اللہ کا قرب ملتا ہے۔

(۱) سنت ابراہیمی پر عمل کرنے والا نوجوان

سلیمان القرشی کا بیان ہے کہ یمن کی گزرگاہوں پر میں جانب منزل رواں دواں تھا کہ راستے میں مجھے ایک لڑکا ملا جس نے اپنے دونوں کانوں میں دو بالیاں پہن رکھی تھیں۔ ہر بالی میں قیمتی نگینہ لگا ہوا تھا جس کی چمک سے اس کا چہرہ مزید پر رونق نظر آرہا تھا وہ چند اشعار کے ذریعے اپنے پروردگار کی تعریف وتوصیف بیان کرر ہا تھا۔ میں نے اسے یہ شعر گنگناتے ہوئے سنا:

مَلِيْكٌ فِي السَّمَاءِ بِهٖ اِفْتِخَارِيْ

عَزِيْزُ الْقَدْرِ لَيْسَ بِهٖ خَفَاءُ

''آسمان میں جو بادشاہ ہے اسی کے ذریعے مجھے عزت وافتخار حاصل ہے وہ نرالی شان والا ہے، کائنات کی کوئی چیز اس سے ڈھکی چھپی نہیں۔''

میں نے اس کے قریب ہو کر اسے سلام کیا۔

اس نے کہا: میں تمہارے سلام کا جواب اس وقت تک نہیں دے سکتا جب تک کہ تم میرا حق نہ دے دو جو تم پر واجب ہے۔

میں نے پوچھا: بھلا تمہارا کون سا حق مجھ پر ہے؟

لڑکے نے کہا: میں ابراہیم خلیل علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے والا ایک لڑکا ہوں۔ میرا روزانہ کا معمول ہے کہ میں کھانا اس وقت تک نہیں کھاتا جب تک کہ میل دو میل کی مسافت تک کسی مہمان کی تلاش میں نہ نکلوں جو میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو سکے۔

میں نے لڑکے کی بات مان لی۔ اس نے پرجوش انداز میں مجھے خوش آمدید کہا۔ جب ہم اس کے جانوروں کے بالوں سے بنے خیمے کے قریب پہنچے تو اس

نے بآواز بلند پکارا: ''بہن، بہن!''

آواز سن کر لبیک کہتی ہوئی ایک نوجوان دوشیزہ خیمے سے باہر نکلی۔

لڑکے نے کہا: ہمارے اس مہمان کی خاطر تواضع کا بندوبست کرو۔

لڑکی نے جواب دیا: ذرا صبر کرو تاکہ میں اپنے مولا کریم کے دربار میں شکرانے کی نماز پڑھ لوں جس نے ہمیں اس مہمان کی مہمان نوازی کا موقع عنایت فرمایا۔

پھر وہ دوشیزہ کھڑی ہوئی اور شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی۔ لڑکے نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خیمے کے اندر بٹھایا اور چھری لے کر بکری کے ایک بچے کی طرف بڑھا اور اسے ذبح کیا۔ خیمے میں بیٹھنے کے دوران میری نگاہ دوشیزہ پر پڑی جو بہت ہی حسین و جمیل اور پر رونق شکل و صورت کی مالک تھی۔ میں کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے میری دردیدہ نگاہ کو بھانپ لیا اور بول اٹھی: ارے، کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا تمہیں وہ حدیث معلوم نہیں جو ہم تک نبی کریم ﷺ کی جانب سے پہنچی ہے:

اِنَّ زِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ ۔

''آنکھوں کا زنا غیر محرم کی طرف دیکھنا ہے؟''

یہ حدیث سنا کر تمہیں شرمسار کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے میرا مقصد تمہیں ادب سکھلانا ہے تاکہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرو۔

جب سونے کا وقت ہوا تو میں اور لڑکا خیمے کے باہر سوئے اور لڑکی نے خیمے کے اندر رات گزاری۔ میں نے رات کو نرم، گداز اور سریلی آواز میں قرآن کریم کی تلاوت سنی۔ صبح کو میں نے لڑکے سے پوچھا: ''یہ آواز کس کی تھی؟''

لڑکے نے بتایا: ''وہ بہن ہے جو رات بھر قرآن پڑھتی رہی۔''

میں نے کہا: ''اے لڑکے! تم اپنی بہن سے کہیں زیادہ اس عمل کے مستحق ہو، کیونکہ تم مرد ہو اور وہ عورت۔''

لڑکا میری بات سن کر مسکرایا اور بولا: ''افسوس ہے تجھ پر اے جوان! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس عمل کا دارومدار توفیق الٰہی پر ہے؟ اگر اللہ نے توفیق دی تو آدمی کامیاب، بصورت دیگر ذلیل ورسوا۔''

(مسلم خواتین کی اعلیٰ اقدار کے روشن تذکرے، ص:۱۷۹، بحوالہ، روضۃ العقلاء ونزہۃ الفضلاء، ص:۲۵۹-۲۶۰)

درسِ ہدایت

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے کاموں کے لیے پسند فرماتا ہے۔ نیکی اور بھلائی کے کام کرنا...... قرآن کریم کی تلاوت کرنا...... دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونا...... دین کی ترویج واشاعت میں حصہ لینا...... مہمان نوازی کرنا...... سنت انبیاء پر عمل کرنا...... یہ سب توفیق الٰہی سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندے انبیاء کرام علیہم السلام اور اسلاف کے طریقوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کو راضی بھی کرتے ہیں اور دنیا وآخرت میں کامیابی بھی حاصل کرتے ہیں۔

(ب) سرکار دو جہاں ﷺ اور مہمان نوازی

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب ﷺ ایسے شفیق اور کریم مہربان مہمان نواز تھے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں اپنے تو اپنے غیر بھی مہمان بنتے اور اپنے دل کو ایمان کے نور سے بھر کر لے جاتے تھے۔

(۱) ستر پینے والے ہیں...... دودھ کا ایک پیالہ ہے

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس خدا عزوجل کی قسم جس کے سوا

کوئی معبود نہیں میں بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ زمین پر رکھتا اور بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا ایک دن میں اس راستے بیٹھ گیا جس سے لوگ باہر جاتے تھے۔ جانِ دو عالم ﷺ میرے پاس سے گزرے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرا چہرہ دیکھ کر میری حالت سمجھ گئے۔ فرمایا، اے ابو ہریرہ! میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ (عزوجل و ﷺ) فرمایا، میرے ساتھ آجاؤ۔ میں پیچھے پیچھے چل دیا۔

جب شہنشاہ بحر و بر، مدینے کے تاجور، ساقیٔ حوضِ کوثر حبیب داور عزوجل و ﷺ اپنے مبارک گھر پر جلوہ گر ہوئے تو اجازت لے کر میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ سرور کائنات، شاہ موجودات ﷺ نے ایک پیالے میں دودھ دیکھا تو فرمایا، ''یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟'' اہل خانہ نے عرض کی، فلاں صحابی یا صحابیہ نے آپ ﷺ کے لئے ہدیۃً بھیجا ہے۔ فرمایا، ابو ہریرہ! میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ (عزوجل و ﷺ) فرمایا، جا کر اہل صفہ کو بلا لاؤ۔''

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ اہل صفہ علیہم الرضوان اسلام کے مہمان ہیں، نہ ان کو گھر بار سے رغبت ہے نہ مال و دولت سے اور نہ وہ کسی شخص کا سہارا لیتے ہیں۔ جب محبوب رب ذوالجلال عزوجل و ﷺ کے پاس صدقہ کا مال آتا تو آپ ﷺ وہ مال ان اصحاب صفہ علیہم الرضوان کی طرف بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپ ﷺ ان کے پاس بھیجتے اس میں سے خود بھی استعمال کرتے اور ان کو بھی شریک فرماتے۔

مجھے یہ بات گراں سی گزری اور دل میں خیال آیا، اہل صفہ علیہم الرضوان کا اس دودھ سے کیا بنے گا، میں اس کا زیادہ مستحق تھا کہ اس دودھ سے چند گھونٹ پیتا اور کچھ قوت حاصل کرتا۔ جب اصحاب صفہ علیہم الرضوان آجائیں گے تو سرکار

نامدار ﷺ مجھے ہی ارشاد فرمائیں گے، کہ ان کو دودھ پیش کرو۔ اس صورت میں بہت مشکل ہے کہ دودھ کے چند گھونٹ مجھے میسر ہوں۔ لیکن اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر چارہ نہ تھا۔ میں اصحاب صفہ علیہم الرضوان کے پاس گیا اور ان کو بلایا۔ وہ آئے، انہوں نے شہنشاہ عرب، محبوب رب عزوجل و ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور وہ گھر میں حاضر ہو کر بیٹھ گئے۔

میٹھے میٹھے آقا مدینے والے مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا، ''ابوہریرہ!'' میں نے عرض کی، لبیک یارسول اللہ (عزوجل و ﷺ) فرمایا، پیالہ پکڑو اور ان کو دودھ پلاؤ۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے پیالہ پکڑا۔ میں وہ پیالہ ایک شخص کو دیتا وہ سیر ہو کر دودھ پیتا اور پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا۔ حتیٰ کہ میں پلاتا پلاتا آقائے نعمت ﷺ تک پہنچا۔ اور تمام لوگ سیر ہو چکے تھے۔ سرکار ﷺ نے پیالہ لے کر اپنے دست اقدس پر رکھا۔ پھر میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا، اور فرمایا، ''ابوہریرہ!'' میں نے عرض کی۔

لبیک یارسول اللہ (عزوجل و ﷺ) فرمایا: اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ عرض کی، یارسول اللہ عزوجل و ﷺ آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ فرمایا، ''بیٹھو اور پیو'' میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پیو! میں نے پیا۔ آپ ﷺ مسلسل فرماتے رہے، ''پیو''

حتیٰ کہ میں نے عرض کی، نہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اب مزید گنجائش نہیں۔ فرمایا مجھے دکھاؤ۔ میں نے پیالہ پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، بسم اللہ پڑھی اور باقی دودھ نوش فرمالیا۔ (شمائل الرسول ۳/۱۹۲، السیرۃ الحلبیۃ ۳/۱۵۵، صحیح بخاری: ۷/۲۳۰، الرقم: ۶۴۵۲)

(۲) یارسول اللہ! دل صاف فرمادیجئے

ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک کافر مہمان آیا اس کے لیے بکری کا دودھ لایا گیا وہ سارے کا سارا پی گیا اس کے بعد دوسری بکری پھر تیسری حتیٰ کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا مگر حضور ﷺ نے اس کا برا نہ منایا۔ سیر ہو کر کھانا کھایا اور سو گیا۔ رات کو بستر پر پاخانہ کر دیا۔ شرم کے مارے صبح اٹھتے ہی حضور ﷺ سے اجازت لیے بغیر نکل گیا راستے میں پہنچا تو اسے خیال آیا کہ میں اپنی تلوار بھول آیا ہوں۔ جب تلوار لینے کے لیے واپس گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ امام الانبیاء حبیب کبریا ﷺ اس کی غلاظت کو خود صاف فرما رہے ہیں۔ اس عادت کریمہ کو دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا فوراً کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں آ گیا۔

(شعب الایمان (مترجم)، ص: ۴۹۵)

(۳) وصال اقدس کے بعد ضیافت

حضرت سیدنا ابو عبد الرحمٰن سلمی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے منقول ہے، حضرت سیدنا منصور بن عبد اللہ اصبہانی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو الخیر اقطع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''ایک مرتبہ جب میں مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفًا و تعظیمًا گیا تو مسلسل پانچ دن کا فاقہ تھا، پانچ دن سے ایک لقمہ بھی نہ کھایا تھا اب جان لبوں پر آ چکی تھی۔ چنانچہ میں حضور سید المبلغین، جناب رحمۃ للعلمین ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے روضۂ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا، پھر امیر المؤمنین حضرت سیدنا صدیق اکبر اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سلام عرض کیا، پھر پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں فریاد کی: میرے آقا! میرے سردار ﷺ آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔''

اتنا کہہ کر میں آپ ﷺ کے منبر شریف کے پیچھے جا کر سو گیا۔ سر کی آنکھیں تو کیا بند ہوئیں، دل کی آنکھیں کھل گئیں، میرا سویا ہوا نصیب جاگ اٹھا، میرے مشکل کشا آقا اپنے غلام کی حالت زار دیکھ کر مشکل کشائی کے لئے تشریف لے آئے۔ خواب میں پیارے آقا ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ کے دائیں جانب امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق، بائیں طرف امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اور آپ کے سامنے امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حاضر تھے۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے مجھے بیدار کیا اور فرمایا: ''اٹھو! دیکھو! حضور ﷺ تشریف لائے ہیں۔ اتنا سنتے ہی میں اپنے رحیم و کریم آقا ﷺ کی طرف دوڑ پڑا اور آپ ﷺ کی مبارک پیشانی کا بوسہ لیا۔ پیارے آقا، مدینے والے مصطفیٰ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی اور تشریف لے گئے۔ میں نے ابھی آدھی روٹی ہی کھائی تھی کہ آنکھیں کھل گئیں، حضور ﷺ کی عطا کردہ بقیہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔''

(عیون الحکایات:۲/۱۹۸)

(ج) مہمان نوازی اور اسوۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مہمان نوازی کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ضیافت کے بارے میں چند واقعات درج ذیل ہیں۔

(۱) سعادت مند میزبان

اللہ کے رسول ﷺ کے گھر میں کئی دنوں سے کھانے کے لئے کچھ نہیں۔ آپ ﷺ کو بھوک لگی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کھانے کی تلاش میں گھر سے باہر

تشریف لائے ہیں۔ ادھر سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے گھروں میں بھی فاقہ ہے وہ بھی بھوک کی شدت میں اپنے اپنے گھروں سے باہر آئے ہوئے ہیں، کھانے پینے کی تلاش میں نکلے ہیں۔ ان کی بھی خواہش ہے کہ کھانے پینے کے لئے کچھ مل جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو پوچھا: ساتھیو! اس وقت تم اپنے گھروں سے کیوں نکلے ہو؟ دونوں نے بیک زبان عرض کیا: "(اَلْجُوْعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!)" "اللہ کے رسول ﷺ! بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں۔" خالی پیٹ ہیں، کھانے کی تلاش میں ہیں۔ ادھر اللہ کے رسول بھی ان سے فرما رہے ہیں: (وَاَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ) "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں بھی اسی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں جس وجہ سے تم دونوں نکلے ہو۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا: (قوموا) "چلو پھر اٹھو!" دونوں ساتھی آپ کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ آپ کے خاص وزراء ایک انصاری کے گھر کی طرف رواں دواں ہیں۔

اس دور میں باغات کے اندر ہی گھر بنے ہوتے تھے بعض باغات ایسے کہ پانی کا کنواں بھی باغ کے اندر ہی ہوتا تھا اللہ تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی کہ جب اللہ کے رسول ﷺ اس صحابی کے گھر تشریف لے گئے تو اس وقت وہ اپنے گھر پر نہ تھے۔ ان کی اہلیہ نے جب اللہ کے رسول ﷺ کو اور سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اپنے گھر کی دہلیز پر دیکھا تو بڑی خوشی سے کہنے لگی:

(مَرْحَبًا وَ اَهْلًا) "خوش آمدید، آپ لوگوں کا آنا مبارک ہو۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے خاوند کا نام لے کر پوچھا: (اَیْنَ فُلَانٌ)

فلاں کہاں ہے؟ کہنے لگی: وہ پانی لینے کے لئے گئے ہیں۔ بس ابھی آتے ہی ہوں گے۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ وہ صحابی پانی لیے ہوئے اپنے گھر واپس آ گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے دونوں ساتھی اس کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہیں، تو ان کی خوشی دیدنی تھی۔ اللہ اکبر! اس سے بڑی سعادت، اس سے بڑی خوش قسمتی کیا ہو گی کہ کائنات کے امام ان کے گھر تشریف لائے ہیں۔ بے اختیار کہنے لگے: (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ) ''اللہ تیرا شکر ہے۔''

(مَا أَحَدٌ الْيَوْمَ أَكْرَمَ أَضْيَافًا مِنِّيْ) ''آج مجھ سے زیادہ خوش بخت اور خوش قسمت کوئی نہیں کہ میرے گھر میں وہ معزز ترین مہمان تشریف لائے ہیں جن سے بڑھ کر اعلیٰ اور افضل اس کائنات میں کوئی نہیں۔'' جلدی سے مہمانوں کو اپنے گھر میں بٹھایا۔ گھر سے ملحق کھجوروں کا باغ تھا ایک کھجور پر چڑھے۔ جلدی سے ایک بڑا سا خوشہ کاٹ کر لے آئے۔ اس خوشہ میں ہر قسم کی کھجوریں تھیں۔ کچھ کچی، کچھ پکی ہوئی، کچھ آدھی پکی اور آدھی کچی گویا (بُسْرٌ وَ تَمْرٌ وَ رُطَبٌ) تینوں اقسام کی کھجوریں اس خوشے میں موجود تھیں۔

بڑے ادب واحترام سے مہمانوں کے سامنے خوشہ رکھا۔ عرض کر رہے ہیں: اللہ کے رسول! ان کو تناول فرمائیں۔

اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں: پورا خوشہ اتارنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ عرض کرتے ہیں: میری خواہش ہے آپ کچی، آدھ پکی اور پوری پکی ہوئی کھجوریں جو آپ کو پسند ہوں وہ کھائیں وہ نہایت خوش ہو رہے ہیں کہ آج انہیں اللہ کے رسول ﷺ کی مہمانی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ مہمان کھجوریں کھانے میں مصروف ہیں۔ اور انہوں نے جلدی سے چھری پکڑی اور بکریوں کے باڑے کا رخ کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے ساتھی کو چھری پکڑے بکریوں کی طرف جاتے

ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

پیارے رسول ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو ملاحظہ کیجئے کہ آپ فرما رہے ہیں:

(اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ)

''ساتھی! دودھ دینے والی بکری کو ہرگز ذبح نہ کرنا۔''

صحابی نے جلدی سے ایک بکری ذبح کی۔ گوشت تیار کیا۔ ان کی بیوی بھی خوشی خوشی گوشت پکا رہی ہے۔ کھانا تیار ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے دونوں ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کھجوریں تناول فرما رہے ہیں۔ ٹھنڈا پانی پی رہے ہیں، پھر بکری کا گوشت کھایا۔

یقیناً اللہ کے رسول ﷺ اس صحابی کو دعائیں دے رہے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ اعلیٰ اخلاق تھا کہ جب آپ کسی کے ہاں کھانا کھاتے تو اس کے لئے خیر و برکت کی دعا فرماتے۔ حدیث شریف میں ایسے مواقع کی مناسبت سے یہ الفاظ ملتے ہیں۔

(أَكَلَ طَعَامُكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ)

''نیک لوگ آپ کا کھانا کھائیں اور فرشتے آپ کے لئے دعائیں کریں۔''

(سنن ابی داود، الرقم: ۳۸۵۴)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی

مشہور صحابی حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، غزوۂ خندق کے موقع پر ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان سامنے آ گئی۔ صحابۂ کرام نے بارگاہ خیر الانام ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی، خندق میں ایک سخت چٹان سامنے آ گئی ہے۔ فرمایا، ''میں اتر کر آتا ہوں'' پھر آپ ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ کے شکم اطہر پر پتھر بندھے ہوئے تھے اور ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہیں چکھا (کھایا) تھا۔

مدنی لجپال، سیدہ آمنہ کے لال، محبوب رب ذوالجلال عزوجل و ﷺ نے کدال لی اور ضرب لگائی تو چٹان ٹوٹ پھوٹ کر مٹی کا ڈھیر بن گئی۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! عزوجل و ﷺ! مجھے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائیے (اجازت ملنے پر گھر آ کر) میں نے اپنی اہلیہ سے کہا، میں نے تاجدار مدینہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ صبر نہیں کر سکتا۔ کیا تمہارے پاس کوئی (کھانے کی) چیز ہے؟ جواب دیا، جو اور ایک بکری ہے۔

میں نے بکری کو ذبح کیا۔ اور جو کو پیسا حتیٰ کہ ہم دونوں نے گوشت ہنڈیا میں ڈال دیا۔ میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اس وقت آٹا نرم ہو کر روٹی پکنے کے قابل ہو گیا تھا اور ہنڈیا چولہے پر پکنے کے قریب تھی۔ (میں نے عرض کی) یا رسول اللہ! عزوجل و ﷺ! میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے آپ ﷺ تشریف لے چلئے اور ایک یا دو آدمیوں کو ہمراہ لے لیجئے۔ فرمایا، ''کھانا کتنا ہے؟'' میں نے مقدار بتائی تو فرمایا، ''کھانا بہت ہے اور عمدہ ہے، (ان سے) کہو میرے آنے سے پہلے نہ چولہے سے ہنڈیا اتاریں اور نہ ہی تنور سے روٹیاں نکالیں۔''

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا: ''اٹھو!'' تو مہاجرین اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے۔ (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں میں اپنی اہلیہ کے پاس گیا اور کہا، تمہارا بھلا ہو، سرکار نامدار ﷺ، مہاجرین، انصار اور جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے تشریف لا چکے ہیں، کہنے لگیں، کیا سرکار عالی وقار ﷺ نے آپ سے پوچھا تھا؟ میں نے کہا، ہاں۔ (اتنے میں) رحمت عالم، نور مجسم، شاہ بنی آدم ﷺ نے (صحابہ کرام علیہم الرضوان سے) فرمایا، ''اندر داخل ہو جاؤ اور بھیڑ نہ کرو۔''

حضور اکرم، نور مجسم، نیر اعظم، رسول محتشم، شاہ بنی آدم ﷺ نے (اپنے دست مبارک سے) روٹی توڑنا اور اس پر گوشت رکھنا شروع کیا جب آپ ﷺ

روٹی اور گوشت نکال لیتے تو ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے۔ اور کھانا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عطا فرماتے اور پھر ڈھکنا اتارتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روٹی توڑتے اور ہنڈیا سے گوشت نکالتے رہے یہاں تک کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: تم خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو تحفۃً دو، کیونکہ لوگ بھوک میں مبتلا ہیں۔

(سنن دارمی ۱/۳۳، الرقم ۴۲، المصنف ۶/۳۱۴، صحیح بخاری: ۵/۵۵، الرقم: ۴۱۰۱)

(۳) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا جذبہ ضیافت

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے (گھر تشریف لا کر) حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں نے حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزور آواز کو سنا جس سے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک کا علم ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی (کھانے کی) چیز ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: جی ہاں۔

پھر انہوں نے جو کی روٹی کے کچھ ٹکڑے نکالے، اپنا دوپٹہ لیا، اس کے ایک حصے میں روٹی کو لپیٹا اور اسے میرے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا اور دوپٹے کا باقی حصہ میرے (یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے) اوپر اوڑھا دیا اور پھر مجھے تاجدار رسالت، ماہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سراپا عظمت میں بھیجا۔ میں وہ روٹی لے کر حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ راحت ہر قلب ناشاد، محبوب رب العباد عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم بمع کثیر افراد مسجد میں تشریف فرما ہیں۔

میں وہاں کھڑا ہو گیا تو اللہ کے محبوب، دانائے غیوب منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) فرمایا: کیا تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا: ''آیا کھانے کے لئے؟'' میں نے عرض کی: جی سرکار۔ شاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم

الرضوان سے فرمایا: ''چلو'' سب حضرات چل پڑے اور میں ان کے آگے آگے چل دیا۔ حتیٰ کہ میں حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔

حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ام سلیم! مدینے کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس کچھ نہیں جو ان سب کو کھلائیں۔ حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ چل دیئے یہاں تک کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ شہنشاہ کونین، رحمت دارین، دکھی دلوں کے چین، نانائے حسنین صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ گھر میں تشریف لائے۔ سرکار نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! (رضی اللہ عنہا) جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ۔ آپ رضی اللہ عنہا وہی روٹی (کے ٹکڑے) لے آئیں۔

مدینے والے آقا، میٹھے میٹھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے روٹی کو توڑا گیا۔ پھر حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس پر گھی کا برتن نچوڑا۔ اور اسے بطور سالن استعمال کیا۔ پھر سرکار نامدار، باذن پروردگار دو عالم کے مالک و مختار، شہنشاہ ابرار عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اللہ عزوجل کو منظور تھا وہ اس پر پڑھا۔ پھر فرمایا: ''دس کو اندر آنے کی اجازت دو۔'' انہوں نے دس آدمیوں کو بلایا۔ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر باہر نکل گئے۔ پھر فرمایا: ''مزید دس کو بلاؤ'' انہوں نے دس کو بلایا۔ انہوں نے کھانا کھایا اور باہر چلے گئے۔ پھر فرمایا: ''مزید دس کو بلاؤ'' یہاں تک کہ ساری قوم نے کھانا کھایا اور سب آسودہ (یعنی سیر) ہو گئے۔ وہ قوم ستر یا اسی صحابہ علیہم الرضوان پر مشتمل تھی۔ (صحیح مسلم: ۲/۱۷۸، الرقم: ۲۰۴۰)

(۴) غزوۂ خندق......اور......جذبۂ محبت

اللہ کے رسول ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر ایثار اور قربانی کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو پڑھ کر دیکھیں کہ آپ نے ساری زندگی دکھ اور تنگی برداشت کر کے لوگوں میں خوشیاں تقسیم کی ہیں۔ یہ جو واقعہ ہم پڑھنے جا رہے ہیں یہ بلاشبہ اللہ کے رسول ﷺ کا معجزہ ہے، مگر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ساتھیوں سے کس قدر محبت فرماتے تھے۔ ہر مشکل اور تنگی کے وقت ان کے کام آتے تھے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر خندق کی کھدائی ہو رہی ہے۔ ایک ہزار صحابہ کرام خندق کھود رہے ہیں۔ ان میں انصار اور مہاجرین سبھی شامل ہیں۔ خود اللہ کے رسول ﷺ ان کی براہ راست نگرانی کر رہے ہیں۔ آپ خود بھی بنفس نفیس کھدائی میں عملاً شریک ہیں۔ شدید سردی اور بہت تیز ہوا چلتی تھی۔ تنگ دستی بھی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہاتھوں سے مٹی کھودتے اور اسے پشت پر اٹھا کر پھینکتے۔ صحابہ کرام محاذ جنگ پر ہی دن رات گزارتے تھے۔ گھر جانے کی اجازت نہ تھی۔ انہیں اکثر و بیشتر اوقات کھانے کے لئے کم ہی ملتا تھا۔ ان حالات میں ایک انصاری صحابی بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اس کی والدہ عمرہ بنت رواحہ نے بلایا۔ ماں کے دونوں ہاتھوں میں کھجوریں ہیں، بیٹی کے دامن میں ڈال کر کہنے لگیں: بیٹی! یہ ناشتہ اپنے والد اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو پہنچا دو۔

جب وہ کھجوریں لے کر خندق کے مقام پر پہنچیں اور اپنے والد اور اپنے ماموں کو تلاش کرنے لگیں تو اس دوران میں ان کا گزر اللہ کے رسول ﷺ کے قریب سے ہوا۔

بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی بیٹی کہتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے دیکھا تو بڑی

محبت سے فرمایا:

(تَعَالٰی یَا بُنَیَّۃُ مَا ھٰذَا مَعَكِ)

''پیاری بیٹی ادھر آؤ، تم کیا لے کر آئی ہو؟'' میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! یہ کچھ کھجوریں ہیں، میری ماں نے مجھے دی ہیں۔ کہ میرے والد بشیر بن سعد اور ماموں عبداللہ بن رواحہ ان سے ناشتہ کر لیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''(ھاتیہ) انہیں یہاں لاؤ۔'' میں نے کھجوریں آپ ﷺ کے ہاتھوں میں ڈال دیں۔ کھجوریں بس اتنی سی تھیں کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ بھی نہ بھرے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ دو تین سو گرام کھجوریں تھیں۔

آپ نے حکم دیا کہ ایک کپڑا لایا جائے۔ کپڑا لایا گیا تو اسے زمین پر بچھا دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھجوریں اس کپڑے پر ڈال دیں۔ کھجوریں سارے کپڑے پر بکھر گئیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو ملاحظہ کریں۔ کہ آپ نے صرف مخصوص لوگوں کو دعوت نہیں دی بلکہ قریب بیٹھے ہوئے شخص سے فرمایا:

اُصْرُخْ فِیْ أَھْلِ الْخَنْدَقِ أَنْ ھَلُمُّوْا اِلَی الْغَدَاءِ

خندق کھودنے والوں کو آواز دو کہ وہ آ کر کھانا کھالیں۔

لوگوں نے آواز سنی تو رحمت عالم کی طرف بھاگتے چلے آ رہے ہیں چادر کے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم ہے وہ کھجوریں کھا رہے ہیں۔ یہ میرے نبی ﷺ کا معجزہ تھا کہ کھجوریں ہیں کہ برابر بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ تمام اہل خندق سیر ہو کر چلے گئے، ادھر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے اطراف میں گرتی رہیں۔

(السیرۃ النبوۃ: ۳/ ۲۲۸، ۲۲۹، دلائل النبوۃ: ۳/ ۴۲۷)

(۵)......! تیرے مقدر پر قربان ہیں

حضرت انس ابن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اجازت چاہی تو فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ سنایا حتیٰ کہ حضور نے تین بار سلام کیا اور حضور کو سعد نے جواب دیا سنایا نہیں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے۔ تو جناب سعد حضور کے پیچھے گئے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا حضور نے کوئی سلام نہ کیا مگر وہ میرے کان میں پہنچا اور میں نے حضور کا جواب دیا آپ کو نہ سنایا میں نے چاہا کہ آپ کا سلام اور برکت زیادہ حاصل کرلوں پھر وہ سب گھر میں آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کشمش پیش کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھالی پھر جب فارغ ہوئے تو فرمایا: تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا، تم پر فرشتوں نے دعائے رحمت کی اور تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی۔

(شرح مؤطا امام محمد: ۳/۶۴۴، شرح مشکوۃ، ص: ۳۶۹)

مذکورہ حدیث میں اگرچہ مہمان نوازی کا ذکر ہے مگر اس سے کئی عظیم الشان نعمتوں کا پایا جانا نکلتا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا تین کلمات سے سلام کرنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکتیں اور نعمتیں نازل ہوں اب اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ کہہ دیں تو وہ سلامتی میں آ گیا اور برکتوں کی بھی اس پر بارش ہوگئی یہ کلمات بار بار سننے کے لیے سعد ابن عبادہ نے آہستہ جواب دیا۔

دوسرا یہ ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے تو سعد ابن عبادہ نے دوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پورا ذکر کر دیا۔ کہ میں نے تین دفعہ آپ کا سلام سنا جواب بھی دیا اور آپ کو نہیں سنایا، نبی علیہ السلام نے نہ تو ان کو ڈانٹا اور نہ ہی ناراض

ہوئے بلکہ واپس لوٹ کران کے گھر میں داخل ہو گئے۔

نبی پاک ﷺ نے ناراضگی تو کجا اس قدر عظیم الشان انعام فرمایا۔ آپ نے فرمایا تیرے کھانے کو ابرار نے کھایا اور تجھ پر فرشتوں نے رحمت بھیجی اور تمہارے پاس روزے داروں نے روزہ افطار کیا اس سے ثابت ہوا جس گھر میں اللہ کا رسول چلا جائے وہاں اللہ کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عقیدت کے اس قسم کے اتنے کثیر واقعات موجود ہیں کہ ان کو جمع کیا جائے تو کئی دفتر بن جائیں۔ ایک صحابی نے پانی سے روزہ رکھا ہوا تھا۔ اور نبی علیہ السلام نے بچا ہوا پانی یعنی خود پانی پی کر بچا ہوا پانی اس کو دیا۔ تو اس نے روزہ توڑ دیا اور پانی پی لیا۔ اس کا معنی یہ ہی نکلتا ہے کہ روزے کی قضا تو ہو جائے گی مگر اس نعمت عظیمہ کی قضا نہیں ہو گی۔ (شرح موطا امام محمد: ۳/۶۳۴)

(۶) بابرکت پیالہ

ایک روایت میں انس ابن مالک سے آیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ میں نے اس پیالے سے بے شمار دفعہ رسول اللہ ﷺ کو پانی پلایا۔ حضرت امام بخاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے اس کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا، امام ابن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا نضر ابن انس کی میراث میں یہ پیالہ آٹھ لاکھ کا فروخت ہوا۔ (شرح مشکوۃ: ۸/۲۲۶)

فائدہ

اس سے پتہ چلتا ہے کہ تبرکات سے فائدہ اٹھانا صحابہ کی سنت ہے...... اور آئمہ وعلماء کی بھی سنت ہے۔ تبرکات کے وسیلے سے اپنے احوال درست کیے جاتے ہیں اور صحابہ وآئمہ کرام کی سنت ادا کی جاتی ہے۔

مہمان نوازی کی فضیلت

مہمان نوازی کرنے سے — رب کی رضا ملتی ہے
مہمان نوازی کرنے سے — دوزخ سے آزادی ملتی ہے
مہمان نوازی کرنے سے — جنتی کھانے ملتے ہیں
مہمان نوازی کرنے سے — جنتی مشروب ملتے ہیں
مہمان نوازی کرنے سے — جنتی پھل ملتے ہیں

(۱) بارگاہ خداوندی سے......کھلانے کا صلہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا○

(پ:۲۹، الدھر:۸-۹)

اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود ایثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلے کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے (خواہشمند) ہیں۔

(۲) دوزخ سے نجات کا ذریعہ

پیٹ بھر روٹی کھلانے والے کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے سات خندقیں دور فرما دیتا ہے اور ہر خندق کی مسافت پانچ سو سال ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کو کھلا کر سیر کر دے اور پلا کر سیراب کر دے، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے سات خندقیں دور فرما دے گا جن میں

سے ہر خندق کی درمیانی مسافت پانچ سو سال ہوگی۔
(شعب الایمان: ۳/۲۱۸، الرقم: ۳۳۶۸)

(۳) شراب طہور اور جنتی کھانے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک میں کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بروز قیامت جنت کے پھل کھلائے گا، اور جو کسی مسلمان کو پیاس میں پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بروز قیامت مہر کی گئی نتھری شراب پلائے گا اور جو مسلمان کسی بے لباس مسلمان کو کپڑا پہنائے گا تو (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ اسے جنت کی پوشاک پہنائے گا۔
(سنن ترمذی: ۳/۳۵۸، الرقم: ۲۴۴۹)

دعوتِ عمل

اگر کوئی شخص جنت کے پھل کھانا چاہتا ہے...... جنت کے باغات کی سیر کرنا چاہتا ہے...... جنت کے مشروب پینا چاہتا ہے...... جنتی شراب طہور کے مزے لینا چاہتا ہے...... جنتی لباس زیب تن کرنا چاہتا ہے تو وہ جان لے کہ

دنیا میں کسی بھوکے کو کھانا کھلاؤ گے — تو قیامت کے دن جنت میں پھل ملیں گے
دنیا میں کسی پیاسے کو پانی پلاؤ گے — تو قیامت کے دن جنتی شراب پیو گے
دنیا میں کسی بے لباس کو لباس پہناؤ گے — تو قیامت کے دن جنتی لباس پہنو گے

اور پھر جس شخص کو یہ بشارتیں میرے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام دیں اس کے احوال کا اندازہ کرنا مشکل ہے کہ وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا۔

ضیافت میں نیت کا کردار

تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ اگر نیت اچھی ہوگی تو ثواب بھی ملے

گا۔ ہر کام کرنے سے پہلے نیت کی جاتی ہے، مثلاً

کھانا کھانے سے پہلے — لباس پہنتے وقت

وضو کرتے ہوئے — نماز پڑھتے ہوئے

سفر کرتے ہوئے — جہاد میں جاتے ہوئے

نیت کی جاتی ہے اسی طرح مہمان نوازی کرتے وقت بھی نیت کی جاتی ہے اور اللہ کی رضا مطلوب ہو تو نیت کا بھی اجر ملتا ہے۔

(۱) نیت...... عمل سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر ﷺ نے فرمایا:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ

مسلمان کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۶/۱۸۵، الرقم: ۵۹۴۲)

(۲) ضیافت کرتے وقت...... سنت رسول کو ذہن میں رکھیں

امام غزالی فرماتے ہیں۔ کہ مہمانوں کی ضیافت سے شہرت اور فخر کا ارادہ نہ کرے بلکہ مہمان کو خوش کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپنانے کا ارادہ کرے۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ جب کوئی مہمان تمہارے پاس آئے تو اس کی ضیافت کے وقت تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ وہ اس دعوت کے عوض میں تمہیں کوئی چیز دے گا یا تم اس سے کوئی دنیوی مطلوب حاصل کرو گے، ورنہ اس دعوت سے اخلاص کی دولت نصیب ہوگی نہ سرکار دو عالم ﷺ کی سنت حاصل ہوگی۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ خود کھانا، کھانا چاہیے۔

(شرح صحیح مسلم: ۱/ ۴۵۷)

(۳) ہم مہمان نوازی کی قیمت......وصول نہیں کرتے

حضرت سیدنا ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے والد بیان کرتے ہیں: ایک بار حضرت سیدنا قیس بن سعد علیہ رحمۃ اللہ الاحد نے فرمایا: کاش! میں اس شخص کی طرح ہو جاؤں جسے میں نے دیکھا تھا۔ پھر اپنا واقعہ کچھ اس طرح سے بیان کیا:

ایک مرتبہ ہم چند رفقاء شام سے واپس آ رہے تھے۔ جب ہمارا گزر ایک خیمے کے قریب سے ہوا تو ہم نے کہا: ''اگر اجازت مل گئی تو ہم یہاں قیام کر لیں گے۔'' ہم خیمے کے پاس پہنچے تو اندر سے ایک عورت آئی ہم نے کہا: ''ہم مسافر ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو یہاں قیام کر لیں گے۔'' ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص عمدہ اونٹنی لے کر ہمارے پاس آیا۔ اس نے آتے ہی اس عورت سے پوچھا: ''یہ کون ہیں'' عورت نے کہا: ''یہ مسافر ہیں، آپ کے مہمان بننا چاہتے ہیں۔'' یہ سنتے ہی اس نے فوراً اپنی اونٹنی کو گرا کر کہا: ''اسے نحر کرو اور کھا لو، یہ سب تمہارے لیے ہے۔'' ہم نے اونٹنی نحر کی اور سارے قافلے والوں نے مل کر اس کا گوشت کھایا۔ دوسرے دن پھر وہ ایک بہترین اونٹنی لے آیا اسے گرایا اور کہا: ''اے اہل قافلہ! آؤ، اسے نحر کرو۔'' ہم نے کہا: ''ابھی ہمارے پاس کل کا بچا ہوا بہت سا گوشت موجود ہے۔''

اس نے کہا: ''ہم اپنے مہمانوں کو باسی گوشت نہیں کھلاتے، جلدی سے اسے ذبح کرو اور تازہ گوشت کھاؤ۔'' ہم نے اسے ذبح کیا اور عمدہ گوشت کھایا۔ پھر میں نے اپنے رفقاء سے کہا: ''اگر ہم اس شخص کے ہاں ٹھہرے رہے تو ایک ایک کر کے یہ اپنے تمام جانور ذبح کر دے گا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم یہاں سے آگے چل پڑیں۔'' چنانچہ ہم نے سامان سمیٹا، کجاوے کسے اور چلنے کی تیاری کرنے لگے۔ میں نے اپنے خادم سے کہا: ''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ جمع کرو۔'' اس نے کہا: ''حضور!

چار سو درہموں کے سوا کچھ نہیں ہے۔'' ''میں نے وہ درہم اور جو کچھ رقم میرے پاس تھی سب جمع کر کے اپنے اس میزبان کے ہاں بھجوادی۔'' اس وقت خیمے میں صرف عورت تھی۔ میزبان کہیں گیا ہوا تھا۔ ہم نے ساری رقم اس عورت کو دی اور اپنی منزل کی طرف چل دیئے۔

ابھی ہم کچھ دور چلے تھے کہ تیزی سے کسی سوار کو اپنی جانب آتے دیکھا۔ میں نے رفقاء سے کہا: ''یہ کون ہے؟'' انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا قریب آنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارا میزبان ہے وہ ہاتھ میں نیزہ لئے بڑی تیزی سے ہمارے قریب آ رہا تھا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا: ''ہم نے جو رقم دی تھی وہ بہت تھوڑی تھی۔ شاید قلیل رقم کی وجہ سے ہمارا میزبان ناراض ہو گیا اس لئے نیزہ لئے آ رہا ہے۔'' اتنے میں وہ بالکل قریب آ گیا اور ہماری رقم واپس کرتے ہوئے کہا: ''اپنی رقم واپس لے لو، ہم یہ ہرگز نہیں لیں گے۔''

میں نے کہا: ''بخدا! ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں جو کچھ تھا سب جمع کر کے تمہیں پیش کر دیا۔'' یہ سن کر اس میزبان نے کہا: ''خدا عزوجل کی قسم! میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم یہ رقم واپس نہ لے لو۔'' ہم نے کہا: ''ہم اپنی دی ہوئی رقم واپس نہیں لیں گے۔ ہم نے بخوشی یہ رقم تمہیں دی ہے۔'' عظیم میزبان نے کہا: ''خدا عزوجل کی قسم! تم یہ رقم واپس لے لو ورنہ اس نیزے سے تمہاری خبر لوں گا۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گا۔'' ہم نے اس کا اصرار و غصہ دیکھ کر رقم لینے میں ہی عافیت سمجھی رقم دے کر وہ واپس چلا گیا۔ جاتے وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے: ''ہم مہمان نوازی کی قیمت نہیں لیتے۔ ہم مہمان نوازی کی قیمت نہیں لیتے۔'' (عیون الحکایات: ۲/ ۲۳۸-۲۳۹)

مہمان نوازی کی برکات

(۱) روٹی کا ٹکڑا......احد پہاڑ جتنا ہو جائے گا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزن جود وسخاوت، پیکر عظمت وشرافت، محبوب رب العزت، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری (صدقہ شدہ) کھجور اور لقمہ کی اس طرح پرورش فرماتا ہے جیسا کہ تم میں کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ کھجور یا لقمۂ طعام (یعنی اس کا اجر و ثواب) احد پہاڑ کی مثل ہو جاتا ہے۔

(مسند امام احمد: ۷/ ۴۹۵، الرقم: ۲۶۶۶۴)

(۲) جہنمی......جہنم سے کیسے نکلے گا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان فرماتے ہیں: بروز قیامت ایک جنتی جہنمیوں کو جھانکے گا تو جہنمیوں سے ایک شخص اسے پکارے گا اور کہے گا اے فلاں تو مجھے جانتا ہے؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ اللہ کی قسم میں تجھے نہیں جانتا، تو کون ہے؟ تو وہ (جہنمی) کہے گا۔

أَنَا الَّذِيْ مَرَرْتَ بِيْ فِي الدُّنْيَا فَاسْتَسْقَيْتَنِيْ شَرْبَةً مِّنْ مَّاءٍ فَسَقَيْتُكَ؟

میں وہی ہوں جس کے پاس سے تو دنیا میں گزرا تھا اور پینے کے لئے پانی مانگا تھا۔ اور میں نے تجھے پانی پلایا تھا۔

تو کہے گا ہاں پہچان گیا، تو وہ (جہنمی) کہے گا۔

فَاشْفَعْ لِيْ بِهَا عِنْدَ رَبِّكَ۔

تو اپنے رب کے پاس میرے لئے شفاعت کر۔

راوی فرماتے ہیں، پھر وہ جنتی رب تعالیٰ سے شفاعت طلب کرے گا عرض کرے گا: میں نے جہنم میں جھانکا تو مجھے ایک جہنمی نے آواز دے کر کہا تو مجھے جانتا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ اللہ کی قسم میں تجھے نہیں جانتا تو کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا میں وہی ہوں جس کے پاس سے تو دنیا میں گزرا تھا اور پینے کے لئے پانی مانگا تھا اور میں نے تجھے پانی پلایا تھا اس لیے اپنے رب سے میری سفارش کر، لہٰذا (اے رب) تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، تو اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمائے گا اور اس کے بارے میں حکم فرمائے گا۔

"فَيُخْرَجُ مِنَ النَّارِ"

لہٰذا اس کو جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب: ۱/ ۴۴۸، الرقم: ۱۴۲۱)

(۳) سانپ سے بچنے والا مہمان نواز

حضرت سیدنا سالم ابو جعد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: حضرت سیدنا صالح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا ایک جھگڑالو شخص لوگوں کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ جب لوگ اس کی ایذا رسانیوں سے بہت زیادہ تنگ ہوئے تو حضرت سیدنا صالح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی: "حضور! اس شخص کے لئے بددعا کیجئے، ہم اس سے بہت تنگ آ چکے ہیں۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا: "جاؤ! ان شاء اللہ عزوجل! تمہیں اس کے شر سے خلاصی مل جائے گی۔"

لوگ واپس چلے گئے۔ وہ شخص روزانہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور انہیں بیچ کر اس کا اور اس کے اہل وعیال کا گزر بسر ہوتا۔ حسب معمول اس دن بھی وہ جنگل گیا۔ اس کے پاس دو روٹیاں تھیں ایک خود کھالی اور دوسری صدقہ کر دی۔ پھر لکڑیاں کاٹ کر صحیح و سالم واپس گھر چلا آیا۔ لوگوں نے جب اسے صحیح و

سالم آتا دیکھا تو حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی:
''حضور! وہ شخص صحیح وسالم ہے، ابھی تک اس پر کسی قسم کی کوئی مصیبت نازل نہیں ہوئی۔''

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو بلا کر فرمایا: ''اے نوجوان! آج تو نے کون سا نیک کام کیا ہے؟'' کہا: ''آج حسب معمول جب میں جنگل گیا تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں ایک میں نے کھالی اور دوسری صدقہ کردی، اس کے علاوہ تو کوئی اور نیک کام مجھے یاد نہیں۔''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: لکڑیوں کا گٹھا کھولو! جب گٹھا کھولا تو اس میں کھجور کے تنے جتنا موٹا بہت ہی زہریلا سیاہ اژدہا موجود تھا۔ حضرت سیدنا صالح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اے شخص! تجھے اس خطرناک زہریلے اژدھے سے تیری صدقہ کی ہوئی ایک روٹی نے بچالیا۔ (عیون الحکایات: ۲/۱۹۷)

(۴) واہ سبحان! تیری قدرت

حضرت سیدنا سلام بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ چند لڑکے لکڑیاں کاٹنے کے لئے جنگل کی طرف جارہے تھے۔ جب وہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزرے تو آپ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: ''واپسی پر ان میں سے ایک لڑکا ہلاک ہوجائے گا۔'' جب ان کی واپسی ہوئی تو سب کے سب سلامت تھے اور کوئی بھی ہلاک نہ ہوا تھا۔ حواریوں نے عرض کی: ''یا نبی اللہ علیہ السلام! آپ علیہ السلام تو ارشاد فرمارہے تھے۔ کہ ان میں سے ایک لڑکا ہلاک ہوجائے گا۔ لیکن یہ سب بالکل سلامت ہیں؟ فرمایا: ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ

حاضر خدمت ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اپنے سروں سے لکڑیوں کے گٹھے اتار دو۔'' سب نے لکڑیاں نیچے اتار دیں۔ فرمایا: ''اب انہیں کھولو۔'' جب گٹھے کھولے گئے تو اس میں سے ایک گٹھے میں ایک بہت خوفناک مردہ اژدھا ایک کانٹے کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس لڑکے سے پوچھا: ''تم نے کون سی بڑی نیکی کی ہے؟'' اس نے عرض کی: ''میں نے آج کوئی بڑی نیکی تو نہیں کی۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ آج ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست اپنے ساتھ کھانا نہیں لایا تھا تو میں نے اسے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا۔'' لڑکے کی یہ بات سن کر آپ علیہ السلام زبان حال سے فرما رہے تھے۔ ''بس اسی نیکی کی وجہ سے آج تو ہلاکت سے محفوظ رہا۔''

(عیون الحکایات: ۲/۳۲۵)

مہمان نوازی...... جنت میں جانے کا ذریعہ

مہمان نوازی کرنے والے کو جنت کی بشارتیں سنائی گئی ہیں، وہ جنت میں اعلیٰ مقام پر بالا خانوں میں رہے گا۔ آیئے پڑھیے ایمان افروز حدیث پاک

(۱) یارسول اللہ! میں جنت میں کیسے داخل ہو سکتا ہوں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کی یارسول اللہ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور آنکھوں کو قرار ملتا ہے۔ (یارسول اللہ) مجھے ہر چیز کی خبر عطا کر دیجئے۔ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز پانی سے بنی ہے، میں نے عرض کی، اس چیز کی بھی خبر دیجئے جس پر عمل کر کے میں جنت میں جا سکوں۔ فرمایا: کھانا کھلاؤ، سلام کو پھیلاؤ اور صلہ رحمی کرو، رات میں نماز پڑھو جب

لوگ سوئے ہوں، تم سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ گے۔

(مسند امام احمد بن حنبل: ۳/۴/۱۷، الرقم: ۷۹۱۹)

(۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو...... جنت کی بشارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے، فرمایا: آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھلایا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں نے، فرمایا: آج تم میں سے کس نے جنازے میں شرکت کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں نے، فرمایا: آج تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے، فرمایا:

کہ جس شخص میں یہ خصلتیں جمع ہو جائیں وہ جنت ہی میں جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ص: ۳۶۹، الرقم: ۸۷-(۱۰۲۸)، مشکوۃ المصابیح: ۱/۳۰۹، الرقم: ۱۸۹۱)

(۳) جنت کے بالا خانے...... کیسے نصیب ہوں گے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید المبلغین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ جن کا ظاہر اندر سے نظر آتا ہے اور اندرونی حصہ باہر سے، تو ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی یہ کس کے لئے ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا جو اچھی بات کہے اور کھانا کھلائے اور کھڑے ہو کر (یعنی نماز پڑھتے ہوئے) رات گزارے جبکہ لوگ سوئے ہوتے ہیں۔ (مسند امام احمد: ۲/۶۱۹، الرقم: ۶۶۱۵، سنن کبریٰ: ۴/۴۹۰، الرقم: ۸۴۷۹)

دعوتِ عمل

جنت کیف و سرور کی جگہ ہے...... جنت خوشی و مسرت کا مقام ہے...... جنت

اعلیٰ وارفع قیام گاہ ہے۔ جنت میں رہنے والے لوگوں پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ مگر وہ شخص کیسا رتبے والا ہوگا جو جنت میں تو رہے گا مگر کسی عام جگہ پر نہیں بلکہ اس کے لیے جنت میں بالا خانے ہوں گے اور پھر ایسے بالا خانے کہ ان کے اندر سے ظاہر نظر آتا ہوگا اور ظاہر سے اندر نظر آتا ہوگا۔ ان بالا خانوں میں رہنے والے لوگ وہ خوش قسمت ہیں کہ جب وہ بات کرتے ہیں تو بہت اچھی بات کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے یعنی مہمان نوازی کرتے ہیں اور رات قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَخَطَایَایَ

اللہ کی سنگت کیسے نصیب ہوتی ہے

(صبر)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ ○ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ○ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

نعت شریف

میں گدائے مصطفیٰ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو
مجھے دیکھ کر جہنم کو بھی آ گیا پسینہ

مجھے دشمنو! نہ چھیڑو میرا ہے جہاں میں کوئی
میں ابھی پکار لوں گا نہیں دور ہے مدینہ

میں مریض ہوں مجھے چھیڑو نہ طبیبو!
میری زندگی جو چاہو مجھے لے چلو مدینہ

مرے ڈوبنے میں باقی نہ کوئی کسر رہی تھی
کہا ''المدد محمدؐ'' تو ابھر گیا سفینہ!

سوا اس کے میرے دل میں کوئی آرزو نہیں ہے
مجھے موت بھی جو آئے تو ہو سامنے مدینہ

کبھی اے شکیلؔ دل سے نہ مٹے خیال احمد ﷺ
اسی آرزو میں مرنا اسی آرزو میں جینا

☆☆☆

ابتدائیہ

شریعت اسلامیہ نے ایک مومن وموحد پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اور ان کی فرمانبرداری کو حرز جاں بنائے یہ اطاعت، یہ فرمانبرداری نفس پر شاق گزرتی ہے۔ اس لیے نفس چاہتا ہے کہ میں آزادانہ رہوں مجھ پر کوئی پابندی نہ ہو نہ میں کسی کی اطاعت کروں اور نہ کسی کی فرمانبرداری میں آؤں۔

صبر نفس کے منہ زور گھوڑے کو لگام ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن امور کا حکم دیا ہے انہیں بجا لانا ہے۔ پانچوں وقت اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا نفس پر بڑا بھاری ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی آزاد طبع کو روک کر اطاعت خداوندی کرنا اور بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہونا صبر کی اعلیٰ قسم ہے۔

نفس یہ چاہتا ہے کہ میں ہر وقت حیوانوں کی طرح چرتا رہوں۔ اسے روزے کی پابندی گوارا نہیں۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ ماہ صیام میں نفس کی اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیں بلکہ اسے روکیں کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے وغیرہ سے احتراز کریں۔

نفس کو مال بڑا محبوب ہے وہ اپنا مال سنبھال کر رکھتا ہے اور کسی کو دینا اس پر ناگوار گزرتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے زکوٰۃ فرض قرار دی ہے۔ اس نفس کو روک کر غرباء مساکین کی خدمت کرنا صبر ہے۔

گھر سے نکلنا...... سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا...... ان سلے کپڑے پہننا یہ تمام امور نفس کے لیے بڑے مشکل ہیں اس لیے اللہ کا حکم بجالاتے ہوئے نفس کی خواہش کو پس پشت ڈالنا صبر ہے۔

خوشی اور غمی کے موقع پر انسان کو نفس حدود شرعیہ پامال کرنے پر زور دیتا ہے اس وقت نفس کو حدود شرعیہ کا پابند کرنا صبر کہلاتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی طیش دلاتا ہے انسان کو گالی دیتا ہے اب نفس جب تک اسے دو چار گالیاں نہ دے لے اسے چین نہیں آتا۔ اس وقت نفس کو روکنا اور اسے حد سے تجاوز نہ کرنے دینا صبر کہلاتا ہے۔

الغرض کوئی بھی موقع ہو نفس کو حدود شرعیہ کا پابند کرنا اور اسے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں تجاوز نہ کرنے دینا صبر کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہم سب کو صحیح صبر کی توفیق عطا فرمائے...... آمین

☆☆☆

صبر کی اہمیت

صبر مجبوری نہیں	بہادری ہے
صبر کمزوری نہیں	طاقت ہے
صبر بزدلی نہیں	دلیری ہے

اسی لیے حکم دیا گیا ہے کہ جب اضطراب...... بے چینی...... تکلیف...... مصیبت تمہیں کمزور بنا رہے ہوں تو ''صبر سے مدد حاصل کرو'' صبر تمہیں باہمت بنائے گا...... تم ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لائق ہو جاؤ گے...... تمہاری دشواریاں آسان ہو جائیں گی...... تمہاری الجھنیں سلجھ جائیں گی...... اپنوں کی نظروں میں باوقار ہو جاؤ گے...... دشمنوں کو بارعب نظر آؤ گے...... خوف و ڈر سے آزاد ہو جاؤ گے...... طاقتور دشمن سے مقابلے کرو گے...... پہاڑوں سے ٹکرانے کی اپنے اندر ہمت پاؤ گے۔

(۱) مومن کا ہر عمل...... بھلائی پر مشتمل ہے

عَنْ اَبِیْ یَحْیٰی عَنْ صُھَیْبِ بْنِ سَنَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذَاکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ

ترجمہ: حضرت سیدنا صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو

عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا: مومن کا معاملہ کس قدر اچھا ہے کہ اس کا ہر معاملہ بھلائی پر مشتمل ہے اور یہ بات صرف مومن ہی کے لئے ہے۔ اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ یا تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے۔ اور یہ بھی اس کے لئے اس کے حق میں بہتر ہے۔

(مسلم،ص:۱۵۹۸،الرقم:۲۹۹۹)

علامہ محمد عبدالرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں ''مومن کا ہر معاملہ تعجب انگیز ہے اس لیے کہ اس کے تمام کاموں میں بھلائی ہے جبکہ کفار و منافقین کو اصلاً (بالکل بھی) یہ فضیلت حاصل نہیں، اگر مومن کو صحت و سلامتی پہنچتی ہے تو اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، یہ اس کے لئے بہتر ہے کیونکہ اسے شاکرین میں لکھ دیا جاتا ہے اور جب کوئی تکلیف دہ بات پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور صابرین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ جن کی تعریف قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔''

(۲) صبر، بھوک پر......ٹھکانہ جنت میں

سرکار دو جہاں، رحمت عالمیاں ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا میں ہی اپنی ہر خواہش کی تکمیل کر لے تو یہ چیز آخرت میں اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان آڑ اور پردہ بن جائے گی اور جو مالداروں کی زینت کی طرف اپنی نگاہیں دراز کرے تو وہ آسمان والوں کے سامنے بے عزت ہو جاتا ہے اور جو شدید بھوک پر صبر کرے اللہ عزوجل اس کو جنت الفردوس میں جہاں چاہے گا ٹھکانہ عطا فرمائے گا۔

(شعب الایمان: ۷/۱۲۵، الرقم: ۹۷۲۲)

درسِ ہدایت

آج ہر بندہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر خواہش، ہر دعا و مراد پوری ہو جائے۔ سائیکل والے کی نظر...... موٹر سائیکل والے پر اور موٹر سائیکل والے کی نظر کار والے پر لگی ہوئی ہے۔ اونچے اونچے مکانات کی حسرت...... ہر بندے کو بے تاب کئے ہوئے ہے...... یاد رہے کہ یہ ہر چیز فانی ہے...... عارضی ہے...... کمزور ہے...... ان چیزوں کے نہ ہونے پر صبر کیجئے...... اور جنت الفردوس کے حصول کی کوشش کیجئے۔

(۳) کانٹا چبھنے پر بھی گناہ معاف

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًى وَلَا غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ۔

مسلم کو جو بھی تکلیف، بیماری، حزن اور رنج اور اذیت اور غم پہنچتا ہے حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۴/۱۸۰۷، الرقم: ۵۶۴۱-۵۶۴۲، سنن ترمذی: ۱/۲۹۵، الرقم: ۹۶۶، مسند امام احمد بن حنبل: ۱۰/۷۹، الرقم: ۱۱۳۱، صحیح مسلم: ۴/۱۸۱، الرقم: ۲۵۷۳)

درسِ ہدایت

انسان پر کوئی بیماری آ جائے تو پریشان ہو جاتا ہے...... مصیبتوں میں خوف زدہ ہو جاتا ہے...... مصائب و آلام سے گھبرا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب مصیبتیں......

پریشانیاں...... بیماریاں...... مصائب وآلام رحمت ہیں۔ان تکلیفوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ان پریشانیوں سے رحیم وکریم اللہ خطائیں معاف فرمادیتا ہے۔

پھر جتنا بڑا غم ہوگا اتنا ہی بڑا گناہ معاف ہوگا...... جس کثرت سے تکلیفیں ہوں گی اسی کثرت سے خطائیں معاف ہوں گی...... جتنے مصائب آئیں گے اتنے ہی جرم معاف ہوں گے۔

کانٹا چبھنے سے لمحہ بھر کے لیے ذراسی تکلیف ہوتی ہے لیکن اللہ رب العزت ایسا رحیم وکریم ہے کہ اس کانٹا چبھنے کی تکلیف کو بھی ضائع نہیں جانے دیتا اس کے سبب سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۴) جان دے دی مگر ایمان نہ دیا

جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو پیغام حق پہنچایا تو بجائے قبول کرنے کے وہ بدبخت اپنے ملک کے بڑے بڑے جادوگروں کو آپ علیہ السلام کے مقابلے میں لے آیا پھر اس مقابلے کا انجام کیا ہوا آیئے تفسیر نعیمی کی روشنی میں جانتے ہیں چنانچہ تفسیر نعیمی میں ہے کہ جب جادوگروں نے اپنا پورا زور صرف کردیا اور اپنی رسیاں پھینک کر میدان مقابلہ کو مصنوعی سانپوں، اژدھوں سے بھردیا لوگوں کو ڈرادیا تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ اب موقع ہے کہ آپ اپنا عصا ڈالیں۔چنانچہ آپ نے عصا ڈالا۔

عصا ڈالنا تھا کہ وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا اور اس میدان کے سارے مصنوعی سانپوں، اژدھوں کو ایک ایک کرکے نگل گیا، دیکھتے ہی دیکھتے میدان بالکل خالی ہو گیا، پھر اس نے تماشائیوں کی طرف رخ کیا۔سارے فرعونیوں میں بھگدڑ مچ گئی، بہت سے لوگ کچل کر مر گئے، آپ نے اس کی گردن پکڑ کر اٹھایا تو پھر وہی ہلکی پھلکی لاٹھی تھی۔حق یعنی توحید، نبوت موسوی، عصا کا معجزہ ہونا، دین موسوی کا درست

ہونا، ثابت بلکہ ظاہر ہو گیا اور جو کچھ جادوگر کرتے رہے تھے اس کا باطل ہونا سب کو معلوم ہو گیا۔

جادوگروں نے سوچا کہ اگر عصا موسوی بھی ہمارے سانپوں کی طرح ایک شعبدہ (جادو) یا نظر بندی ہے تو ہمارے رسے، بانس، بلے جو سینکڑوں من تھے کہاں گئے اور اس قدر وزنی چیز نگل جانے کے بعد اس کا وزن ایک ماشہ بھی نہ بڑھا۔ یقیناً وہ معجزہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں۔ چنانچہ وہ خود نہیں گرے بلکہ رب کی طرف سے سجدے میں گرا دیئے گئے، انہوں نے شکریہ یا اظہار وفاداری یا اپنے ایمان کے لئے سجدہ کیا اور سجدہ میں گر کر بلند آواز سے بولے کہ ہم اس پر ایمان لائے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ یعنی وہ جسے حضرت موسیٰ، ہارون علیہما السلام رب العالمین بتاتے ہیں جو ان دونوں کا رب ہے، اس پر ہم ایمان لائے، فرعون اور اس کی ربوبیت (خدا ہونے) کے عقیدے سے ہم پھر گئے، توبہ کرتے ہیں۔

فرعون جب اس میدان سے سخت شکست کھا کر بدحواسی میں بھاگا، گھر پہنچ کر ہوش ٹھکانے آئے اور یہ اسے پتہ لگا کہ جادوگر تو سجدے میں گر کر موسیٰ علیہ السلام اور اس کے رب پر ایمان لے آئے تو اسے اپنی قوم کے سامنے سخت شرمندگی ہوئی تب اس نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے جادوگروں کو پھر جمع کیا مگر اس دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مجمع میں نہ تھے۔ ان سے بولا کہ تم لوگ میری رعایا ہو تم نے میری اجازت کے بغیر دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت کیوں قائم کی، دماغ میں ان کی عظمت کیوں سوچی، سر سجدہ میں کیوں رکھا، زبان سے وہ کلمات کیوں کہے، تمہارے یہ اعضا یعنی دل اور دماغ، سر، زبان میری ملکیت ہیں تم نے انہیں میری اجازت کے بغیر کیوں استعمال کیا؟ تم میری اجازت کے بغیر ایمان لائے ہو یہ

تمہارا ایک قصور ہے۔

اور تمہارا دوسرا قصور یہ ہے کہ تمہیں شکست اور موسیٰ علیہ السلام نے فتح پائی نہیں ہے۔ بلکہ تم نے اس کے مقابلہ سے پہلے مصر میں یا مقابلہ کے وقت ''اسکندریہ'' میں ایک سازش کر لی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام تم سب کے استاد ہیں تم سب ان کے شاگرد تم نے دیدہ دانستہ یہ کھیل رچایا ہے۔ تاکہ تمہاری ظاہری شکست دیکھ کر میں اپنی سلطنت سے دستبردار ہو جاؤں اور میری قوم کو اس علاقے سے نکال کر خود راج کرو، سن لو! ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ میں تم کو تمہارے کیے کی سزا دوں گا تم اپنی سزا عنقریب جان لو گے، میں پہلے تو تمہارے دو طرفہ ہاتھ پاؤں کٹواؤں گا، یعنی ایک طرف کا پاؤں پھر تم کو درخت پر سولی دوں گا۔ تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

وہ لوگ جو کہ اب پکے مومن بن چکے تھے فرعون کی یہ دھمکی سن کر بولے ہمیں تیری دھمکیوں کی پرواہ نہیں کیونکہ اس صورت میں ہماری موت شہادت کی ہوگی اور ہم دار الفرار (دنیا) سے نکل کر دار القرار (آخرت) کی طرف، دار المحن (امتحان کے گھر) سے نکل کر دار الامن (امن کے گھر) کی طرف، تیرے پاس سے چھوٹ کر اپنے رب کی رحمت کی طرف جائیں گے۔ ایسی کامیاب موت پر ہزاروں زندگیاں قربان ہوں اتنا سن لو کہ ہم نے کوئی قصور نہیں کیا ہے جس سے ہم سزائے موت کے مستحق ہوں۔ ہمارا جرم صرف یہ ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر یا آیات کے ذریعے پر ایمان لائے، یہ ایمان کمال ہے عیب نہیں، یہ کہہ کر وہ اسی جگہ اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ مولیٰ اب تو ہم پر صبر بہا دے، جس سے ہم نہا کر پاک وصاف ہو جاویں اور ہم کو ایمان، اپنی اطاعت پر موت نصیب فرما آمین۔ (تفسیر نعیمی: ۹/۸۴، ۹۲-۹۸)

(۵) عظیم عابد کا...... عظیم صبر

منقول ہے کہ حضرت سیدنا یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا جبریل امین علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے فرمایا: میں روئے زمین کے سب سے بڑے عابد (یعنی عبادت گزار) کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبریل امین علیٰ نبینا و علیہ السلام آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جس کے ہاتھ پاؤں جذام کی وجہ سے گل سڑ کر جدا ہو چکے تھے اور وہ زبان سے کہہ رہا تھا: یا اللہ عزوجل تو نے جب تک چاہا ان اعضاء سے مجھے فائدہ بخشا اور جب چاہا لے لیا اور میری امید صرف اپنی ذات میں باقی رکھی، اے میرے پیدا کرنے والے! میرا تو مقصود بس تو ہی تو ہے۔

جب حضرت سیدنا یونس علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرئیل میں نے آپ کو نمازی، روزہ دار شخص دکھانے کا کہا تھا۔ حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے جواب دیا: اس مصیبت میں مبتلا ہونے سے قبل یہ ایسا ہی تھا، اب مجھے یہ حکم ملا ہے کہ اس کی آنکھیں بھی لے لوں۔ چنانچہ حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے اشارہ کیا اور اس کی آنکھیں نکل پڑیں۔ مگر عابد نے زبان سے وہی بات کہی ''یا اللہ عزوجل جب تک تو نے چاہا ان آنکھوں سے فائدہ بخشا اور جب چاہا انہیں واپس لے لیا۔ اے خالق عزوجل میری امید گاہ صرف اپنی ذات کو رکھا میرا تو مقصود بس تو ہی تو ہے۔''

حضرت سیدنا جبرئیل امین علیہ السلام نے عابد سے فرمایا: آؤ ہم تم باہم مل کر دعا کریں کہ اللہ عزوجل تم کو آنکھیں اور ہاتھ پاؤں پھر لوٹا دے اور تم پہلے ہی کی طرح عبادت کرتے لگو۔ عابد نے کہا ہرگز نہیں۔ حضرت سیدنا جبرائیل امین نے فرمایا: آخر کیوں نہیں؟ عابد نے جواب دیا ''جب میرے رب عزوجل کی رضا اسی میں ہے تو مجھے صحت نہیں چاہئے۔'' حضرت سیدنا یونس علیہ السلام نے فرمایا: واقعی میں نے

کسی کو اس سے بڑھ کر عابد نہیں دیکھا۔ حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا: یہ وہ راستہ ہے کہ رضائے الٰہی تک رسائی کے لئے اس سے بہتر کوئی راہ نہیں۔

(روض الریاحین، ص: ۲۸۱)

(۶) صبر کی تلقین

محمد بن علی مدائنی سے منقول ہے، محمد بن جعفر نے ارشاد فرمایا: ''یمن کے کسی بادشاہ کا بھائی فوت ہو گیا۔ تو کسی عربی شخص نے اس کی تعزیت کرتے ہوئے اس طرح کہا: ''یاد رکھ! مخلوق حقیقی کے لئے ہے، شکر اسی ذات کا ہے جو انعام کرنے والی ہے، مصائب و آلام سے بچانے پر وہ قادر ہے جو ہونا ہو وہ ضرور ہو کر رہتا ہے۔ جب (موت کا حکم) آ گیا تو اسے واپس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی فوت ہونے والے کی کوئی واپسی کی کوئی راہ ہے۔ تجھے ایسی چیز دی گئی ہے جو عنقریب تجھے چھوڑ جائے گی یا تو خود ہی اسے چھوڑ دے گا۔ تو اس کام کو ضرور بضرور ہونا تھا تو اس کے ہونے کے بعد پریشانی کس بات کی؟ اور جس بات کے ہونے کی امید ہی نہیں تو پھر اس کی طمع کیوں! اور جس چیز نے عنقریب منتقل ہو جانا ہے یا جس سے تو نے منتقل ہونا ہے تو اس کے لئے حیلہ کیا کرنا؟

ہمارے آباؤ اجداد گزر گئے جن کی ہم اولاد ہیں۔ تو جب اصل ہی ختم ہو جائے تو فرع بھی باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا مصائب و آلام کے وقت سب سے افضل شئے صبر کرنا ہے در اصل اس دنیا کے رہنے والے ایسے مسافر ہیں جو اپنی سواریوں کو اس دنیا کے علاوہ کسی اور مقام پر ہی اتارتے ہیں تو نعمت ملنے پر شکر، اور تغیرات زمانہ معاملات کے وقت اللہ عزوجل کے سامنے اس کی رضا کی خاطر اپنا سر تسلیم خم کرنا کتنی اچھی بات ہے۔

جب تو کسی پریشان حال (بے صبر) کو دیکھے تو اس سے عبرت حاصل کر۔ اور

جب تو کسی کو پریشان دیکھے تو اسے اس مسئلہ کے حل کے لئے اس کی تہہ تک پہنچنے والے شخص کی طرف لوٹا دے۔ کیونکہ اس کا تجھ سے زیادہ کون مستحق ہے۔ اور یاد رکھ! یقیناً تجھ پر انعام واکرام کرنے والے اللہ عزوجل نے ہی تجھے آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ اسی عطا کرنے والے نے تجھ سے (اپنی عطا کردہ نعمت) لے لی ہے۔ مگر اکثر (نعمتیں) تو (تیرے پاس) چھوڑ دیں۔ لہٰذا اگر تجھے صبر کرنا بھلا دیا گیا ہے تو پھر شکر کرنے سے تو غافل نہ ہو۔ (اگر ہو سکے تو) ان دونوں میں کسی کو نہ چھوڑ۔ اور ایسی غفلت سے بچ جو سلب نعمت اور ابدی ندامت وشرمندگی کا باعث ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آج ملنے والی چھوٹی مصیبت کی بجائے کل تجھے بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم دنیا میں جس بھی مقصد کے حصول کی کوشش کرتے ہیں تو موت اور مصائب وآلام ہمارے درمیان آ کھڑے ہوتے ہیں ہر گھونٹ اور لقمے کے ساتھ پھندا لگا ہوتا ہے۔

کوئی بھی نعمت پہلی نعمت کے ختم ہوئے بغیر نہیں پائی جاسکتی۔ اس دنیا میں زندگی گزارنے والا شخص جو دن بھی گزارتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنی پہلی گزرنے والی زندگی ختم کر رہا ہے۔ ان گزشتہ دنوں کا نام ونشاں باقی نہیں رہتا بلکہ ختم ہو جاتا ہے۔ ہمارا گزرنے والا ہر سانس ہمیں فناء کی جانب لے جا رہا ہے۔ تو پھر ہم باقی رہنے کی امید کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ دن اور رات جس چیز کو بھی بلندی دیتے ہیں تو آخر کار اسے گرانا شروع کر دیتے ہیں اور جس شئے کو وہ اکٹھا کر دیں آخر کار اسے بکھیر دیتے ہیں۔ پس تو نیک کام اور نیک لوگوں کو تلاش کر اور یاد رکھ بھلائی پہنچانے والا بندہ بھی بھلا ہوتا ہے۔ اور شر پہنچانے والا شخص شریر ہوتا ہے۔"

(عیون الحکایات: ۱/۳۴۱)

صبر کی ضرورت

(۱) رضائے الٰہی کے لیے صبر کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ○ (پ:۱۳، الرعد:۲۲)

اور جولوگ اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ (دونوں طرح) خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے ذریعے برائی کو دور کرتے رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت کا (چین) گھر ہے۔

دعوتِ عمل

وہ لوگ جو برائی کرنے کے بعد نیکی کرتے ہیں...... گناہ کرنے کے بعد توبہ کرتے ہیں...... اگر کوئی ان کے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو وہ اس کے بدلہ میں زیادتی نہیں کرتے بلکہ عفوودرگزر سے کام لیتے ہیں...... اگر انہیں محروم کیا جائے تو وہ عطا کرتے ہیں...... اور جب ان پر ظلم کیا جائے تو صبر سے کام لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو آخرت میں پیارا اور خوبصورت گھر ملے گا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ مصیبت میں صبر کریں...... کوئی زیادتی کرے تو درگزر سے کام لیں۔

(۲) اللہ کی رضا کے لیے صبر کی جزا

حضرت سیدنا داؤد علیٰ نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: یا

اللہ عزوجل جو بندہ تیری رضا کے لئے مصائب و آلام پر صبر کرے تو تیرے ہاں اس کی کیا جزا ہے؟ ارشاد فرمایا: "میں اسے ایمان کی خلعت (یعنی عزت والا لباس) عطا فرماؤں گا اور اس لباس کو اس کے اور جہنم کے درمیان آڑ بنا دوں گا اور اسے جنت میں داخل کروں گا۔" (شعب الایمان: ۷/۱۲، الرقم: ۹۲۸۰)

(۳) صدمہ پہنچنے کے وقت صبر کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ سے ڈرو اور صبر اختیار کرو۔

اس عورت نے کہا:

مجھ سے دور ہو جاؤ تمہیں وہ مصیبت نہیں پہنچی ہے اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں تھا (اس لئے ایسے کلمات کہہ دیئے) بعد میں اس عورت سے کہا گیا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

پس وہ عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوئی وہاں اس نے دربانوں کو نہ پایا۔

اس عورت نے کہا:

(یارسول اللہ!) میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسے نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا:

صبر تو یہی ہے کہ صدمے کے آغاز میں کیا جائے (بعد میں تو صبر آ ہی جاتا ہے) اور امام مسلم کی روایت میں ہے وہ عورت اپنے بچے کی قبر پر رو رہی تھی۔

(صحیح مسلم: ۲/۴۷، الرقم: ۹۲۶، بخاری: ۱/۴۳۳، الرقم: ۱۲۸۳، سنن نسائی: ۲/۲۰، الرقم: ۱۸۶۸،

سنن ابن ماجہ:۲/۲۸۰،الرقم:۱۵۹۶)

درسِ ہدایت

بڑی مصیبت کے وقت صبر کرنا ہی اصل صبر ہے اور اسی پر اجر عظیم ہے، بیٹے کی موت ماں کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے وہ عورت بھی اپنے بیٹے کی موت کا صدمہ برداشت نہ کرسکی اور اس کی قبر پر آکر رونے لگی، سرکار دو عالم ﷺ نے اسے دیکھا تو صبر کی تلقین فرمائی۔ اس پر غم کا غلبہ تھا۔ وہ آپ ﷺ کو نہ پہچان سکی اور بولی کہ آپ مجھے چھوڑ دیں، جیسا غم مجھے پہنچا ہے آپ کو ایسا غم نہیں پہنچا۔ پھر جب اسے نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کے متعلق بتایا گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر اس نے اپنے انداز گفتگو پر معافی مانگ لی۔

(۴) طاعون پر صبر......ثواب کی خاطر

طاعون ایک بیماری ہے جسے اللہ تعالیٰ پہلی امتوں پر بطور عذاب نازل کرتا تھا یعنی پہلی امتوں میں سے اگر کوئی امت اللہ کی نافرمانی کرتی اللہ کے احکامات کا مذاق اڑاتی، انبیاء کرام علیہم السلام سے ناروا سلوک کرتی تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو مٹانے کا ارادہ فرما دیتا اس قوم کو نیست و نابود کرنے کے لئے کبھی پتھروں کی بارش ہوتی تو کبھی کڑک و گرج ان کا کام تمام کردیتی کبھی اس بستی کو غرق کردیا جاتا تو کبھی اس نافرمان بستی کو تہہ و بالا کردیا جاتا۔

یہ اللہ عزوجل کے عذاب کی مختلف صورتیں تھیں انہیں صورتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ جب کوئی قوم نافرمانی کرتی اور نافرمانی میں حد سے بڑھ جاتی احکامات خداوندی کو پس پشت ڈالتی، شرک و کفر جیسی قبیح عادات کی مرتکب ہوجاتی تو اللہ عزوجل اسے نیست و نابود کرنے کے لئے طاعون کا عذاب نازل کرتا جب یہ بیماری عذاب کی صورت میں آتی تو پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی جس

سے کوئی بھی کافر و مشرک بچ نہ سکتا بلکہ تمام کفار و مشرکین کو نیست و نابود کر دیا جاتا۔

اللہ عزوجل اپنے حبیب ﷺ پر کس درجہ مہربان ہے۔ اور آپ کے صدقے آپ کی امت پر کس درجہ لطف و کرم فرماتا ہے جو چیز پہلی امتوں پر عذاب تھی اس نبی رحمت ﷺ کے صدقے سے وہ اس امت کے لئے رحمت بن گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے حضور اکرم ﷺ سے طاعون کے بارے میں استفسار کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ یہ طاعون عذاب تھا جس فرد (یا قوم) پر اللہ تعالیٰ چاہتا اسے نازل فرماتا پس اللہ تعالیٰ نے اسے (اب) مومنین کے لئے رحمت بنا دیا ہے پس جو آدمی طاعون میں مبتلا ہو جائے پھر وہ اپنے ہی شہر میں ٹھہرا رہے صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی نیت رکھتے ہوئے اور وہ جانتا ہو (اسے یقین ہو) کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے (اگر وہ اس طاعون میں وفات پا جائے) تو اس کے لئے شہید کی مثل اجر و ثواب ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: ۱۷/ ۳۵۷، الرقم: ۲۴۲۳۹، بخاری: ۴/ ۳۰، الرقم: ۵۷۳۴)

(۵) بچے کی خوراک کا انتظام

حضرت سیدنا معدی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کا بیان ہے ابو جھیل نامی ایک شخص نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا: ایک مرتبہ طاعون کے مرض نے لاشوں کے انبار لگا دیئے، ہم مختلف قبیلوں میں جا کر مردوں کو دفن کرتے لیکن جب پورے پورے گاؤں ہلاک ہونے کی وجہ سے لاشوں کی تعداد بہت بڑھ گئی اور ہم انہیں دفنانے سے عاجز آ گئے تو ہم یوں کرتے کہ ایک گھر کے افراد کی لاشیں گھر کے ایک کمرے میں جمع کر کے دروازہ اور کھڑکیاں وغیرہ بند کر دیتے۔ پھر طاعون کا مرض ختم ہونے کے بعد جب ہم ایک گھر میں داخل ہوئے تو وہاں ایک صحت مند،

خوبصورت بچہ موجود تھا۔ نہ جانے وہ بچہ کہاں سے آیا تھا؟ اور اب تک بغیر غذا کے کیسے زندہ تھا؟ ہم ابھی اسی شش وپنج میں تھے کہ اچانک ایک مادہ درندہ دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے سے اندر داخل ہوا اور بچے کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ بچہ اس کی طرف گیا اس کا دودھ پینے لگا۔

خالق کائنات و رازق مخلوقات جل جلالہٗ کی اس شان رزاقی کو دیکھ کر ہم بہت حیران ہوئے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے اپنے بندوں کو رزق کے اسباب مہیا کرتا ہے۔ اس نے ایک بچے کی خوراک کا انتظام کس طرح کیا۔ طاعون کی بیماری سے اس گھر کے تمام افراد اور عورتیں اور مرد موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ انہیں افراد میں ایک حاملہ عورت بھی تھی جس کا انتقال ہو گیا پھر اس بچے کی ولادت ہوئی اور اس کے رزق کا انتظام ایک درندے کے ذریعے کیا گیا۔ حضرت سیدنا معدی علیہ رحمۃ اللہ الھادی کہتے ہیں کہ اس بچے کی خوب پرورش ہوئی اور وہ جوان ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ وہ بصرہ کی مسجد میں اپنی داڑھی سنوار رہا تھا۔ یعنی وہ جوان ہو گیا۔ (عیون الحکایات، ص:۳۹۴)

(۶) ایک عظیم صابرہ خاتون

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن علیہ رحمۃ اللہ المنان اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت جو جنگل میں چراگاہ کے قریب رہتی تھی اس کے متعلق مجھے ایک شخص نے بتایا کہ وہ بڑھیا بہت عقل مند اور صابرہ وشاکرہ تھی۔ لوگ اس کے صبر وشکر اور دانائی کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ اس کا ایک بیٹا تھا جو انتہائی وجیہہ وخوبصورت تھا کافی عرصہ بیمار رہا، بوڑھی ماں نے بہت اچھے طریقے سے اس کی تیمارداری کی۔ عرصۂ دراز تک بستر علالت پر اپنے زندگی کے ایام گزارنے کے بعد بالآخر اس کا نوجوان جمیل وشکیل اکلوتا بیٹا اس دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کر

گیا۔

اس کی موت کے بعد بڑھیا اپنے گھر کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی۔ لوگ تعزیت کے لئے آئے تو بڑھیا نے ایک ضعیف العمر شخص سے کہا! کتنا اچھا ہے وہ خوش بخت جس نے عافیت کا لباس پہن لیا، جس پر نعمتوں کا رنگ چڑھ گیا، جسے ایسی فطرت عطا کی گئی کہ جب تک وہ اپنے مسائل حل نہ کرے اسے توفیق و ہمت دی جاتی رہے۔ پھر بڑھیا نے دو عربی اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

"وہ میرا بیٹا تھا مجھے معلوم نہیں کہ اس کی وجہ سے مجھے کتنا اجر ملا، میری مدد اس کے لئے یہ تھی کہ میں نے اس کی پرورش کی اور میں اس کی دیکھ بھال کرنے والی تھی، اگر میں اس کی موت پر صبر کروں تو اجر دی جاؤں گی اور اگر گریہ وزاری اور چیخ و پکار کروں تو اس رونے والی کی طرح ہو جاؤں گی جسے اس کے رونے دھونے نے کچھ فائدہ نہ دیا۔"

بڑھیا کی یہ حکمت بھری باتیں سن کر ضعیف العمر شخص نے کہا: "اب تک تو ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ رونا دھونا، واویلا کرنا عورتوں کی عادت ہے، لیکن تم مردوں سے بھی زیادہ صبر والی ہو، تمہارا صبر عظیم ہے اور عورتوں میں تمہاری نظیر ملنا مشکل ہے۔" یہ سن کر بڑھیا نے کہا: "جب بھی کوئی شخص دو چیزوں یعنی صبر و شکر اور جزع فزع (یعنی بے صبری) کے درمیان ہو تو اس کے سامنے دو راستے ہوتے ہیں۔ بہر حال صبر تو ہر حال میں اچھا ہے، وہ ظاہراً حسین اور اس کا انجام محمود ہے جب کہ بے صبری، اس پر تو کوئی ثواب ہی نہیں ہے۔ اگر صبر و بے صبری انسانی شکل میں ہوتے تو صبر، حسن وعادات اور دین کے معاملے میں بے صبری سے بدرجہا افضل ہوتا ہے۔ صبر دینی معاملات اور نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے والا ہے۔ جسے اللہ عزوجل دولت صبر عطا فرمائے اسے اللہ عزوجل کا وعدہ کافی ہے۔ صبر میں بھلائی

ہی بھلائی اور بے صبری میں نقصان ہی نقصان ہے۔''

(عیون الحکایات:۲/۱۸۰)

صبر......قرآن کی نظر میں

(۱) بے حساب اجر و ثواب

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ (پ:۲۳،الزمر:۱۰)

بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب انداز سے پورا کیا جائے گا۔

(۲) باہمت لوگ صابر ہوتے ہیں

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○ (پ:۲۵،الشوریٰ:۴۳)

اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

(۳) صبر سے مدد طلب کرنے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ (پ:۲،البقرہ:۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے مخاطب ہے اور انہیں کامیابی و کامرانی کے راز سے آگاہ فرما رہا ہے۔ اے ایمان والو! جب تم پر مصائب و آلام آ جائیں تم کسی پریشانی میں گھر جاؤ کسی بلا میں گرفتار ہو جاؤ تو ان تمام امور میں سرخرو

ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ صبر و صلوٰۃ سے مدد چاہو۔ یعنی ان مصائب و آلام اور مشکلات پر صبر کا دامن نہ چھوڑو اور اللہ عزوجل کے حضور سر بندگی جھکا دو جو مرد مومن صبر کا پیکر ہے اور صلوٰۃ پر مداومت اختیار کرتا ہو وہ کبھی خائب و خاسر نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

(۴) اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کا حکم

اللہ عزوجل اہل ایمان والوں کو جس طرح نعمتیں دے کر آزماتا ہے اسی طرح کبھی کبھی نعمتیں لے کر بھی آزماتا ہے اور جب کوئی نعمت اہل ایمان سے چھین لی جائے تو یہ واویلا تو نہیں کرتا؟ یہ آپے سے باہر تو نہیں ہوتا؟ کیا یہ صبر اختیار کرتا یا نہیں؟ اللہ عزوجل کی طرف سے آزمائش کے مختلف رنگ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(پ:۲، البقرہ:۱۵۵)

اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔

اے ایمان والو!

کبھی تمہاری آزمائش دشمن کے خوف سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش قحط سالی سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش شدید بھوک سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش فقر و فاقہ سے ہوگی

کبھی تمہاری آزمائش فصلوں کی کمی سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش مقاصد کے حصول میں مشکلات سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش کفار سے جنگ کے دوران افرادی قوت کی کمی سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش اہل وعیال کی موت سے ہوگی

ان مختلف قسم کی آزمائشوں کے ذریعے جھوٹے سچوں سے اور اہل بصیرت منافقوں سے جدا ہو جائیں گے۔

دعوتِ فکر

☆......کبھی اہل ایمان کو خوف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اس سے یہ دیکھنا مقصود ہے کہ کیا ایمان والا حالت خوف سے دامن شریعت چھوڑ تو نہیں دیتا کیا اس حالت میں وہ رسول عربی ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت تو نہیں ڈالتا ہاں ہاں سچے مومن اس حالت میں بھی صبر کا دامن تھامے رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔کبھی بھوک میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔اہل ایمان پر کئی کئی دن فاقے آتے ہیں کیا ایسی حالت میں وہ ناجائز ذرائع سے بھوک مٹانے کی کوشش تو نہیں کرتے ہاں سچا مومن فاقے پہ فاقے برداشت کر لیتا ہے لیکن غلط طریقے سے روزی کے حصول کا سوچتا بھی نہیں ہے۔

☆......کبھی مال کی کمی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے پہلے مال کی فراوانی ہوتی ہے دلجمعی سے اہل ایمان عبادت کرتے ہیں خالق و مالک کے حضور سر بندگی جھکاتے ہیں۔اور اپنے من کی دنیا آباد کرتے ہیں لیکن اچانک ان پر مال کی کمی ہو جاتی ہے۔ کاروبار مندے کا شکار ہو جاتا ہے یا کوئی آفت آتی ہے جس سے ان کے مال میں وہ پہلے والی فراوانی نہیں رہتی اس حالت میں مبتلا کر کے مقصود یہ دیکھنا ہے کہ ایمان والا صبر کا دامن تو نہیں چھوڑ دیتا ہاں حقیقی مومن ہر حالت میں اللہ کے در سے لو لگائے

رکھتا ہے۔ وہ خوشحالی میں ہو یا تنگی میں، امارات میں ہو یا حسرت میں کسی بھی حالت میں اس کے ذوق بندگی میں فرق نہیں آیا کرتا اور وہ پہلے ہی کی طرح عبادت کا مزہ لیا کرتا ہے۔

☆......کبھی جانوں میں کمی میں مبتلا کیا جاتا ہے ہنستا بستا گھر ہوتا ہے اچانک اہل ایمان کا نور نظر اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے اس عالم میں بھی ایمان والے اللہ کا در ترک نہیں کرتے اللہ ذوالجلال والکرام کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔

☆......کبھی پھلوں میں کمی آجاتی ہے اس سے بھی ایمان والے کی حلاوت ایمان میں فرق نہیں آیا کرتا۔ بلکہ اس کا ذوق بندگی پہلے کی طرح برقرار رہتا ہے۔ اس کی مناجاتوں کا کیف اور اس کے طویل سجدوں کی لذت حسب سابق برقرار رہتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مال دیتا ہے اللہ جو چاہے وہ کرتا ہے۔ بندہ کا کام صرف بندگی ہے۔

(۵) صابرین کی جزا

اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ اہل ایمان جو صبر کے وصف سے متصف ہیں یعنی صابرین کو بشارت دیجئے انہیں خوشخبری سنایئے۔ خوشی کی خبر ویسے بھی پہنچ جائے وہ انسان کو خوش کر دیتی ہے۔ لیکن صبر کرنے والوں کے بختوں کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان کو خوشی کی خبر من جانب اللہ آرہی ہے اور خبر دینے والے خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ کیا صبر کے صلہ میں یہی ایک انعام کافی نہیں۔ حضور سید المرسلین ﷺ کا صرف ایک مرتبہ خوش ہو جانا ہزار سالہ زندگی کی عبادت کے صلہ میں پھر بھی یہ سودا مہنگا نہیں بلکہ سستا ہے اللہ کے رسول ﷺ کی خوشی سے بڑھ کر ایک مومن کے لیے اور کوئی چیز اہم نہیں ہے۔

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس

آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں۔ ''آزمائش سے فرمانبردار اور نافرمان کے حال کا ظاہر کرنا مراد ہے۔'' امام شافعی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ خوف سے اللہ عزوجل کا ڈر...... بھوک سے رمضان کے روزے...... مالوں کی کمی سے زکوٰۃ و صدقات دینا...... جانوں کی کمی سے امراض کے ذریعہ موتیں ہونا اور پھلوں کی کمی سے اولاد کی موت مراد ہے اس لیے کہ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے۔

فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے کہ جب کسی کا بچہ مرتا ہے تو اللہ عزوجل ملائکہ (فرشتوں) سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہاں! یا رب (عزوجل)! پھر فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ عرض کرتے ہیں: ہاں! پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے: اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اس کے لیے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔ مصیبت کے پیش آنے سے قبل خبر دینے میں کئی حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس سے آدمی کو مصیبت کے وقت صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے، ایک یہ کہ جب کافر دیکھیں کہ مسلمان بلا و مصیبت کے وقت صابر و شاکر اور استقلال کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو انہیں دین کی خوبی معلوم ہو اور اس کی طرف رغبت ہو، ایک یہ کہ آنے والی مصیبت سے قبل اطلاع دے دینا غیبی خبر اور نبی اکرم ﷺ کا معجزہ ہے ایک حکمت یہ کہ منافقین کے قدم ابتلا کی خبر سے اکھڑ جائیں اور مومن و منافق میں امتیاز ہو جائے۔ (خزائن العرفان، پ۲، البقرہ:۱۵۵)

(۶) اہل ایمان کی نشانی

اہل ایمان کو جب کوئی مصیبت و تکلیف آئے کوئی پریشانی یا دکھ آئے تو ان کی

زبانوں پر ایک جملہ جاری ہوتا ہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف ہم لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اس جملہ میں وہ حقیقت ابدی کارفرما ہے جو اہل ایمان کے یقین کامل کا پتہ بتاتی ہے۔ صبر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے جمیع فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے وہ خوش نصیب ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نوازشات ہیں اور ان پر اللہ کی رحمت کی بارش برستی ہے اور وہ سدا اللہ کے کرم سے سرفراز رہتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی لوگ راہ جنت کے راہی ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کے مقدر میں ابدی نجات ہے۔

(۷) آزمائش میں صبر کرنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا یَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اس کی اولاد، اس کے مال میں آزمائش آتی رہتی ہے۔ (جن سے اس کے گناہ مٹتے رہتے ہیں) حتیٰ کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۲/۵۶۵، الرقم: ۲۳۹۹، مسند احمد بن حنبل: ۷/۵۰۹، الرقم: ۷۸۴۶، مستدرک حاکم: ۲/۴۹۷، الرقم: ۱۲۸۱)

مصائب کی اقسام

(۱) بیماری کا حملہ

مصائب انسان کی ذات پر آتے رہتے ہیں کبھی بیماری حملہ کرتی ہے کہ اس کے تمام معاملات متاثر ہو جاتے ہیں کبھی جسم کے کسی حصے میں مرض کبھی پورے جسم میں کوئی بیماری یا درد والم، رنج وغم کسی تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ جس سے اس کے روزمرہ کے معمولات میں فرق آ جاتا ہے اگر اس مرض پر صبر کرے تو اللہ عزوجل اسے پورا اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔

یعنی تہجد گزار آدمی مرض میں مبتلا ہوا اس کا بخار شدت اختیار کر گیا جس سے اس کے لئے اٹھنا بھی محال ہو گیا اس کی پوری کوشش اور خواہش ہے کہ وہ رب کے آگے وقت سحر سجدہ ریز ہو جائے لیکن بیماری کے باعث وہ ایسا نہ کر سکا تو اللہ عزوجل اسے اپنے خزانہ خاص سے تہجد کا ثواب عطا فرمائے گا یہ اس کا کرم ہے اور اس کے کرم کی تو کوئی حد نہیں ہے۔

(۲) غربت وتنگدستی

کبھی انسان کو فقر وتنگدستی گھیر لیتے ہیں۔ پہلے مال ودولت کی فراوانی ہے جس سے معاملات دنیا بہ حسن وخوبی طے ہو رہے ہیں اچانک تنگدستی حملہ آور ہو جاتی ہے کہاں وہ وقت کہ ہر طرف مال ودولت کی فراوانی اور کہاں کھانے کے لئے دو نوالے بھی میسر نہیں۔ ایک مومن اس عالم میں بھی شکوہ وشکایت زبان پر نہیں لاتا بلکہ صبر کا پیکر بن جاتا ہے وہ اپنے نفس کو روکتا ہے کہ کسی پر زیادتی نہ ہو وہ کسی کا ناحق مال نہیں چھینتا وہ صبر کرتا ہے ناجائز ذرائع سے روزی لینے کا تصور بھی نہیں کرتا۔

(۳) اولاد کا امتحان

اولاد کی نعمت اللہ عزوجل کا خصوصی عطیہ ہے نیک اولاد سونے پر سہاگہ ہے اہل ایمان کو جب اللہ عزوجل اولاد عطا فرماتا ہے تو وہ شکر بجالاتے ہیں کیونکہ شکر بجالانے سے خالق و مالک خوش اور راضی ہو جاتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے ساری کائنات اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں وہ کبھی کبھی اولاد کے ذریعے آزماتا ہے کہ میرا بندہ صبر کے وصف سے متصف ہے یا نہیں۔ اگر اس اولاد کو کوئی تکلیف آئے تو کیا یہ دامن صبر چھوڑ تو نہیں دیتا۔

ہنستے بستے گھر میں اچانک کوئی بچہ بیمار ہو جاتا ہے جس سے اس کے والدین کی کیفیت بدل جاتی ہے جب تک اسے آرام نہ آئے ماں کا قرار و سکون لٹ جاتا ہے۔ باپ اپنی جگہ مضطرب رہتا ہے بچے کی بیماری کا عرصہ مختصر بھی ہو سکتا ہے اور طویل بھی ان صورتوں میں اللہ کا بندہ پیکر صبر و رضا بن کر رہتا ہے۔ شریعت مطہرہ کے مطابق اس کا علاج و معالجہ کرتا ہے اس کے آرام و سکون کا خیال رکھتا ہے کبھی کبھی بیماری شدت اختیار کر جائے تو انسان کے اندرونی کرب میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن اس سارے عالم میں وہ آپے سے باہر نہیں ہوتا وہ زبان پر شکوہ و شکایت نہیں لاتا۔ وہ واویلا نہیں کرتا بلکہ صبر و سکون سے رہتا ہے اسے علم ہے میرے بے صبر ہونے سے اس کی بیماری رفع نہیں ہو گی لیکن میرے بے صبر ہونے سے میرا خالق و مالک ناراض ہو گا ایک مؤمن اور تو سب کچھ برداشت کر سکتا ہے اپنے رب کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتا۔

(۴) موت کا حملہ

اولاد کی بیماری بڑھتے بڑھتے اس کی موت تک پہنچ جاتی ہے۔ ایک آدمی کے سامنے اس کی اولاد موت سے ہمکنار ہو جائے یہ صدمہ خود جاں لیوا ثابت ہو سکتا

ہے۔لیکن ایک مرد مومن صبر و رضا کا پیکر بن کر اس صدمے کو بھی برداشت کر جاتا ہے اور اس مصیبت کے آنے سے وہ آپے سے باہر نہیں ہوتا بلکہ اسے معلوم ہوتا ہے۔تمام امور خالق و مالک کے دست قدرت میں ہیں۔وہ جس طرح چاہے اور جو چاہے کرتا ہے میں اس کا بندہ ہوں عاجز بندہ ہوں اس کا حکم اس کا فیصلہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔(تعلیمات نبویہ:۴/۳۷۷تا۳۷۹)

صبر......حدیث کی روشنی میں

(۱) دو محبوب چیزوں کے ذریعے آزمائش

عَنْ اَنَسٍ ﷜ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِیْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ۔

حضرت سیدنا انس بن مالک ﷜ سے مروی ہے: وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کروں پھر وہ صبر کرے تو اس کے عوض اسے جنت دوں گا۔دو محبوب چیزوں سے مراد اس کی دونوں آنکھیں ہیں۔

(صحیح بخاری:۴/۶،الرقم:۵۶۵۳)

حدیث میں فرمایا:"حَبِيْبَتَيْهِ" یعنی دو محبوب چیزیں آگے اس کی وضاحت بھی فرمائی یعنی دونوں آنکھیں،اس لیے کہ انسان کے بدن میں سے اہم اور محبوب عضو آنکھیں ہیں۔

یہ عالم دنیا جہاں رنگ و بو نور میں دھلا ہوا ہے ہر طرف اللہ تعالیٰ کی صنعت

دکھائی دیتی ہے۔ کہیں نور برساتا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ تو کہیں تاروں بھری رات دعوت نظارہ دیتی ہے۔ کہیں چودھویں کا چاند اپنی جانب راغب کرتا تو کہیں سپیدہ سحر انسان کو مسحور بناتا ہے ہیں رنگ برنگے پھول ہیں تو کہیں لہلہاتے کھیت کہیں دریاؤں کی روانی ہے ہے تو کہیں سمندر کی اٹھتی موجیں کہیں گرتی آبشاریں ہیں تو کہیں ابلتے چشمے، فلک بوس پہاڑ ہوں یا برف سے ڈھکی چوٹیاں سب اللہ جل جلالہٗ کی قدرت اور اس کی ربوبیت کا برملا اظہار کر رہی ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب نظارے آنکھ سے ہیں آنکھ ہے تو جہاں ہے اور آنکھ کا نور نہیں تو جہاں بھی بے نور معلوم ہوتا ہے۔

آنکھ اللہ کا وہ عطیہ ہے جس سے انسان اپنے ماں باپ کے چہروں کی زیارت کرتا ہے غمگین انسان جب اپنے پھول جیسے بیٹے کے چہرے کو دیکھتا ہے تو اس کو سارے غم بھول جاتے ہیں۔

یہ آنکھ اللہ عزوجل کا خصوصی عطیہ ہے اللہ عزوجل اپنے بندے کو آزمانے کے لئے کبھی اس کی آنکھیں لے لیتا ہے جو ان آنکھوں کے جانے سے آپے سے باہر نہ ہو بلکہ صبر کا دامن تھامے رکھے۔ اللہ عزوجل کی رضا پر راضی رہے تو اللہ عزوجل کا وعدہ ہے کہ میں ان آنکھوں کے بدلے اسے جنت دوں گا۔

یہ عارضی نور چلا گیا لیکن صبر کرنے والا دائمی نور لے گیا یہ مخلوق کو دیکھنے والا نور رہا تو صبر و رضا کا پیکر ابد الآباد تک خالق کے نور کے جلوے اپنے مقدر میں کر گیا یہ سودا مہنگا نہیں بلکہ بڑا سستا سودا ہے۔ پوچھے کوئی عشاق سے، پوچھے اللہ عزوجل کے دیوانوں سے اگر ان کا سب کچھ چھن جائے اور اس کے بدلے انہیں جلوہ الٰہی نصیب ہو تو یہ جلوہ ان کے سب دکھوں کا مداوا بلکہ تمام کدو کاوش کا حاصل ہے۔

اللہ عزوجل ہر اہل ایمان کو صبر کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین

(۲) مصائب...... بھلائی کا باعث ہوتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اس کے گناہوں کی جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور اگر کسی بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو گناہ کے سبب اس کا بدلہ روک رکھتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پورا بدلہ دے گا اسی سند سے حضور نبی اکرم ﷺ سے مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بڑا ثواب بڑی مصیبت کے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزماتا ہے پس جو اس پر راضی ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لیے ناراضگی ہے۔

(سنن ترمذی: ۴/۶۰۱، الرقم: ۲۳۹۶، مسند ابو یعلیٰ: ۷/۲۴۷، الرقم: ۴۲۵۴، مستدرک حاکم: ۴/۶۵۱، الرقم: ۸۷۹۹)

(۳) کاش! دنیا میں مصیبت آجاتی

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَوَدُّ اَھْلُ الْعَافِیَةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حِیْنَ یُعْطٰی اَھْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَھُمْ کَانَتْ قُرِضَتْ فِی الدُّنْیَا بِالْمَقَارِیْضِ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام وسکون والے تمنا کریں گے کاش دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹے جاتے۔

(سنن ترمذی: ۴/۶۰۳، الرقم: ۲۴۰۲، شعب الایمان: ۷/۱۸۰، الرقم: ۹۹۲۱، مسند الفردوس: ۳/۴۴۲، الرقم: ۵۳۵۶)

درسِ ہدایت

دنیا میں جب کسی کو مصیبت پہنچتی ہے تو اس وقت انسان بہت مایوس ہو جاتا ہے اور عیش و آرام میں زندگی گزارنے والے لوگ مصیبت زدہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کی بے بسی کو اچھالتے ہیں۔ اور بے رحموں کی طرح ان سے سلوک کرتے ہیں مگر کل قیامت کے دن جب یہی مصیبت زدہ اجر و ثواب حاصل کریں گے تو وہ لوگ جو دنیا میں پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے ان کو دیکھ کر حسرت سے کہیں گے کہ کاش ان کو بھی دنیا میں ہی مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جاتا دنیا میں ہی وہ تکلیف برداشت کر لیتے تاکہ قیامت کے دن ان کو بھی اجر و ثواب ملتا۔

(۴) صاحب کرامت بچے اور راہب کا واقعہ

حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے کے لوگوں میں ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا: میں بوڑھا ہو گیا ہوں، لہٰذا میرے پاس کسی لڑکے کو بھجواؤ تاکہ میں اسے جادو سکھاؤں۔ چنانچہ، بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکا بھیج دیا تو وہ اسے سکھانے لگا، لڑکے کے راستے میں ایک راہب رہتا تھا۔ راہب کی باتیں اسے بہت اچھی لگتیں۔ چنانچہ وہ اس کے پاس بیٹھتا اور اس کی باتیں سنتا، جب وہ جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا تو وہ اسے مارتا، لڑکے نے راہب سے شکایت کی تو اس نے کہا: جب جادوگر سے ڈر محسوس کرو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے گھر والوں نے روک رکھا تھا اور جب گھر والوں کا خوف ہو تو کہہ دو کہ مجھے جادوگر نے روک رکھا تھا۔

(۵) جادوگر افضل ہے یا راہب؟

(چنانچہ یونہی سلسلہ چلتا رہا) پھر ایک دن لڑکے نے راستے میں ایک بہت بڑا جانور دیکھا جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا تو اس نے دل میں کہا: آج معلوم کروں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ، اس نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَمْرُ الرَّاهِبِ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هٰذِهِ الدَّابَّةَ حَتّٰى يَمْضِيَ النَّاسُ ۔

اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ تیرے نزدیک جادوگر کے معاملے سے زیادہ پسندیدہ ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے تا کہ لوگ گزر سکیں۔

پھر اس نے ایک پتھر پھینکا اور اس جانور کو ہلاک کر دیا تو لوگ گزر گئے۔

(۶) عنقریب تمہاری آزمائش ہوگی

اس نے راہب کے پاس آ کر واقعہ سنایا تو راہب نے کہا: بیٹا!

اَنْتَ الْيَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّيْ

آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو، تمہارا معاملہ وہاں تک پہنچ گیا جس کو میں دیکھ رہا ہوں اور عنقریب تمہاری آزمائش ہوگی جب تمہیں آزمایا جائے تو میرے بارے میں نہ بتانا۔

اب لڑکے کی یہ کیفیت ہوگئی کہ (اللہ عزوجل کے حکم سے) وہ پیدائشی اندھوں اور برص والوں کو شفا دینے لگا اور لوگوں کا ہر قسم کا علاج کرنے لگا۔ بادشاہ کا ایک ہم مجلس نابینا تھا جب اس نے لڑکے کے بارے میں سنا تو بہت سے تحائف لے کر اس کے پاس آیا اور کہا: اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب کچھ تجھے دے دیا جائے گا۔ اس نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لے آئے تو میں دعا کروں گا اور وہ تجھے شفا دے گا۔

چنانچہ وہ اللہ عزوجل پر ایمان لایا اور اللہ عزوجل نے اسے شفا دی۔ پھر وہ حسب معمول بادشاہ کے پاس آ کر بیٹھا تو بادشاہ نے پوچھا: تیری بینائی کس نے لوٹا دی؟ اس نے کہا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا:

رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ

میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے اسے پکڑا اور اس وقت تک سزا دیتا رہا جب تک کہ اس نے لڑکے کے بارے میں نہ بتا دیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیا تو بادشاہ نے کہا:

اے لڑکے تیرا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تو مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو تندرست کر دیتا ہے۔ اور اب تو خوب ماہر ہو گیا۔

لڑکے نے کہا: میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا، بلکہ اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰهُ اللہ عزوجل شفا دیتا ہے۔ (یہ سن کر) بادشاہ نے اسے پکڑا اور مسلسل سزا دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا۔

(۷) راہب کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے

راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنا دین چھوڑ دے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ نے آرا اس کے سر کے درمیان رکھا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اپنے مصاحب سے کہا کہ وہ اپنا دین چھوڑ دے تو اس نے بھی انکار کر دیا بادشاہ نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

لڑکے کو مارنے کی تدبیریں

پھر لڑکے کو لایا گیا اور اس سے بھی دین چھوڑنے کا مطالبہ کیا گیا، اس نے بھی انکار کر دیا، چنانچہ اسے چند آدمیوں کے حوالے کیا گیا کہ اگر یہ اپنے دین سے پلٹ

جائے تو ٹھیک ورنہ اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دینا۔ چنانچہ، لوگ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تو اس نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ

اے اللہ عزوجل! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے کفایت کر۔

چنانچہ، پہاڑ لرزنے لگا اور وہ گر پڑے، لڑکا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھ جانے والوں نے کیا کیا؟ کہا: اللہ عزوجل نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے اسے کچھ اور آدمیوں کے حوالے کیا اور کہا: اسے کشتی میں سوار کر کے دریا کے وسط میں لے جاؤ اگر اپنے دین سے پھر جائے تو بہتر ہے ورنہ اسے (دریا میں) پھینک دینا۔ چنانچہ، وہ اسے لے گئے، تو اس نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ

اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے محفوظ رکھ۔

چنانچہ، کشتی الٹ گئی اور وہ غرق ہو گئے۔ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھ جانے والے کہاں ہیں؟ اس نے کہا: اللہ عزوجل نے مجھے ان سے بچا لیا اور تو اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتا، جب تک میری بات پوری نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا: بتا کیا بات ہے؟ اس نے کہا: لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے مجھے ایک لکڑی پر سولی چڑھا دے پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر یہ الفاظ کہتے ہوئے مجھے تیر مار دے:

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

''اللہ عزوجل کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔''

تو جب ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر سکے گا۔

چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے لڑکے کو سولی پر لٹکا کر اس کے

ترکش سے ایک تیر لیا اور کمان میں رکھ کر کہا: ''اللہ عزوجل کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔'' اور تیر پھینک دیا جو لڑکے کو کنپٹی پر لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور اس دار فانی سے آخرت کی طرف کوچ کر گیا۔

آگ کی خندق کھودنے کا حکم

یہ دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے کہا: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ جب لوگوں کی یہ حالت بادشاہ کو بتا کر کہا گیا کہ تجھے جس بات کا خطرہ تھا اللہ عزوجل نے وہ سب کچھ تیرے ساتھ کر دیا ہے یہ سن کر بادشاہ نے گلیوں کے دہانے پر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ خندقیں کھود کر ان میں آگ جلادی گئی اور بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں ڈال دیا جائے یا اس سے کہا جائے آگ میں داخل ہو جا! چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ آئی وہ آگ میں داخل ہونے سے کچھ ہچکچانے لگی تو بچے نے کہا:

يَا اُمَّهُ اِصْبِرِىْ فَاِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ

ماں صبر کر، تو حق پر ہے۔

(صحیح مسلم: ۶/۴۱۰، الرقم: ۳۰۰۵، مسند احمد بن حنبل: ۱۷/۱۷۳، الرقم: ۲۳۸۱۵)

درسِ عمل

''معلوم ہوا کہ نیکی کی دعوت دیتے وقت نیک بندوں کو مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور وہ ان مصائب پر صبر کرتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ چاہے کتنے ہی شدید مصائب کا سامنا ہو اظہار حق سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ بلکہ ہر مشکل گھڑی میں اللہ کی طرف رجوع اور اس سے دعا کرنی چاہیے۔''

درسِ عبرت

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک بادشاہ اپنی بادشاہت کو استحکام بخشنے کے لئے اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک جادوگر کا سہارا لیتا ہے ظالم حکمران جتنے اوپر سے مضبوط دکھائی دیتے ہیں اندر سے اتنے ہی کھوکھلے ہوتے ہیں یہ اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے کچھ اس قسم کے افراد کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں اور یہ لوگ اپنے شعبدوں سے اپنے ہاتھ کی صفائی سے رعایا کو مرعوب کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں جس سے بادشاہ کو مزید ظلم و زیادتی کا موقع مل جاتا ہے ظالم و جابر حکمران مخلوق خدا کو اپنا عبد (غلام) بنانے والے حکمران قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونگے تو وہاں ان کے ساتھ ان افراد کو جو خفیہ طور پر ان کے معاون ہوتے ہیں بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اور ظالمین کی سزا میں یہ بھی برابر کے شریک ہوں گے۔

صابرین کا مقام و مرتبہ

(۱) اللہ صابرین کے ساتھ ہے

اللہ رب العزت اپنے بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرما کر ان پر احسان عظیم فرماتا ہے تو کبھی انہیں مصائب و آلام کی آزمائش میں ڈال کر کامیابی کی صورت میں اعلیٰ و ارفع درجات کے علاوہ ان گنت دنیاوی اور اخروی انعامات سے بھی نوازتا ہے۔ ایسے خوش بخت لوگوں کو سب سے بڑا انعام اللہ عزوجل کا یہ مژدہ سنانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (پ:۲، البقرہ:۱۵۳)

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

رب کائنات کا قرب وہ عظیم نعمت ہے کہ جس کے حصول کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام رحمہم اللہ نے ایسی ایسی تکالیف پر صبر کیا کہ جن کے تصور ہی سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل ان بزرگ ہستیوں کے صدقے ہمیں دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ اور جو مصائب ہمارے مقدر میں ہیں ان پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس دنیا میں

جس کے ساتھ کوئی وزیر اعظم ہو

جس کے ساتھ کوئی تھانیدار ہو

جس کے ساتھ کوئی MNA، MPA ہو

جس کے ساتھ اعلیٰ عہدے دار ہوں

جس کے ساتھ کوئی وکیل ہو

جس کے ساتھ کوئی جج ہو

تو وہ اپنے آپ کو محفوظ (Safe) محسوس کرتا ہے مگر

جس کے ساتھ رب کائنات ہو

جس کے ساتھ والی کائنات ہو

جس کے ساتھ غفور و رحیم رب ہو

جس کے ساتھ جبار و قہار رب ہو

جس کے ساتھ ستار و غفار رب ہو

وہ شخص نہ صرف اس دنیا میں محفوظ (Safe) ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اسے کوئی خوف اور ڈر نہ ہوگا۔

(۲) صبر کرنے والے کے لیے جنت کے سوا کچھ نہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: یَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰی مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةُ۔

''حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے، جب میں اپنے مومن بندے سے اس کی کوئی دنیوی محبوب چیز لے لوں، پھر وہ صبر کرے تو میرے پاس اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔''

(بخاری: ۴/۲۲۵، الرقم: ۶۴۲۴، شعب الایمان: ۷/۱۶۶، رقم الحدیث: ۹۸۶۲)

(۳) صابرین فضیلت والے لوگ ہیں

حضرت محمد، نور مجسم، شاہ بنی آدم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ عزوجل قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی (پکارنے والا) ندا دے گا۔ ''فضیلت والے لوگ کہاں ہیں؟'' تو تھوڑے سے لوگ کھڑے ہونگے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چل دیں گے۔ فرشتے پوچھیں گے: ''ہم تمہیں بہت تیزی کے ساتھ جنت کی طرف جاتا دیکھ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔'' فرشتے پوچھیں گے: ''تمہاری فضیلت کون سی ہے؟'' وہ جواب دیں گے کہ ''جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے۔ جب ہم سے برا سلوک کیا جاتا تو ہم معاف کر دیا کرتے تھے۔ جب ہم سے جہالت کا برتاؤ کیا جاتا تو ہم حوصلے اور بردباری سے کام لیتے تھے۔'' اس وقت ان سے کہا جائے گا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ! عمل کرنے والوں کا کتنا اچھا اجر ہے۔''

(احیاء العلوم: ۳/۲۲۰)

(۴) صابرین نکھرے لوگ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ ۙ (پ:۲۶، محمد:۳۱)

اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے (ثابت قدمی کے ساتھ) جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو (بھی) ظاہر کردیں۔

فائدہ

اہل ایمان کی ساری زندگی جہاد سے عبارت ہوتی ہے...... وہ ظاہری دشمن کے خلاف بھی جہاد کرتا ہے...... اور خواہشات نفس کے خلاف بھی جہاد میں مصروف رہتا ہے...... وہ ظاہری دشمن کے وار سے بھی بچتا ہے۔ اور باطنی دشمن کے قید و مکر سے اپنا دامن بچالیتا ہے۔

یہی بندہ مومن ساری زندگی شکر و صبر کا پیکر رہتا ہے۔ اگر انعام ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر آزمائش آجائے تو صبر کا دامن تھام لیتا ہے اگر خوشحالی ہو تو شکر بجالاتا ہے اور اگر تنگدستی آجائے تو صبر کا پیکر بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو شکر و صبر کا پیکر بنائے اور حق پر چلتے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

صابرین کے لیے بشارتیں

صابرین کی زندگی بڑی ہی پرسکون اور پرامن ہوجاتی ہے۔ صابرین دشمن کی نگاہوں میں بھی باوقار اور بارعب ہوجاتے ہیں۔ صبر غیروں کو بھی اپنا بنا دیتا ہے کیونکہ ''اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔'' انہی صابرین کے لئے مختلف

انداز سے مژدہ کامیابی وکامرانی سنایا گیا۔

(۱) بینائی جانے پر...... دیدار الٰہی کا تحفہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبرئیل! جب میں اپنے کسی بندے کی بینائی لے لوں تو اس کا اجر یہ ہے کہ میں اسے اپنے دیدار سے مشرف فرماؤں گا۔''

(معجم الاوسط: ۶/۳۰۴، الرقم: ۸۸۵۵)

(۲) محبوب ترین فرد کی جدائی پر صبر کا اجر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی: مَا لِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ اَهْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ اِلَّا الْجَنَّةُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میرا وہ مومن بندہ کہ جس کے اہل دنیا میں سے محبوب ترین فرد کو میں لے لوں پھر وہ اس پر ثواب کی نیت (سے صبر) کرے تو میرے ہاں اس (صبر کرنے والے) کی جزا جنت ہے۔

(مسند امام احمد: ۹/۱۹۶، الرقم: ۹۳۶۱، صحیح بخاری: ۱۱/۲۴۱، الرقم: ۶۴۲۴، شعب الایمان: ۷/۱۶۶، الرقم: ۹۸۶۲)

ہر چیز کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کی مخلوق ہیں اس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے تو ہم پیدا ہوئے ہیں اگر وہ پیدا نہ فرماتا تو کون پیدا ہوتا۔ تمام کائنات کا، کائنات کے ہر فرد کا وجود اللہ تعالیٰ کے پیدا فرمانے اور اس کے لطف وکرم سے ہے وہ جب چاہے کسی کو دے اور جب چاہے کسی سے لے لے

یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ کے صدقے آپ کی امت پر کتنا مہربان ہے سبحان اللہ! اگر کسی کو دیتا ہے اور پھر اس کا پیارا اس سے لے لیتا ہے وہ آدمی اس لینے پر صبر کرے، ثواب کی امید رکھے تو رحیم و کریم اللہ اس صبر و رضا کے عوض اسے عذاب جہنم سے نجات عطا فرمائے گا۔ دائمی آرام و سکون دے گا اور جنت عطا فرمائے گا۔

☆...... بیٹے سے اور اپنے جگر پارے سے انسان کوٹ کوٹ کر محبت کرتا ہے اس کی محبت خالص ہوا کرتی ہے اگر کسی کا بیٹا اللہ تعالیٰ لے لے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرماتا ہے۔

☆...... اسی طرح کسی کو اپنے بھائی سے بہت محبت ہوتی ہے یہ محبت خلوص پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ آدمی اپنے بھائی کے بغیر رہ نہیں سکتا اچانک اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کو لیتا ہے اس پر اگر وہ صبر کرے اللہ کی رضا پر راضی رہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسے میں جنت عطا کروں گا۔

☆...... بعض احباب کو اپنے والدین سے انس ہوتا ہے اور یہ انس اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہوتا ہے جب تک وہ اپنے والدین کی زیارت نہ کرلیں انہیں سکون نہیں ملتا وہ ہر وقت والدین کی خدمت میں لگے رہتے ہیں یہ خدمت وہ بوجھ سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ دل و جان سے کرتے ہیں ان کے والدین جب دار فانی کو چھوڑ جائیں اور اس پر وہ صبر کا دامن تھامے رکھیں جزع و فزع سے اعراض کریں تو اللہ الکریم کا وعدہ ہے کہ انہیں دائمی انعامات کی جگہ نوازے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ صرف خونی رشتوں تک نہیں بلکہ ہر اس تعلق تک ہے جو خلوص پر مبنی ہے جس میں کسی لالچ کسی مفاد کا شائبہ تک نہ ہو۔

☆...... کبھی کبھی کسی مسلم بھائی سے دوستی ہو جاتی ہے۔ وہ دوستی بڑھتے

بڑھتے بھائی چارہ تک پہنچ جاتی ہے پھر وہ بھائیوں کی طرح رہتے ہیں دکھ درد میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ جب تعلقات کی نوعیت غرض سے وراء ہو تو وہاں عجب سماں ہوتا ہے تکلیف ایک پر دکھ دوسرے کو، مصیبت ایک پر نازل ہوتی ہے، کرب دوسرے کو جب ایسے دوست کی جدائی کا وقت آئے وہ اپنے ہی گھرے اور مخلص دوست کے ہاتھوں میں اپنی جان جان آفریں کے حوالے کر دے اور وہ دوست اس پر صبر کا دامن تھامے رکھے تو یقیناً ایسے دوست کے لئے ہی وعدۂ الٰہی جنت کا ہے۔

☆......کبھی انسان اپنے استاد سے محبت کرتا ہے یہ محبت محبت ہوا کرتی ہے اس میں کوئی لالچ پنہاں نہیں ہوتا' جب یہ محبت نقطہ کمال تک پہنچتی ہے تو پھر اس استاد کے بغیر چین نہیں آتا اگر وہ دنیا سے چلا جائے، اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا یہ شاگرد یہ سمجھتا ہے کہ میرا سب کچھ لٹ گیا اب میں اپنی علمی پیاس کس کے پاس جا کر بجھایا کروں گا اور کون ہے جو میرے سر پر دست شفقت رکھے گا کون ہے جو محبت بھرے انداز میں مجھے راہ حق بتائے گا اس کا اندر اس کے غم میں چھلنی ہے لیکن وہ ظاہری طور پر اطمینان وسکون کا پہاڑ نظر آتا ہے وہ ایسا صرف اور صرف حکم خداوندی سے کرتا ہے تو ایسے ہونہار شاگرد کے لئے در جنت کشادہ ہے وعدۂ الٰہی ہے۔ اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ○ (بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا)

(تعلیمات نبویہ: ۴/۲۸۷-۲۸۸)

(۴) فوت شدہ بیٹا جنت میں انتظار کرے گا

امام احمد ونسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تمہیں اس سے محبت ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! پھر اس کا بیٹا فوت ہو گیا۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے دریافت کیا کہ اس آدمی کا کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس کا بیٹا فوت ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم جنت کے کسی دروازے سے آؤ اور وہ (فوت شدہ) بچہ پہلے سے تمہارے انتظار میں وہاں کھڑا ہو؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا یہ خوشخبری صرف اس کے لئے ہے یا ہمارے لیے بھی ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سب کے لئے بھی ہے۔

(فتح الباری: ۱۲/ ۲۰۵، الرقم: ۶۴۲۴)

(۴) مریض کے نیک اعمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل جب کسی کو جسمانی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو عزت و جلال والا اللہ فرشتے سے فرماتا ہے اس مریض کے وہ تمام نیک اعمال لکھتے جاؤ (جو وہ حالت صحت میں کیا کرتا تھا) اگر اللہ عزوجل اسے اس بیماری سے شفاء عطا کرے تو اسے دھو دیتا ہے اور اسے طیب و طاہر کر دیتا ہے اور اگر اس بیماری میں اس کی جان لے لے تو اس کی مغفرت فرماتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

(سنن ابوداود: ۲/ ۲۰۰، الرقم: ۳۰۹۰، مسند ابو یعلیٰ: ۱۰/ ۴۸۳، الرقم: ۶۰۹۵)

فائدہ

ایک عبد مسلم کو اس عالم ناپائیدار کے گزرنے والے لمحات کی قدر کرنی چاہیے اسے حالت صحت و عافیت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے اس کے حضور سر بندگی جھکا کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا کیف لینا چاہیے...... حسن خلق کا پیکر ہونا چاہیے...... اور سخاوت کو شعار بنانا چاہیے۔

اللہ کبھی صحت سے نوازتا ہے...... تو کبھی بیماری بھی لاحق کر دیتا ہے...... وہ

دونوں حالتوں میں بندہ مومن کو آزماتا ہے اگر حالت صحت میں وہ شکر کرے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہے اور خیر میں دلچسپی لے اور بھلائی کے کام بڑھ چڑھ کر کیے تو جب اس کو بیماری لاحق ہو تو یہ اللہ کی آزمائش کا ایک اور طریقہ ہے اس میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے اور جتنا ہو سکے اسے یاد کرے۔

ظاہر بات ہے کہ بیماری کی حالت میں معمولات میں فرق آجاتا ہے لیکن اللہ کے عبد مطیع کو زیادہ فکر مند نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر لمحہ اسے ہی یاد کرنا چاہئے اس کا فائدہ یہ ہوگا بیماری کی حالت میں صبر کرنے والا اسے ان تمام معمولات کا مسلسل اجر وثواب ملتا رہے گا۔ جو وہ حالت صحت میں خوشی سے کیا کرتا تھا۔

تو گویا یہ بیماری حضور ﷺ کے صدقے اہل ایمان کے لیے نعمت کا درجہ رکھتی ہے اور نعمت ایسی کہ نیکیوں سے مالا مال کر جاتی ہے۔

صبر کی برکات

(۱) مصیبتوں پر صبر کرنے والے لوگ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ عَلٰی مَآ اَصَابَہُمْ وَالْمُقِیْمِی الصَّلٰوۃِ وَ مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ یُنْفِقُوْنَ○

(پ:۱۷،الحج:۳۵)

(یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور جو مصیبتیں انہیں پہنچتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مصیبتوں پر صبر یہ ہے کہ انسان ان کے مقابلے میں ڈٹ جائے اور ان سے نجات کے لیے اللہ ہی کو پکارے جو نقصان ہوا اس کو اللہ کی راہ میں قربانی سمجھے اور اس پر اجر کی دعا کرے۔

نیز یہ یقین رکھے کہ سب کچھ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے...... دینے والا...... اس کو لینے پر بھی قادر ہے۔

اللہ کی نعمتیں...... مال و دولت...... اہل و عیال...... حکومت و سلطنت...... حتیٰ کہ ہمارا جسم و جان سب کچھ اسی کی امانت ہیں۔ وہ جب تک چاہے اپنی نعمتوں کی ہم سے خدمت کرائے اور جب چاہے واپس لے لے...... ہمارا قبضہ عارضی ہے...... وقتی ہے...... مالک حقیقی وہی ہے۔

(۲) مصیبت میں مبتلا شخص کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ مصیبتیں کن لوگوں پر آئیں؟ فرمایا: انبیائے کرام علیہم السلام پر پھر ان کے بعد جو لوگ بہتر ہیں پھر ان کے بعد جو بہتر ہیں بندے کو اس کی دینداری کے اعتبار سے مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے اگر وہ دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ دین میں کمزور ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی دینداری کے مطابق اسے آزماتا ہے۔ بندہ مصیبت میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ دنیا ہی میں اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(ابن ماجہ: ۴/۳۶۹، الرقم: ۴۰۲۳)

(۳) بیماری میں صبر اور حمد و ثناء کرنا

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ مومن بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے تو

ان سے فرماتا ہے دیکھو میرا یہ بندہ تیمارداری کرنے والوں سے یہ کہتا ہے۔ پس اگر وہ تیمارداری کرنے والے اس کے پاس آئیں تو وہ بیمار اللہ کی حمد کرے اور اس کی ثناء کرے تو یہ دونوں فرشتے اللہ کی بارگاہ میں اس کو لے کر بلند ہوتے ہیں حالانکہ وہ ان سے بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اس میرے بندے کے لیے میرے ذمہ کرم پر ہے کہ اگر میں اسے اس بیماری میں وفات دوں تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر اسے شفاء عطا کروں تو میں اس کے لحم (گوشت) کے بدلے بہتر لحم (گوشت) عطا فرماؤں گا اور اس کے دم خون کے بدلے بہتر دم (خون) عطا فرماؤں گا اور میں اس بیماری کے ذریعے اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔

(موطا امام مالک: ۲/۹۴۰، کنز العمال: ۳/۳۱۰، الرقم: ۶۷۰۴)

سبحان اللہ! مومن ہر حال میں خیر و بھلائی سے لبریز ہے اگر وہ بیمار بھی ہو جائے پھر بھی اس کے لیے گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ حالت بیماری میں پہلا کرم تو یہ ہے کہ حالت صحت میں وہ جو جو اعمال صالحہ سرانجام دیتا تھا اس کا مسلسل اجر و ثواب ملتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی۔ کیا مومن کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے یہی انعام کافی نہیں لیکن اللہ کریم کا کرم جوبن پر ہے اس نے مزید یہ انعام دیا کہ اگر اس کی زندگی کی سانسیں پوری ہو چکی ہیں تو اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ دائمی و ابدی راحتوں میں پہنچا دیا جائے گا اور اگر اس کی زندگی باقی ہے اور اسے دوبارہ صحت مند ہونا ہے تو اللہ کریم اس کے گوشت کے بدلے بہتر گوشت اور اس کے خون کے بدلے بہتر خون عطا فرمائے گا۔ اب جب بہتر گوشت و خون والا ہوگا تو پھر اس کی بقیہ زندگی مزید عبادت و ریاضت میں بسر ہو گی اور تقویٰ و خوف خدا کی مزید سعادت سے ہمکنار ہوگا۔

اور اس مرد مومن کے لیے تیسرا اکرام یہ ہوگا کہ اس کی سیئات کو مٹا دیا جائے گا اس کے گناہ ختم کر دیئے جائیں گے اور اس کا باطن معصیتوں کے داغوں سے مبرا ہو گا۔

(۴) جنتی عورت کون ہے؟

حضرت عطاء ابن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اَلَا اُرِیْكَ اِمْرَاَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟

کیا میں تجھے اہل جنت سے ایک عورت نہ دکھاؤں؟

میں نے عرض کی: ضرور دکھایئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یہ سیاہ فام عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

اور عرض کرنے لگی:

اِنِّیْ اُصْرَعُ، وَاِنِّیْ اَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰی لِیْ

مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، اللہ عزوجل سے میرے لیے دعا کیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ یُّعَافِیَكِ .

اگر صبر کرو تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں تمہاری صحت کے لیے اللہ عزوجل سے دعا کروں۔

اس نے کہا:

اَصْبِرُ میں صبر کروں گی۔

پھر عرض کی:

اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللهَ اَنْ لَّا اَتَکَشَّفَ

میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، دعا کیجئے میں بے پردہ نہ ہوا کروں۔

چنانچہ، آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمادی۔

(صحیح بخاری: ۱۸۰۹/۴، الرقم: ۵۶۵۲، صحیح مسلم: ۱۸۲/۴، الرقم: ۲۵۷۶، مسند احمد بن حنبل: ۳۸۴/۳، الرقم: ۳۲۴۰)

حضرت سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ کا سحاب جود و کرم جب برستا ہے تو کھل کر برستا ہے۔ نبی رحمت ﷺ کے جود و سخا کا سمندر موجزن ہے اور قیامت تک موجزن رہے گا۔ رحمت کائنات ﷺ کا دربار اقدس ہر کس و ناکس کے لئے کھلا ہے اس در اقدس پر جو بھی آیا اپنا دامن مراد بھر کر واپس گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات اقدس میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی پریشانی کوئی دکھ آتا تو فوراً بارگاہ خیر الوریٰ ﷺ کا رخ کرتے۔ حضور ﷺ کی ایک نگاہ کریمانہ سے ان کے بخت سنور جاتے اور من کی مراد پاتے۔

درج بالا حدیث پاک میں ایک بیمار عورت دربار رسالت ﷺ کا رخ کرتی ہے۔ حالانکہ

بیمار کسی معالج کا رخ کرتے ہیں

بیمار کسی طبیب کے پاس جاتے ہیں

بیمار کسی ماہر ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں

لیکن نبی کریم ﷺ کے غلاموں کا وطیرہ ہی نرالہ ہے انہیں کوئی تکلیف کوئی

پریشانی مرض لاحق ہوتو فوراً نبی عربی ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔

بارگاہ خیر الوریٰ میں حاضری کا دوہرا فائدہ ہے ایک حاضر ہونے کا اجروثواب ملتا ہے دوسرا وہ تکلیف وہ بیماری آپ کی توجہ وبرکت سے رفع ہو جاتی ہے۔

یہ حاضر ہونے والی عورت شدید بیماری میں مبتلا ہے...... اسے مرگی کا دورہ پڑتا ہے...... جب یہ دورہ پڑتا ہے تو اس کے ہوش وحواس سلامت نہیں رہتے...... اس کا ستر کھل جاتا ہے...... ایک بیماری بڑی شدید ہے...... اور دوسرا ستر کا کھل جانا یہ دونوں چیزیں صنف نازک کے لئے ناقابل برداشت ہیں یہ عورت عرض کرتی ہے یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا کر دیجئے اللہ رب العزۃ مجھے شفاء عطا فرمائے۔

قاسم انعامات الٰہیہ ﷺ فرماتے ہیں اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کر دیتا ہوں۔ اس عورت نے نبی کریم ﷺ کے ان جملوں پر غور کیا اس کے دل نے گواہی دی کہ یہ چند روزہ زندگی تو گزر جائے گی اگر آج اللہ کے پیارے حبیب ﷺ جنت دے رہے ہیں تو یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے فوراً جنت کی ہاں کر دینی چاہئے۔ یہ سوچ کر وہ عورت بولی۔

یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی اس بیماری، اس تکلیف پر صبر کر لوں گی ہاں میرے لیے دعا کر دیجئے کہ میرا ستر نہ کھلا کرے۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے دعا فرما دی۔

یہ عورت ہو کر مردوں سے زیادہ عقل والی ثابت ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے اپنے آپ کو جنتی کہلوا گئی بلکہ یوں سمجھئے کہ حضور نبی کریم ﷺ جنت بانٹنے پر آئے تھے یہ عورت چپکے سے اپنے لیے جنت لے گئی۔

اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اعتقاد ملاحظہ ہو جس عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دے دی اس کی زیارت باعث سعادت سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کو اس کی زیارت کی ترغیب دیتے تھے۔

واقعی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنتی قرار دے دیں اس کے جنتی ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔

(۵) نابینا شخص کی نظر ولایت

حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ علیہ الرحمۃ اللہ الوہاب سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک ویران جنگل میں بانس کی جھونپڑی کے قریب ایک ایسے نابینا بوڑھے شخص کو دیکھا جو کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا، کیڑے اس کے جسم کو کھا رہے تھے۔ مجھے اس پر بہت ترس آیا میں نے کہا: اے بزرگ! اگر آپ چاہیں تو میں اللہ عزوجل سے آپ کی صحت یابی کی دعا کروں؟ اس نے کہا: اے یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ! میں اس حال میں بھی اپنے رب کریم سے راضی ہوں اور سن! کبھی بھی اولیائے عظام رحمہم اللہ سے ٹکر نہ لینا، اور اگر تجھے اپنی دعا کی قبولیت پر اتنا ہی ناز ہے تو پہلے اپنے لیے دعا کر کہ اللہ عزوجل تیرے دل سے اناروں کی محبت نکال دے یہ سن کر میں بہت حیران ہوا کیونکہ اس نے میرے اس عہد کو جان لیا تھا جو میرے رب عزوجل اور میرے درمیان تھا کہ میرا نفس جس چیز کی خواہش کرے گا میں اسے ترک کردوں گا، لیکن انار مجھے بہت پسند تھے، باوجود کوشش کے میں انہیں ترک نہ کر سکا تھا (اس نابینا بزرگ نے نظر ولایت سے ان کے دل کا حال جان لیا تھا)۔

(عیون الحکایات، ص:۱۳۱)

فائدہ

اللہ والوں کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے مالک و خالق پر راضی

رہتے ہیں۔ اگر وہ کسی سے دعا کروائیں تب بھی ان کی مرادیں پوری ہوسکتی ہیں...... اگر اپنے لیے خود دعا کریں تب بھی ان کی دعائیں قبول ہوسکتی ہیں۔ خالق کائنات کا تو فرمان ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا) یہ ہستیاں تو پھر مقبولانِ الٰہی ہیں۔

(۶) عابد کے صبر کی انتہاء

حضرت سیدنا حسن بصری علیہ رحمۃ اللہ القوی سے منقول ہے کہ ''سابقہ امتوں میں ''عقیب'' نامی ایک عابد ایک پہاڑی پر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اسے خبر ملی کہ قریبی شہر میں ایک ظالم و جابر بادشاہ لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہے بلاوجہ ان کے ہاتھ پاؤں اور ناک، کان کاٹ ڈالتا ہے چنانچہ، وہ عابد اس ظالم حکمران کے پاس گیا اور بڑے ہی جرأت مندانہ انداز میں کہا: اے بادشاہ اللہ عزوجل سے ڈر! یہ سن کر بدبخت و ظالم بادشاہ غضب ناک ہوگیا اور بڑے گستاخانہ انداز میں بولا: اے عقیب! تیرے جیسا حقیر شخص مجھے اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حکم دے رہا ہے، میں تجھے اس گستاخی کی ایسی سزا دوں گا کہ آج تک دنیا میں ایسی سزا کسی کو نہ دی گئی ہوگی۔

پھر اس ظالم بادشاہ نے حکم دیا کہ قدموں سے سر تک اس کی کھال اتار لو تا کہ یہ تڑپ تڑپ کر مرے! حکم ملتے ہی جلاد آگے بڑھے عابد کو زمین پر لٹایا اور قدموں سے کھال اتارنا شروع کردی۔ وہ صبر و شکر کا پیکر بنا رہا، زبان سے اف تک نہ کہا۔ جب پیٹ تک کھال اتار لی گئی تو درد کی شدت سے اس کے منہ سے درد بھری آہ نکلی۔ فوراً حکم الٰہی پہنچا: اے عقیب! صبر سے کام لے، ہم تجھے غم و حزن (دکھ درد کے گھر (دنیا) سے نکال کر راحت و آرام کے گھر (یعنی جنت) میں داخل کریں گے اور اس تنگ و تاریک دنیا سے نکال کر وسیع و عریض جنت میں داخل کریں گے۔

حکم الٰہی پا کر وہ عظیم ولی بالکل خاموش ہو گیا۔

جب ظالموں نے چہرے تک کھال اتار لی تو شدت درد سے دوبارہ بے اختیار درد بھری آہ نکلی، پھر حکم الٰہی ہوا، اے عقیب! تیری اس مصیبت پر دنیا اور آسمان کی مخلوق رو رہی ہے، فرشتے تیری طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ اگر تو نے تیسری مرتبہ بھی ایسی ہی پر درد آہ بھری تو میں اس ظالم قوم کو شدید عذاب کا مزا چکھاؤں گا۔ اب وہ عابد بالکل خاموش ہو گیا کہ کہیں میری آہ وزاری سے میری قوم کو عذاب میں مبتلا نہ کر دیا جائے، بالآخر اس صبر وشکر کے پیکر کی تمام کھال اتار لی گئی اور اس نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (عیون الحکایات، ص:۱۰۱)

صبر کے ثمرات

صبر کے بے شمار ثمرات ہیں۔ انسان کو

صبر بدکاری سے روکتا ہے

صبر شراب نوشی سے روکتا ہے

صبر جوئے بازی سے روکتا ہے

صبر ظلم وستم سے روکتا ہے

صبر غیض وغضب سے روکتا ہے

صبر حق تلفی سے روکتا ہے

صبر غرور وتکبر سے روکتا ہے

صبر حسد وکینہ سے روکتا ہے

صبر کرنے والا بے شمار برائیوں سے دور ہو جاتا ہے اور اس کے اندر عظیم خوبیاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً

صبر کرنے سے قناعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے

صبر کرنے سے — محبت وشفقت حاصل ہوتی ہے
صبر کرنے سے — جذبہ محنت حاصل ہوتا ہے
صبر کرنے سے — حلم وبردباری حاصل ہوتی ہے
صبر کرنے سے — تواضع وانکساری حاصل ہوتی ہے
صبر کرنے سے — اطاعت وفرمانبرداری نصیب ہوتی ہے

صبر کرنے والا دوسروں کی عزت کرتا ہے..... صبر کرنے والا ایثار وقربانی کے لیے تیار رہتا ہے۔ گویا صبر انسان کو زیور انسانیت سے آراستہ کرتا اور باوقار..... محترم..... معزز شخصیت بنا دیتا ہے۔

(۱) صبر عزم الامور سے ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (پ:۲۵، الشوریٰ:۴۳)

اور یقیناً جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ بلند وہمت کاموں میں سے ہے۔

صبر ایک مومن کا وصف جمیل ہے اور قدرت کے باوجود معاف کر دینا بہت بڑی سعادت ہے۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مرد مومن کو اللہ تعالیٰ نے وسیع کرم نوازیوں سے مالا مال کیا ہوا ہے۔

(۲) اعمال صالحہ کے فضائل

عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاُ الْمِیْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالصَّلٰوۃُ

نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا ۔

حضرت سیدنا حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول، رسول مقبول کا فرمان عظمت نشان ہے: پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ "الحمد للہ" میزان کو بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ زمین وآسمان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، اور صبر روشنی ہے۔ اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف دلیل ہے، ہر انسان اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اپنے نفس کو بیچنے والا ہوتا ہے پھر یا تو (نیک اعمال کے ذریعے) اسے آزاد کرتا ہے یا (برے اعمال کے ذریعے) تباہ کرنے والا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱/۲۵۹، الرقم: ۲۲۳، سنن نسائی: ۵/۶، الرقم: ۲۴۳۳، سنن ابن ماجہ: ۱/۱۰۶، الرقم: ۲۲۹، سنن ترمذی: ۵/۵۳۵، الرقم: ۳۸۱۷)

(۳) طہارت نصف ایمان ہے

"طہارت نصف ایمان ہے" کا ایک معنی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے دوسرا معنی یہ ہے۔ جس طرح ایمان لانے سے سابقہ تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، اسی طرح وضو سے بھی مسلمان کے سابقہ گناہ مٹ جاتے ہیں۔ لیکن ایمان کے بغیر وضو نہیں ہوتا اس لئے فرمایا۔

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ

"طہارت نصف ایمان ہے۔"

(۴) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میزان کو بھر دیتا ہے

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میزان کو بھر دیتا ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں'' قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ اعمال کا وزن کیا جاتا ہے اور اعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان اور زمین کو بھر دے گی، اور ان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کا کلمہ اللہ عزوجل کے مُنَزَّہ (پاک ہونے) اور ہر نقص اور عیب سے بری ہونے کے معنی پر مشتمل ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا کلمہ اللہ عزوجل کی طرف مُفْتَقِرْ (محتاج) ہونے اس کی حمد وثناء اور اس کا شکر بجالانے پر مشتمل ہے۔

(۵) نماز نور ہے

نماز نور ہے جو فرزند آدم نماز سے محبت رکھتا ہے اس پر محافظت کرتا ہے اس کے ظاہری اور باطنی حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ تو یہ اس نور کی روح میں سرایت کر جاتا ہے پھر اس کے قلب سے انوار کے سوتے اٹھتے ہیں۔ نور خود روشن ہوتا ہے اور جس پر پڑے اسے بھی روشن کر دیتا ہے۔

جس طرح نور اندھیروں کو دور کر کے روشنی پھیلا دیتا ہے اسی طرح نماز گناہوں، بے حیائی اور برے کاموں کو دور کر کے اعمال صالحہ کی ہدایت دیتی ہے۔

نماز کا نور بڑا بابرکت ہے۔ جسے یہ نصیب ہو جائے دنیا میں بھی اس کا چہرہ تر و تازہ رہتا ہے اور پھر یہ جہاں تو یہ جہاں رہا اس کی قبر بھی منور ہوتی ہے۔ قبر تو قبر رہی بروز قیامت بھی نمازی کا چہرہ نماز کی وجہ سے روشن و منور ہوگا۔

(۶) صدقہ دلیل ہے

برہان روشن دلیل کو کہتے ہیں جو آدمی صدقہ وخیرات کا عادی ہو اور رضائے الٰہی کے لیے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اس کے ایمان کی قوی

دلیل ہے اور یہ عمل اس کے مومن ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔

قیامت کے دن جب انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ مال کہاں خرچ کیا؟ تو اس کے صدقات اس سوال کے جواب پر براہین (دلیل) بن جائیں گے۔ مال انسان کو طبعًا عزیز ہوتا ہے اور جب وہ اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ کرنا اس کے دعویٰ ایمان کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے۔

(۷) صبر ضیاء ہے

ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جس میں تپش ہو۔ ضیاء اس نور کو کہا جاتا ہے جس میں حرارت ہو۔ چونکہ صبر میں حرارت ہے اس لئے اس کے صلہ میں جو نور ملتا ہے اس میں بھی حرارت ہے۔

پھر جتنا زیادہ صبر ہوگا اتنا زیادہ نور ہوگا۔ اور پھر جس مقدار کا صبر ہوگا اس مقدار کا نور عطا کیا جائے گا۔ نور باعث خیر و برکت ہوتا ہے...... نور سے ظلمات دور ہوتی ہیں...... نور کے سبب اجالا ہی اجالا ہوتا ہے...... لیکن صبر کے صلہ میں مرحمت فرمایا گیا نور وہ ہے جس میں حرارت بھی ہے۔ حرارت جب بڑھتی ہے تو جلا دیتی ہے اس نور صبر میں جب اضافہ ہوتا ہے تو یہ بھی گناہوں کو جلا دیتا ہے معصیتوں کے داغ جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔

جب گناہ جل جائیں گے۔ جب معصیتوں کے نشانات معدوم ہو جائیں گے تو اس صاحب صبر کے ہاں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی۔ اور حسنات کی فراوانی ہوگی جس خوش نصیب کے پاس حسنات ہوں، جس کا دامن نیکیوں سے بھرا ہوا ہو اسے مزید نیکیوں کی طرف خود بخود رغبت ہوتی ہے۔ حسنات سے محبت ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے امور سرانجام دیتے ہوئے بھی حسنات کو مدنظر رکھتا ہے۔ اور نیکیوں سے اپنا دامن مزید معمور کرتا جاتا ہے۔

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جو آدمی صبر کرتا ہے وہ رقیق القلب ہوتا ہے اور رقیق القلب خود بخود نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پھر اس کے قدم ارادی و غیر ارادی طور پر حصول رضائے الٰہی کے لئے اٹھتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل اس نور کی برکت ہے جو صبر کے صلہ میں میسر آتا ہے۔

یہ نور صبر دنیا تو سنوارتا ہی ہے قبر میں بھی سامان راحت پہنچاتا ہے۔ صبر کرنے والے کی قبر بقعہ انوار بن جاتی ہے۔ گویا صبر کے صلہ میں اللہ ذوالجلال نے اس کا قبر والا جہاں بھی رحمات و برکات سے معمور کر دیا ہے پھر یہ رحمات و نوازشات صرف قبر تک نہیں رہتیں بلکہ یہ دار آخرت میں کام آئیں گی۔ انشاء اللہ صبر کا دامن تھامنے والا قیامت کے دن نجات ابدی کا پروانہ حاصل کر رہا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے شادکام ہو رہا ہوگا۔

(۸) مصائب و آلام بھلائی کا باعث ہوتے ہیں

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے (اس کے گناہوں کی) جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے۔ اور اگر کسی بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو گناہ کے سبب اس کا بدلہ روک رکھتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پورا بدلہ دے گا۔ اسی سند سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا ثواب بڑی مصیبت کے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزماتا ہے۔ پس جو اس پر راضی ہو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ کی) رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لیے ناراضگی ہے۔''

(سنن ترمذی: ۴/۶۰۱، الرقم: ۲۳۹۶، مسند ابو یعلیٰ: ۷/۲۴۷، الرقم: ۴۲۵۴، مستدرک حاکم:

۶۵۱/۴، الرقم: ۸۷۹۹)

آیئے غور وتدبر کریں

اس حدیث پاک میں جتنا غور وخوض کیا جائے اتنا ہی اطمینان وسکون ملتا ہے اہل ایمان کو کوئی بیماری کوئی تکلیف کوئی پریشانی آئے تو اب حدیث پاک کے پیش نظر وہ بے چین نہیں ہونگے اور نہ ہی بے صبری کا مظاہرہ کریں گے۔ کیونکہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی کا ارادہ کیا ہے اس آدمی کے بختوں پر نثار ہونے کو جی چاہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خیر وکرم کا ارادہ فرمائے۔

ماں کا پیار

ماں اپنے بچے کو پکڑتی ہے اور زبردستی اس کو کڑوی دوائی کھلاتی ہے وہ دوا چاہے کڑوی ہو لیکن اس وقت ماں اس سے بھلائی وخیر کا ارادہ کرتی ہے تاکہ اس دوائی سے اس کی بیماری ختم ہو جائے۔ بلاتشبیہ اللہ ذوالجلال والاکرام بندہ مومن سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے کوئی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ جس سے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ راہ چلتے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے اس سے اس کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ اچانک اسے کوئی مالی تکلیف پہنچتی ہے اس سے بھی اس کی غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں۔

بے حد کرم کی بارش

ہم اللہ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ جو بھی کرے وہ روا ہے، وہ حق ہے۔ لیکن وہ رحیم وکریم ہے وہ ہمیں بیماری میں مبتلا کر کے ہمارے باطن کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک کر دیتا ہے وہ بیماری سے لوح دل کو معصیتوں کے داغوں سے مبرا کر دیتا ہے۔ یہ اس کا کرم ہے اور اس کے کرم کا کوئی کنارہ نہیں۔

اس حدیث پاک میں غور کرتے ہوئے اہل ایمان کو چاہئے کہ

اگر ان سے کوئی جرم کوئی خطا سرزد ہو اور انہیں کوئی ظاہری تکلیف نہ آئے تو انہیں اللہ کی بارگاہ میں رونا چاہئے اور عرض کرنی چاہئے۔ اے خالق و مالک! ہم تیرے عاجز و ناتواں بندے ہیں جرم و خطا ہم سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ تو ہم سے ناراض نہ ہو جانا۔ اللہ اللہ! اپنی ناراضگی سے ہمیں بچائے رکھنا کیونکہ تیری ناراضگی دونوں جہاں کی بربادی ہے اور تیری رضا دونوں جہاں میں سرفرازی ہے۔

(۹) ڈوبے ہوئے بچے کیسے ملے؟

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''سرکار والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل کا ایک شخص کہیں سفر پر گیا تو پیچھے سے اس کی ماں نے اس کی بیوی کے دل میں شوہر کی نفرت ڈال دی اور اپنے بیٹے کی طرف سے اسے جھوٹا طلاق نامہ دے دیا چنانچہ وہ عورت اپنے دونوں بچوں کو لے کر اپنے والدین کے ہاں چلی گئی۔ وہاں کے ظالم بادشاہ نے مسکینوں کو کھانا کھلانے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔

ایک دن عورت روٹی پکا رہی تھی۔ کہ کسی مسکین نے کھانا مانگا، اس نے کہا: ''کیا تجھے معلوم نہیں یہاں کے ظالم بادشاہ نے مسکینوں کو کھانا کھلانے سے منع کیا ہوا ہے؟'' کہا: ''مجھے معلوم ہے لیکن اگر مجھے کھانا نہ ملا تو میں بھوک سے مر جاؤں گا۔'' عورت کو ترس آ گیا اور اسے دو روٹیاں دیں اور یہ بات کسی کو بتانے سے منع کر دیا۔ مسکین روٹیاں لے کر وہاں سے چلا گیا۔ راستے میں سپاہیوں نے روٹیاں دیکھ کر پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ کہا: ''فلاں عورت نے دی ہیں۔'' چنانچہ سپاہی اس عورت کے پاس گئے اور اس سے حقیقت پوچھی تو اس نے اقرار کر لیا۔ سپاہی اسے بادشاہ کے پاس لے گئے۔

ظالم بادشاہ نے اس کے دونوں ہاتھ کٹوا کر دربار سے نکال دیا۔ راستے میں اس کا بیٹا نہر سے پانی بھرتے ہوئے نہر میں ڈوب گیا۔ دوسرا بیٹا اسے بچانے کے لئے گیا تو وہ بھی ڈوب گیا۔ اب وہ بیچاری تنہا رہ گئی اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: اے اللہ عزوجل کی بندی! تجھے کیا ہوا؟ میں تیری حالت بہت بری دیکھ رہا ہوں؟ کہا: مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، مجھ پر گزرے ہوئے واقعات نے مجھے بے حال کر دیا ہے۔ جب اس نووارد نے اصرار کیا تو عورت نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

اس نے کہا: تو اپنے ہاتھوں اور بچوں میں سے کس کی واپسی چاہتی ہے؟ کہا: مجھے میرے بچے چاہئیں۔ چنانچہ، اللہ عزوجل کے حکم سے وہ دونوں بچوں کو بھی نہر سے صحیح سالم نکال لایا اور اس کے کٹے ہوئے ہاتھ بھی درست کر دیئے اور کہا: اللہ عزوجل نے تجھ پر رحم فرمایا اور مجھے تیری مدد کے لئے بھیجا۔ مسکین کو دی ہوئی دو روٹیوں کے بدلے تیرے دونوں ہاتھ تجھے لوٹا دیئے گئے۔ اور مسکین پر ترس کھانے اور مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے تیرے دونوں بیٹے تجھے لوٹا دیئے گئے ہیں۔ اور تیرے شوہر نے تجھے طلاق نہیں دی تھی، لہٰذا اب تو اس کے پاس چلی جا، وہ گھر آچکا ہے اور اس کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ جب وہ عورت اپنے گھر گئی تو تمام معاملہ ویسا ہی پایا جیسا اسے بتایا گیا تھا۔'' (الروض الفائق، ص:۱۲۲)

(۱۰) بخار پر صبر کا دوگنا ثواب

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہو رہا تھا۔ میں نے چادر پر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بخار کی گرمی مجھے محسوس ہوئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اتنا تیز بخار ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہم پر مصیبت بھی سخت آتی ہے اور ثواب بھی دوگنا ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، کن لوگوں پر زیادہ سخت مصیبت آتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء پر۔ میں نے عرض کیا پھر کن پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک لوگوں پر اور بعض نیک لوگ ایسی تنگدستی میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں کہ ان کے پاس ایک کمبل کے سوا، جسے وہ اوڑھے ہوئے ہیں کچھ نہیں ہوتا۔ ان میں سے بعض مصیبت سے اس قدر خوش ہوتے ہیں جتنا تم مال و دولت ملنے سے خوش ہوتے ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۴/ ۲۱۱، الرقم: ۴۰۲۴، مستدرک حاکم: ۴/ ۳۴۲، الرقم: ۷۸۴۸)

جن کی قوم نے ان کو مارا اور لہولہان کر دیا تو وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ جانتے ہیں (کہ میں کون ہوں)

(صحیح بخاری: ۶/ ۲۵۳۹، الرقم: ۶۵۳۰، صحیح مسلم: ۳/ ۱۴۱۷، الرقم: ۱۷۹۲، سنن ابن ماجہ: ۲/ ۱۳۳۵، الرقم: ۴۰۲۵، مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۳۸۰، الرقم: ۳۶۱۱)

(۱۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صبر

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ (پ:۱، البقرہ: ۱۲۴)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا۔ تو انہوں نے وہ پوری کر دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے...... چہیتی بیوی اور ننھے بچے کو بیابان میں چھوڑ دینے کا حکم ہوا...... کعبہ کی تعمیر کی دشوار ذمہ داری سونپی گئی...... بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا...... جو مالک نے کہا، کرتے رہے۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس کی جزا یہ ملی کہ نوع انسانی کے امام ٹھہرے۔

(۱۲) حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر

حضرت ایوب علیہ السلام نے جسمانی، مالی مصیبتیں برداشت کیں اور صبر کا ایسا نمونہ پیش کیا، کہ خود اللہ رب العزت نے تعریف کی:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ○ (پ:۲۳، ص:۴۴)

بے شک ہم نے اسے ثابت قدم پایا (ایوب علیہ السلام) کیا خوب بندہ تھا، بیشک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔

جب حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کی آزمائش کا وقت قریب آیا تو حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: اے ایوب (علیہ السلام)! عنقریب آپ کا رب عزوجل آپ پر ایسی آزمائش اور ہولناک معاملہ نازل فرمائے گا کہ جسے پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

اگر میں محبوب کے ساتھ تعلق میں ثابت قدم رہا تو ضرور صبر کروں گا یہاں تک کہ میرے بارے میں یوں کہا جائے "یہ انتہائی تعجب خیز بندہ ہے۔" پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ندا دی گئی: اے ایوب! آزمائش کے لیے تیار ہو جاؤ اور میرا حکم و فیصلہ نازل ہونے تک صبر کرتے رہو۔

آپ کی آزمائش کا سبب یہ تھا کہ ابلیس لعین نے حسد کی وجہ سے طرح طرح کے مکر و حیلے سے آپ پر غالب ہونا چاہا لیکن نہ ہو سکا تو کہنے لگا: یا اللہ عزوجل! ایوب شکر گزار بندہ ہے وہ اس لیے فرمانبردار ہے کہ تو نے اسے مال، رزق اور اولاد میں وسعت عطا فرمائی اور صحت بخشی ہے۔ اگر تو یہ سب کچھ واپس لے لے تو ایک لمحہ بھی تیری اطاعت نہ کرے گا۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: وہ اپنی حالت ہرگز تبدیل نہ کرے گا۔

چنانچہ آزمائش شروع ہوئی اور آپ کی ساری اولاد لے لی گئی اس پر

آپ علیہ السلام اور زیادہ عبادت کرنے لگے۔ دوسرے دن مال جلا دیا گیا تو فرمایا: تمام عطائیں اسی کی ہیں، چاہے لے لے چاہے باقی رکھے۔ تیسرے دن آپ علیہ السلام صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان لعین نے آپ علیہ السلام کے جسم پر پھونک ماری تو آپ علیہ السلام جسمانی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن آپ علیہ السلام ظاہر و باطن میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے۔

مال و اولاد چلے جانے کے بعد جب آپ علیہ السلام جسم کی آزمائش میں مبتلا ہوئے تو فرمایا: تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنی عبادت کے لیے چن لیا اور مجھ پر اپنا خاص فضل اور بھلائی فرمائی اور مجھے اپنے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ رکھا۔ حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام ہمیشہ ذکر کرتے رہے اور اپنے رب عزوجل کی حمد اور شکر بجالاتے رہے۔

(۱۳) مومن کے ہر کام میں اس کے لیے بہتری ہے

حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ ۔

مومن کے تمام معاملات عجیب ہیں اس کے ہر کام میں اس کے لیے بہتری ہے اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، تو اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اگر اسے تنگی پہنچے اور وہ اس پر صبر کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۱/۲۷۸، الرقم: ۲۹۹۹، الترغیب والترہیب: ۴/۱۷۱، الرقم: ۴۹۷۸، مسند احمد:

۱۴/۳۲۳، الرقم: ۱۸۸۳۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ایک مومن و مسلم پر کس درجہ کرم فرمایا ہے اس کے تمام معاملات خیر کی خیرات سے لبریز کر دیئے وہ کسی بھی عالم میں اور کسی بھی حالت میں خیر و بھلائی سے دور نہیں بلکہ اللہ ذوالجلال کی رحمتیں ہر وقت اس پر سایہ فگن رہتی ہیں۔

خوشحالی اور فارغ بالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا شیوۂ مسلمانی ہے۔ ایک مسلم و موحد پر جب اللہ تعالیٰ کی عنایات کی برسات ہوتی ہے تو اس کی زبان قلب و قالب ہر لحظہ شکر سے تر و تازہ رہتی ہے۔

کبھی نماز ادا کر کے   کبھی روزہ رکھ کر
کبھی امر بالمعروف سے   کبھی نہی عن المنکر سے
کبھی صدقہ و خیرات کر کے   کبھی تسبیح و مناجات سے
کبھی رات کے استغفار سے   کبھی دعا سے

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس کا شکر ادا کرنا بھی اس کی کرم نوازی سے ہے اللہ تعالیٰ کے شکر کی توفیق بھی منجانب اللہ ہے۔

مومن کو اگر تنگی کے دن دیکھنے پڑیں، پریشانیاں اور مصیبتیں اسے گھیر لیں تو وہ جزع و فزع نہیں کرتا جس سے اس کا خالق و مالک ناراض ہو بلکہ وہ صبر کا پیکر بن کر ان حالات کی تنگی سے سرخرو ہو کر نکلتا ہے۔ اس کا یہ صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا محبوب ہے اور یہ صبر خیر و برکت سے لبریز ہے اس میں بھلائی اور بہتری ہے۔ بندہ بندہ ہے اسے مالک و خالق کی رضا پر راضی رہنا ہی زیب دیتا ہے اور یہی اس کے سعید ہونے کی علامت ہے۔

صبر اور اسوۂ انبیاء کرام علیہم السلام

(۱) نبی کی قوم کی بخشش کے لیے دعا

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ ضَرَبَہٗ قَوْمُہٗ فَاَدْمَوْہُ، فَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ، وَیَقُوْلُ: رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گویا اب بھی میں (چشم تصور سے) حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک نبی کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جن کی قوم نے ان کو مارا اور لہولہان کر دیا تو وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں (کہ میں کون ہوں)''۔

(صحیح بخاری ۶/۲۵۳۹، الرقم: ۶۵۳۰، صحیح مسلم، ۳/۱۴۱۷، الرقم: ۱۷۹۲، سنن ابن ماجہ ۲۰/۱۳۳۵، الرقم: ۴۰۲۵، مسند احمد بن حنبل ۱/۳۸۰، الرقم: ۳۶۱۱)

تشریح وتوضیح:

آزمائش انسان کے احوال کو ظاہر اور محبت کے دعوے دار کی حالت بہت جلد واضح کر دیتی ہے۔ اللہ کریم نے حضرت ایوب علیہ السلام پر ستر ہزار قسم کی آزمائش نازل فرمائیں لیکن آپ علیہ السلام نے صبر وشکر کیا اور شکوہ نہ کیا۔

(الروض الفائق، ص: ۸۷)

(۲) حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا کا صبر

حضرت سیدتنا آسیہ بنت مزاحم رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی تھیں۔ حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں مغلوب ہوتے دیکھ لیا تو فوراً ان کے دل میں ایمان کا نور چمک اٹھا اور وہ ایمان لے آئیں۔ جب فرعون کو خبر ہوئی تو اس ظالم نے ان پر بڑے بڑے عذاب کیے۔ بہت زیادہ زدوکوب کے بعد چومیخا کر دیا یعنی چار کھونٹیاں گاڑ کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے چاروں ہاتھوں پیروں میں لوہے کی میخیں ٹھونک کر چاروں کھونٹوں میں اس طرح جکڑ دیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھیں اور دھوپ کی تپش میں ڈال دیا اور بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھنے کا حکم دیا جب پتھر لایا گیا تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی:

یا رب عزوجل! میرے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے، انہیں جنت میں سفید موتیوں سے بنا ہوا ان کا گھر دکھا دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی بس جب ان کے جسم پر پتھر رکھا گیا تو ان کے جسم میں روح نہیں تھی تو انہیں کچھ بھی درد محسوس نہ ہوا۔ ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ زندہ ہی اٹھا کر جنت میں پہنچا دی گئیں۔ پس وہ جنت میں کھاتی اور پیتی ہیں۔ (عمدۃ القاری: ۱۱/۱۴۴)

(۳) تکلیف پہنچانے والا انعام لے گیا

میرے کریم آقا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کمالات اور صفات میں، انبیاء سابقین سے افضل و اعلیٰ ہیں، لہٰذا صبر جیسا عظیم کمال بھی آپ میں اتنا نمایاں ہے کہ آپ پیکر صبر نظر آتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ جاتے تو ہم بھی اٹھ جاتے۔ ایک دن

آپ اٹھے تو ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے۔ جب آپ مسجد کے درمیان پہنچے تو ایک اعرابی نے آپ کی چادر کو زور سے کھینچا آپ کی چادر کھردری تھی جس سے آپ کی گردن مبارک پر اس کا نشان رہ گیا۔ پھر اعرابی نے کہا:

اے محمد (ﷺ) یہ مال جو تمہارے پاس ہے اس سے میرے یہ دو اونٹ لاد دو کیونکہ جو تم مجھے دو گے وہ نہ تمہارا مال ہے نہ تمہارے والد کا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے استغفار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نہیں! میں تجھے نہیں دوں گا جب تک تم میری چادر کھینچنے کا بدلہ نہ دو۔ اعرابی نے کہا: اللہ کی قسم میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ سرکار نے تین مرتبہ یہی فرمایا اور ہر مرتبہ اعرابی نے یہی کہا کہ میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ جب ہم نے اعرابی کا قول سنا تو ہم تیزی سے اس کی طرف دوڑے تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

جس نے میری بات سنی میں اسے قسم دیتا ہوں کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے جب تک میں اسے اجازت نہ دے دوں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: اے فلاں اسے ایک اونٹ گندم اور ایک اونٹ کھجور دے دو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چلو۔ (سنن نسائی، ص: ۷۶۸، الرقم: ۴۷۸۵)

صبر اور اسوۂ صحابہ کرام علیہم الرضوان

جس طرح سابقہ امتوں کے نیک لوگوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ حتیٰ کہ انہیں بے دردی سے شہید کر دیا گیا لیکن وہ دین حق پر قائم رہے۔ اسی طرح سید الصابرین، رحمۃ اللعالمین ﷺ کے تربیت یافتہ مؤمنین نے بھی دین اسلام کے لیے ایسی ایسی قربانیاں دیں جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

کبھی دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا...... کبھی صحرائے عرب کی بھڑکتی ہوئی ریت پر برہنہ جسم لٹایا جانا...... گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر جسم کو درمیان سے چروا لینا...... جلتے ہوئے تیل میں بخوشی کود جانا...... اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بخوشی میدان جنگ میں بھیج کر ان کی شہادت پر شکر الٰہی بجالانا...... گھربار...... مال واسباب...... خاندان واہل وعیال اور اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر ہجرت کر جانا...... دشت کربلا میں خاندان نبوت کے لاڈلوں کا بھوک پیاس کی حالت میں ایک ایک کر کے شہید ہو جانا...... اپنے دودھ پیتے بچوں کو اپنے سامنے تیروں سے چھلنی ہوتا دیکھنا...... الغرض پہلی امتوں نے جتنی قربانیاں دیں۔ اس سے کہیں زیادہ قربانیاں حضور نبی کریم، رؤف الرّحیم ﷺ کے غلاموں نے دیں یہ سب بارگاہ رسالت کا فیض تھا کہ انہوں نے ایسے ایسے مصائب پر صبر کیا جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(۱) بیٹے کی وفات پر صبر کی عظیم مثال

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک صاحبزادہ بیمار تھا۔ آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو بچے کا انتقال ہو گیا۔ واپس آ کر بچے کا حال پوچھا تو بچے کی والدہ حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پہلے سے زیادہ پرسکون ہے، پھر ان کے سامنے کھانا رکھا۔ انہوں نے کھایا اور پھر بیوی سے ہمبستر ہوئے اس کے بعد ام سلیم نے کہا: بچے کو دفن کرو۔

پھر صبح کے وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے رات کو ہمبستری کی؟ عرض کی: ہاں! آپ نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! ان دونوں کو برکت دے۔

چنانچہ، ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اسے اٹھا کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ ساتھ ہی کچھ کھجوریں بھی دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا: اس کے ساتھ کچھ ہے؟ عرض کی: جی ہاں! چند کھجوریں ہیں۔

آپ ﷺ نے انہیں چبایا اور پھر بچے کے منہ میں رکھ دیں اور یوں اس کی تحنیک فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

(صحیح بخاری: ۴/ ۱۷۵۷، الرقم: ۵۴۷۰، صحیح مسلم: ۳/ ۱۶۹۷، الرقم: ۲۳-۲۱۴۰)

درسِ ہدایت

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کس درجہ صبر کا مظاہرہ کیا۔ آج اس قسم کے صبر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ نفوس قدسیہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے پروردہ تھے۔ آپ کی نگاہ کرم سے فیض یافتہ تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی نظر رحمت نے ان کے باطن کو اتنا اجلا اور مصفا کر دیا تھا کہ انہیں سب سے افضل اور سب سے برتر اسلامی تعلیمات نظر آتی تھیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات وفرامین پر عمل ان کی زندگی کا مقصد رہ گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے صبر پر جو اجر وثواب عطا فرمایا ہے کہ

انہیں ایک فرزند عطا فرمایا پھر اس فرزند کی قسمت میں پہلی غذاء حضور ﷺ کا لعاب مبارک ہے یہ لعاب مبارک کس درجہ برکات وخیرات سے لبریز ہے کہ اگر کسی کھاری کنویں میں ڈالا جائے تو وہ کنواں سب سے میٹھا ہو جائے اور اگر یہی لعاب کسی دکھتی آنکھ میں ڈالا تو وہ آنکھ تندرست ہو جائے یہ لعاب بیماریوں سے شفاء ہے اس نیک بخت وصالح بچے کے دہن میں جب پہلی غذا یہی لعاب جاتا ہے تو اس لعاب سے اس کے باطن کو کس درجہ طیب وطاہر کر دیا ہوگا۔ اور اس کے من میں کتنا نور بکھیرا ہوگا اور اس کے بختوں کو کہاں تک بلند کیا ہوگا۔

اللہ رب العزت کے لطف وکرم پر قربان جائیں کہ اس نومولود کو پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کی اولاد میں سے 9 لڑکے حافظ قرآن دیکھے۔ سبحان اللہ! جس کا سینہ انوار قرآن سے مزین ہو اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے اور اس باپ کے بختوں کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے جس کے 9 بیٹے ہوں اور نو کے نو حافظ قرآن ہوں پھر ساری زندگی قرآن پڑھتے پڑھاتے گزار دیں۔

(۲) ام سلیم رضی اللہ عنہا جنت میں

ام سلیم کا نام رمیصاء تھا پیارے آقا، مکی مدنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے (شب معراج) خود کو جنت میں دیکھا تو وہاں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ رمیصاء رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ (بخاری: ۲/ ۵۲۵، الرقم: ۳۶۷۹)

(۳) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا صبر

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ وہ صحابی رسول ہیں جو بالکل آغاز اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ایسے خوفناک ماحول میں جب اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑتا تھا، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ سخت اذیتیں دیتے تھے۔ ان کا آقا امیہ بن خلف تپتی ہوئی دھوپ میں ان کو مکہ کے صحرا میں پیٹھ کے بل لٹاتا اور ایک بڑا پتھر ان کے سینۂ اقدس پر رکھواتا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہتا میں تمہیں ایسے ہی سزا دیتا رہوں گا یہاں تک کہ مر جاؤ گے یا پھر تم اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دو اور لات وعزیٰ کی عبادت کرو لیکن اس قدر تکلیف جھیلنے کے بعد بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر احد احد ہی جاری رہتا۔

(السیرۃ النبویۃ: ۱/ ۲۹۷)

(۴) آگ سے حفاظت کے لیے مضبوط دیوار

ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی: ''اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا کیجئے کیونکہ میں اپنے تین بچوں کو دفنا چکی ہوں۔'' نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو تین بچوں کو دفنا چکی ہے؟'' عرض کی جی ہاں۔ فرمایا! بے شک تو نے آگ سے حفاظت کے لئے ایک مضبوط دیوار تیار کر لی ہے۔

(صحیح مسلم،ص:۱۴۱۶،الرقم:۳۶۳۶)

(۵) بچے کی وفات پر صبر کا صلہ

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان جوڑے کے تین بچے انتقال کر جائیں اللہ عزوجل ان بچوں پر فضل و رحمت کرتے ہوئے ان دونوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔'' صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: اور دو بچے؟ فرمایا: اور دو بچے بھی، پھر عرض کی اور: ایک؟ فرمایا: ایک بھی، پھر فرمایا: اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس عورت کا کچا بچہ فوت ہو جائے (یعنی حمل ضائع ہو جائے) اور وہ اس پر صبر کرے تو وہ بچہ اپنی ماں کو اپنی ناف کے ذریعے کھینچتا ہوا جنت میں لے جائے گا۔

(مسند امام احمد:۲۵۴/۸،الرقم:۲۲۱۵۱)

(۶) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازیاں

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے جس کے دو بچے پیشوائی کرنے والے ہونگے (یعنی فوت ہو چکے ہوں گے) اللہ عزوجل ان کے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اور جس کا ایک بچہ پیشوائی کے لئے گیا ہو تو؟

فرمایا! ''وہ ایک بچہ بھی پیشوائی کرے گا۔'' عرض کی: آپ ﷺ کی امت میں جس کی پیشوائی کے لئے کوئی نہ ہوتو؟ فرمایا: ''ایسوں کی پیشوائی میں کروں گا اور وہ میرے جیسا پیشوا ہرگز نہ پاسکیں گے۔'' (ترمذی:۲/۳۳۳، الرقم:۱۰۶۴)

جس کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
اس کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں

دامان کریمی کی وسعت تو ذرا دیکھو
مجھ جیسے نکمے کو کملی میں چھپاتے ہیں

(۷) سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کو کوئلوں پر لٹا دیا گیا

حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی پوری پیٹھ پر زخموں کے سفید نشانات تھے۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے خباب رضی اللہ عنہ! یہ زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ عرض کی اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ جب میرے دل میں محبت رسول کی شمع روشن ہوئی اور میں دامن اسلام سے وابستہ ہوا تو کفار مکہ نے مجھے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا اور میری پیٹھ کی چربی سے انگار بجھائے گئے میں کئی گھنٹے بے ہوش رہا رب کعبہ کی قسم! جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے میری زبان سے یہ کلمہ نکلا:

''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''

حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے یہ حالات سن کر امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھر آئیں فرمایا: اے خباب رضی اللہ عنہ! کرتا اٹھاؤ میں تمہاری پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک و مقدس ہے جو محبت رسول میں جلائی گئی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ:۳/۱۲۲)

اَللّٰهُمَّ انْعَشْنِیْ وَاهْدِنِیْ لِاَعْمَالِ الصَّالِحِ وَالْاَخْلَاقِ

تھوڑا دو......منہ مانگا لو

(انفاق فی سبیل اللہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ ○ سُلْطَانُہٗ فِی الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ اَبَدًا ○ ثُمَّ صَلَاتُہٗ عَلٰی مَنْ اُیِّدَا بِاَحْسَنِ الْحَدِیْثِ أَعْنِی اَحْمَدًا ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ اللّٰہِ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِہٖ
وَاللَّیْلُ دَجٰی مِنْ وَّفْرَتِہٖ
فَاِنَّ الرُّسُلَا فَضْلًا وَّعُلًا
اَھْدَی السُّبُلَا لِدَلَالَتِہٖ

نعت شریف

میرے دل میں یادِ محمد ﷺ میرے ہونٹوں پہ ذکرِ مدینہ!
تاجدارِ حرم کے کرم سے، آ گیا زندگی کا قرینہ

ان کے چشمِ کرم کی عطا ہے میرے سینے میں ان کی ضیاء ہے
یادِ سلطانِ طیبہ کے صدقے میرا سینہ ہے مثلِ نگینہ

میں غلامِ غلامانِ احمد ﷺ میں سگِ آستانِ محمد ﷺ
قابلِ فخر ہے موت میری قابلِ رشک ہے میرا جینا

ہر خطا پر مری چشم پوشی ہر طلب پر عطاؤں کی بارش
مجھ گنہ گار پر کس قدر ہیں مہرباں تاجدارِ مدینہ

مجھ کو طوفاں کی موجوں کا کیا ڈر ہے یہ بدل جائینگی رخ بدل کر
ناخدا ہیں مرے جب محمد ﷺ کیسے ڈوبے گا میرا سفینہ

دل شکستہ ہے میرا تو کیا غم اس میں رہتے ہیں شاہ دو عالم
جب سے مہمان ہوئے ہیں وہ دل میں دل مرا بن گیا مدینہ

دولتِ عشق سے دل غنی ہے میری قسمت ہے رشکِ سکندر
مدحتِ مصطفیٰ ﷺ کی بدولت مل گیا ہے مجھے یہ خزینہ

☆☆☆

ابتدائیہ

جو آدمی اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار بندہ بننا چاہتا ہے......اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی دولت لینا چاہتا ہے...... دل کو تقویٰ کی دولت سے لبریز کرنا چاہتا ہے......اپنے من کو طیب و طاہر کرنا چاہتا ہے......خشیت الٰہی کے انوار سے اپنی روح کو منور کرنا چاہتا ہے......اور بالآخر دائمی و سرمدی انعامات کی جگہ جنت جانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے جس چیز سے محبت کرتا ہو اسے فی سبیل اللہ خرچ کرے۔

فی سبیل اللہ کی کئی شاخیں اور شانیں ہیں ان میں سب سے افضل ایسے کام میں معاونت ہے جس سے دین کو تقویت ملے اس دور میں دینی مدارس کے قیام اسلامی درسگاہوں کے انتظام و انصرام میں اپنی قیمتی اور محبوب متاع خرچ کرنا چاہئے۔ یاد رہے دینی درسگاہوں کی آبادکاری میں خرچ کیا ہوا ایک روپیہ دیگر جگہ خرچ کیے ہوئے سو روپیہ سے بہتر و افضل ہے۔ کیونکہ اس عمل سے دین کو تقویت ملتی ہے۔ تو جو خوش نصیب مال و دولت اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت و ترویج میں لگا لے اسے اپنے مقدر پر ناز کرنا چاہئے۔

اسی طرح کسی مستحق یا ضرورت مند کی مدد کی جائے......اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا جائے...... ایصال ثواب کے لیے خرچ کیا جائے...... بیمار کی مدد کی جائے......شفا خانے بنوائے جائیں...... مساکین کو کھانا کھلایا جائے۔ یہ سب

انفاق میں داخل ہے اور اگر یہ خرچ کرنا اللہ کی رضا کے لیے ہو تو انفاق فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔

اگر انفاق فی سبیل اللہ میں رضائے الٰہی مقصود ہو تو مال کم ہونے کی بجائے بڑھ جاتا ہے...... اللہ کریم کا لطف و کرم نصیب ہوتا ہے...... فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں...... عذاب قبر سے نجات ملتی ہے...... قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا...... جنت میں داخل ہوگا۔

☆☆☆

انفاق فی سبیل اللہ..... قرآن کی روشنی میں

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں قرآن کریم میں متعدد بار تاکید کی گئی ہے۔ چند آیات ملاحظہ کیجیے۔

(۱) اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ٥

(پ:۳، البقرہ:۲۷۲)

اور تم جو مال بھی خرچ کرو سو وہ تمہارے اپنے فائدے میں ہے اور اللہ کی رضا جوئی کے سوا تمہارا خرچ کرنا مناسب ہی نہیں ہے۔ اور تم جو مال بھی خرچ کرو گے (اس کا اجر) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ہر دور میں لوگ اپنا اپنا مال خرچ کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی خرچ کرتے رہیں گے وہ کس لیے خرچ کرتے ہیں اور کس غرض سے خرچ کریں گے ہم اسے اللہ علیم وخبیر جل جلالہٗ کے سپرد کرتے ہیں وہی دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے اور اس کی نگاہ سے کائنات کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔

لیکن حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کس درجہ پاک

باطن تھے کہ ان کے اخلاص وللّٰہیت کی گواہی خود رب العالمین دے رہا ہے۔ وہ جو بھی مال خرچ کرتے اس میں نام ونمود کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ وَيُزَكِّيهِمْ کے وصف سے متصف رسول عربی ﷺ نے ان کے قلوب کو، ان کے صدور کو یوں پاک وصاف کر دیا کہ رشک قدسیاں ٹھہرے۔

حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا یہی ایک عظمت کافی نہیں کہ ان کا خالق و مالک ان کے اخلاص کا گواہ ہے صرف گواہ ہی نہیں بلکہ ان کے لوجہ اللہ خرچ کرنے کو قرآن کریم میں محفوظ کر رہا ہے تا کہ قیامت تک آنے والے افراد...... محشر تک اس سرزمین پر پیدا ہونے والے احباب جب بھی قرآن کریم کھولیں انہیں محمد عربی ﷺ کے غلاموں کے خلوص، ان کے باطن کی کیفیات اور ان کے تعلق باللہ کا علم ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نبی ﷺ کے توسل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۲) اللہ کے خزانوں سے لبریز سخی

اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ط هَلْ يَسْتَوٗنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (پ:۱۴، النحل:۷۵)

اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے (کہ) ایک غلام ہے (جو کسی کی) ملکیت میں ہے (خود) کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور (دوسرا) وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے عمدہ روزی عطا فرمائی ہے سو وہ اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے۔ کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں۔ سب

تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ بلکہ ان میں سے اکثر (بنیادی حقیقت کو بھی) نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ وہ قرآن کریم میں کبھی بڑی بڑی حقیقتیں مثالوں سے سمجھاتا ہے تاکہ عام آدمی بھی اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لے۔ یہاں ایک مثال کے ذریعے انفاق فی سبیل اللہ کی نعمت سے سرفراز آدمی کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا ہے تاکہ لوگ اس مثال کے ذریعے راہ ہدایت پائیں اور فلاح و کامرانی حاصل کریں۔

ایک آدمی آزاد نہیں بلکہ عبد ہے پھر عبد مملوک ہے جو کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ خود مملوک ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں بلکہ اس کا اپنا وجود بھی کسی دوسرے کی ملکیت ہے اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے بھرے خزانے عطا فرمائے...... عطیات الٰہیہ سے لبریز یہ کریم...... اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں سے مالا مال ہے...... اور اسے جو رزق دیا گیا ہے وہ رزق بھی حسن و خوبی کا مرقع ہے...... اور اس پر مزید لطف و کرم یہ کہ وہ آدمی بخیل نہیں...... بخل جیسے وصف سے کوسوں دور ہے...... بلکہ غنی ہے تو دل دریا سخی ہے...... کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں سخی افضل و برتر ہے...... اللہ کا محبوب ہے...... جس کی گرد تک عبد مملوک نہیں پہنچ سکتا۔

(۳) شیطان ڈراتا ہے...... اللہ مغفرت کا وعدہ کرتا ہے

شیطان دن رات وسوسے دلاتا رہتا ہے کہ خرچ کرو گے تو ختم ہو جائے گا۔ سب کھلا دو گے تو کھاؤ گے کیا؟ یوں انسان کو انفاق فی سبیل اللہ سے روکتا ہے۔ مگر اللہ کریم کا کرم یہ ہے کہ وہ انسان سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَنفِقُوا مِن طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ

اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

(پ:۳، البقرہ:۲۶۷-۲۶۸)

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو اور اس میں سے گندے مال کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ مت کرو کہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم خود اسے ہرگز نہ لو سوائے اس کے کہ تم اس میں چشم پوشی کرلو۔ اور جان لو کہ بیشک اللہ بے نیاز لائق ہر حمد ہے۔

شیطان تمہیں (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکنے کے لیے) تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ بہت وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ...... حدیث کی روشنی میں

(۱) سخاوت ایک جنتی درخت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ ۝

سخاوت جنت میں ایک درخت ہے۔

جو سخی ہوا اس نے اس درخت کی شاخ پکڑ لی وہ شاخ اسے نہ چھوڑے گی حتیٰ کہ اسے جنت میں داخل کر دے گی۔

وَالشُّحُّ شَجَرَةٌ فِی النَّارِ

اور بخل آگ میں درخت ہے جو بخیل ہوا اس نے اس کی شاخ پکڑی وہ اسے نہ چھوڑے گی حتیٰ کہ آگ میں داخل کرے گی۔

(شعب الایمان: ۷/ ۴۳۵، الرقم: ۱۰۸۷۷، مشکاۃ المصابیح: ۱/ ۳۵۸، الرقم: ۱۸۸۶)

فائدہ

سخاوت کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں۔ چونکہ سخاوت کی قسمیں بہت ہیں اس لیے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیلی ہوئی ہیں۔ جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے۔

(۲) خدا ترس عورت کو بچہ کیسے ملا

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: سرکار دو عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بنی اسرائیل کی ایک عورت کا شوہر گھر سے باہر تھا۔ اس شخص کی ماں نے اپنی بہو کی جدائی پر ابھارا تو اس کی بیوی اسے ناپسند کرنے لگی۔ پھر اس کی ماں نے اپنے بیٹے کی جانب سے ایک جھوٹا طلاق نامہ اپنی بہو کو لکھا۔ اس عورت کے دو بیٹے تھے۔ جب وہ خط اسے ملا تو وہ اپنے بچوں کو لے کر والدین کے پاس چلی گئی۔

وہاں کا ظالم بادشاہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ناپسند کرتا تھا۔ ایک دن ایک مسکین اس عورت کے قریب سے گزرا، وہ روٹی پکا رہی تھی۔ مسکین نے سوال کیا: ''مجھے کچھ

روٹی کھلا دو۔" عورت نے کہا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ بادشاہ نے سختی کے ساتھ مساکین کو کھانا کھلانے سے منع کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن اگر تم مجھے کھانا نہ کھلاؤ گی تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔

یہ سن کر اس عورت کو ترس آ گیا اور اس نے دو روٹیاں مسکین کو دے دیں اور کہا: کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں نے تجھے کھانا دیا ہے۔ وہ روٹیاں لے کر پہرے داروں کے پاس سے گزرا۔ جب انہوں نے اس کی تلاشی لی تو اس سے روٹیاں برآمد ہوئیں۔ انہوں نے اس سے پوچھا: یہ تجھے کہاں سے ملیں؟ اس نے کہا: فلاں عورت نے دی ہیں۔ پہرے دار اس مسکین کو اس عورت کے پاس لے آئے اور پوچھا: کیا اس مسکین کو یہ روٹیاں تو نے دی ہیں؟ اس عورت نے جواب دیا: "جی ہاں۔"

انہوں نے پوچھا: کیا تو نہیں جانتی کہ بادشاہ نے سختی کے ساتھ مساکین کو کھانا کھلانے سے منع کر رکھا ہے؟ اس عورت نے کہا: ہاں۔ یہ مجھے معلوم ہے۔ تو انہوں نے پوچھا: پھر کس چیز نے تمہیں اس پر ابھارا؟ وہ بولی: مجھے اس پر ترس آ گیا اور مجھے امید تھی کہ یہ کسی کو نہ بتائے گا۔

بہر حال پہرے داروں نے اس کو بادشاہ کے دربار میں پیش کرتے ہوئے بتایا: اس عورت نے مسکین کو کھانا دیا ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے ایسا کیا ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا۔ بادشاہ نے کہا: کیا تو نہیں جانتی تھی کہ میں نے مساکین کو کھانا کھلانے سے منع کر رکھا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ مجھے معلوم تھا۔ بادشاہ نے پوچھا: پھر تمہیں کس چیز نے اس پر ابھارا؟ عورت بولی: مجھے اس پر ترس آ گیا اور مجھے امید تھی کہ یہ کسی کو نہ بتائے گا اور مجھے اللہ عزوجل کا خوف ہوا کہ کہیں یہ ہلاک نہ ہو جائے۔

پھر بادشاہ نے اس کے دونوں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ، اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ وہ اپنے بچوں کو لے کر گھر کی طرف روانہ ہوگئی یہاں تک کہ ایک بہتی نہر کے کنارے پہنچی۔ اس نے اپنے ایک بیٹے کو پانی پلانے کا کہا۔ جب بچہ پانی لینے کے لیے اترا تو ڈوب گیا۔ اس نے دوسرے بیٹے کو کہا: اے بیٹے! اپنے بھائی کو تھامو۔ وہ بھائی کو بچانے کے لیے نیچے اترا لیکن وہ بھی ڈوب گیا۔ اب وہ بیچاری تنہا رہ گئی۔

اچانک اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ عزوجل کی بندی! تجھے کیا ہوا ہے؟ میں تیری حالت بہت بری دیکھ رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا: اے اللہ عزوجل کے بندے! مجھے چھوڑ دے۔ کیونکہ میرے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے مجھے تجھ سے بے خبر کر دیا ہے۔ اس نے اصرار کیا: مجھے اپنا حال تو بتایئے۔ تو اس عورت نے سارا واقعہ بیان کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ اس کے دونوں بچے ڈوب گئے ہیں۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا: تم اپنے ہاتھوں اور بچوں میں سے کس کی واپسی چاہتی ہو؟ عورت نے کہا: تو میرے دونوں بچوں کو زندہ نکال دے۔

چنانچہ اس نے دونوں لڑکوں کو زندہ نکال دیا، پھر اس کے ہاتھ بھی لوٹا دیئے اور کہنے لگا: مجھے اللہ عزوجل کی طرف سے تیری طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے تجھ پر رحم کرتے ہوئے مجھے بھیجا ہے۔ پس ان دو روٹیوں کے عوض تیرے ہاتھ لوٹا دیئے گئے ہیں اور اس مسکین پر ترس کھانے اور مصیبت پر صبر کرنے کی وجہ سے تیرے دونوں بیٹے لوٹا دیئے گئے ہیں، اور تجھے یہ بھی بتا دوں کہ تیرے شوہر نے تجھے طلاق نہیں دی تھی۔ تو اس کے پاس لوٹ جا، وہ اپنے گھر میں ہی ہے اور اس کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے۔ جب وہ عورت اپنے شوہر کے گھر گئی تو تمام معاملہ ایسا ہی تھا جیسا کہا گیا تھا۔ (عیون الحکایات، ص: ۱۲۸)

(۳) خرچ کرنے والے کے لیے فرشتے کی دعا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دن جس میں اللہ کے بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے اترتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے:

اے اللہ! جو تیری راہ میں خرچ کرنے والا ہے اس کو اس کا بدل عطا فرما۔

اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے:

اے اللہ! جو تیری راہ میں مال کو خرچ کرنے سے روکنے والا ہے اس کا مال تلف فرما۔

(صحیح بخاری: ۱/ ۴۲۹، الرقم: ۱۴۴۲، صحیح مسلم: ۷/ ۸۳، الرقم: ۱۰۱۰، الترغیب والترہیب: ۱/ ۶۹۰، الرقم: ۲۹۳۰)

فائدہ

جس بندۂ مومن کے لیے کوئی دعائے خیر مانگنے والا ہے اسے انشاء اللہ ہر قدم پر کامیابی ملے گی...... دعا تقدیر بدل دیتی ہے...... پھر طیب و طاہر زبان سے نکلنے والے کلمات یقیناً دونوں جہانوں میں سرخرو کر دیتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں یہ ملائکہ معصوم عن الخطاء ہیں ان کے دامن پر گناہ کا کوئی داغ نہیں یہ پاک دل و پاک زبان جب کسی کے لیے دعا کرتے ہیں تو اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ یہ فرشتے یہ ملائکہ خود بخود کچھ نہیں کرتے بلکہ یہ وہی کرتے ہیں جو ان کا خالق و مالک ان کا پروردگار حکم دیتا ہے۔

تو اب غور کیجئے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا کس قدر خوش نصیب ہے کہ اس کے لیے فرشتے دعائیں مانگتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اس کے لیے دعائیں مانگنے کا حکم صادر فرماتا ہے۔

جس آدمی کے لیے خود خالق و مالک فرشتوں کو دعائیں مانگنے کا حکم دے اس کے مقدر تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہے بلکہ اس کے بختوں کے سامنے اوج ثریا بھی پست بہت پست ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت

اللہ کی راہ میں دولت کو خرچ کرنا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ یہی انسان کی اللہ کی راہ میں بڑی قربانی ہے۔ کیونکہ فطری طور پر انسان کو دولت سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ اور انفاق یا خرچ کرنے کا لفظ عام طور پر دولت خرچ کرنے ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دولت کی محبت دل سے نکال دینا اور اسے ایسے کاموں پر خرچ کرنا جن سے بظاہر اپنی ذات کا کوئی فائدہ نظر نہ آتا ہو۔ انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ جو ایک بڑی قربانی ہے۔ اور جس کا اجر و ثواب بھی بہت عظیم ہے..... یہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے..... انبیاء علیہم السلام بالخصوص، سید الانبیاء ﷺ کی سنت ہے..... صالحین کا وطیرہ ہے اس سے معاشرے میں فتنہ و فساد کا خاتمہ ہوتا ہے کہ اکثر جرائم کا سبب غریبوں کی بھوک ہے..... اگر اللہ کے نام پر دولت نکالی جائے اور نظم کے ساتھ اس سے غربت و جہالت کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی جائے تو ہماری تاریخ شاہد ہے کہ مسلم معاشرے میں کوئی فرد نہ بھوکا سوتا ہے نہ کوئی جاہل نظر آتا ہے۔ اسلام کے دیگر احکام کی طرح ''انفاق فی سبیل اللہ'' کی اہمیت بھی مسلم ہے درحقیقت یہ معاشرے کی اصلاح اور اس کو پرسکون بنانے کی ایک تدبیر ہے۔ جس

کی نظیر دنیا کے کسی نظام میں نہیں۔

(۱) آدمی کا مال وہ ہے...... جو اس نے آگے بھیجا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِہٖ؟ قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ قَالَ فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے کون ہے کہ جسے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پس ایک مومن کا مال تو وہی ہے جو اس نے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑا۔

(صحیح بخاری:۴/۲۰۲۳، الرقم:۶۴۴۲، سنن نسائی:۶/۲۳۹، الرقم:۳۶۱۱، الترغیب والترہیب:۱/۶۶۰، الرقم:۱۲۶۲)

دعوتِ فکر

حضور نبی اکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اس بھری کائنات میں کوئی دانا و بینا نہیں ہے بلکہ عقل و خرد کی جسے بھی خیرات ملتی ہے وہ بارگاہ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔ اس حدیث پاک میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو کس حکیمانہ انداز سے واضح کیا گیا ہے۔ انسان کو اس مال سے ہی زیادہ محبت و چاہت ہونی چاہئے جو مال اس کا ہے اور جس مال نے اس کے پاس رہنا ہے۔ جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا گیا وہی مال اس کا ہے اور جو خرچ کرنے سے رہ گیا وہ اس کا نہیں بلکہ اس کے ورثاء کا ہے۔

فی سبیل اللہ خرچ کیا ہوا مال فانی مال نہیں بلکہ وہ اللہ الباقی کے کرم سے باقی بن جاتا ہے یہ جہاں ناپائیدار، اس کی اشیاء حادث، اس کا مال ومتاع فانی لیکن جو اللہ کی رضا کے لیے اس کے بتائے ہوئے راہ میں خرچ کر دیا جائے وہ ناپائیدار ہو جاتا ہے فانی کی صفت اس سے فنا ہو جاتی ہے اور وہ ابدی بن جاتا ہے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والا وہ خوش نصیب ہے جس کے مقدر میں باقی جہاں کی باقی نعمتیں ہیں۔

(۲) اپنا وہ ہے...... جو نیک راہ میں ہو گیا

ایک روایت میں ہے کہ حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں درہم تھا انہوں نے پوچھا یہ درہم کس کا ہے؟ اس نے کہا: میرا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس وقت ہو گا جب تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اسی مفہوم میں کہا گیا ہے:

أَنْتَ لِلْمَالِ إِذَا أَمْسَكْتَهُ
فَإِذَا أَنْفَقْتَهُ فَالْمَالُ لَكَ

جب تک تو مال کو روک کر رکھے تو تو مال کا ہے اور جب تو اسے خرچ کر دے تو مال تیرا ہے۔ (احیاء علوم الدین: ۳/۲۳۰)

(۳) جو خرچ ہو گیا...... وہ حقیقت میں بچ گیا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک

بھیڑ ذبح کی (اور اس کا گوشت صدقہ کرنا شروع کر دیا) تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس گوشت سے کیا بچا ہے؟

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ایک بازو باقی بچا ہے۔

تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس بازو کے علاوہ باقی سب بچ گیا ہے۔

(سنن ترمذی: ۴/۲۱۲، الرقم: ۲۴۷۸، مسند امام احمد: ۱۷/۲۶۹، الرقم: ۲۴۱۲۲، الترغیب والترہیب: ۱/۶۵۹، الرقم: ۱۲۶۰)

تشریح وتوضیح

سرکار دو جہاں، رحمت عالمیاں ﷺ نے اس حدیث پاک میں ایک بہت بڑی حقیقت سمجھائی ہے جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے گا وہ فانی نہیں ہوتا بلکہ وہ باقی بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر وثواب قیامت کو عنایت فرمائے گا۔ قیامت کے دن ملنے والا اجر فانی نہ ہوگا بلکہ وہ ابدالآباد تک رہے گا۔ لیکن ہم جو چیز اپنے لیے رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ باقی ہے اور جو اللہ کی راہ میں دے دی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چلی گئی ہے۔

آج صدقہ وخیرات کرتے وقت بہت کچھ سوچا جاتا ہے کاش ہم اپنی فکر کے پیمانے توڑ دیں اور اپنی تمام تر سوچوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیں جو خوش نصیب شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارتا ہے اس کے مال ودولت سے فانی کی صفت فنا ہو جاتی ہے وہ مال اللہ الباقی کے کرم سے باقی ہو جاتا ہے بلکہ سنت مصطفیٰ ﷺ پر چلنے والا خوش نصیب اپنے سانسوں کو بھی باقی بنالیا کرتا ہے جبکہ اس کا ہر سانس رضائے الٰہی کے لیے ہوگا تو اللہ کی رضا پر ملنے والا اجر وثواب بھی لافانی ہوگا۔

(۴) آگ سے بچو

عَنْ عَدِّی بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے میرے امتیو!) تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی۔

(صحیح بخاری: ۱/۴۲۲، الرقم: ۱۴۱۷، صحیح مسلم: ۷/۹۰، الرقم: ۱۰۱۶، مسند امام احمد: ۱۴/۱۲۲، الرقم: ۱۸۱۹۰)

حقیقی کامیاب وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے غضب سے اور جہنم کے شعلوں سے بچا سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نیکی کی اہمیت سے آگاہ کرتے ہیں کہ آگ سے بچنے کا ذریعہ اور فکر و تدبیر نیکی ہی ہے۔

جہنم اللہ کے غضب اور ناراضگی کی جگہ ہے۔ اور غضب کی آگ کو رب کی رضا اور خوشنودی کے ذریعے ہی ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ رب العزت جس سے راضی ہو جائے وہ دوزخ کے عذاب سے بچ جائے گا۔ اس حدیث پاک میں کھجور کے ٹکڑے سے آگ سے بچنے کا کہا گیا ہے تو بات واضح ہوئی کہ اگر اخلاص سے فی سبیل اللہ کھجور کا ٹکڑا خرچ کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کی کثرت کو نہیں دیکھتا بلکہ صدقے دینے والے کے دل کو دیکھتا ہے اس کی نیت کو دیکھتا ہے تو جس مسلمان کا دل اخلاص کی دولت سے لبریز کھجور کا ایک ٹکڑا ہی راہ حق میں خرچ کر دے تو اللہ رب العزت اس سے راضی ہو گا اور اس کا اجر یہ دے گا کہ اسے آتش دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا۔

ہر انسان کے پاس دولت کی فراوانی نہیں ہوتی۔ ہر مسلم ثروت کے وسیع ذخائر نہیں رکھتا بلکہ بعض ایسے کلمہ گو بھی ہوتے ہیں جن کے پاس نان جویں بھی

نہیں ہوتے تو ایسے افراد کو مایوس نہیں ہونا چاہئے کہ دولت وثروت والا سخاوت کر کے آتش دوزخ سے بچ گیا تو اس کے لیے حدیث پاک میں نوید ہے کہ اگر تمہارے پاس پوری کھجور نہ سہی کھجور کا ٹکڑا ہی سہی وہی اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت

(۱) راہ خدا میں خرچ کرنے والے کے لیے بشارت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (پ:۲، البقرہ:۲۴۵)

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پھر وہ اس کے لیے اسے کئی گنا بڑھا دے گا اور اللہ ہی (تمہارے رزق میں) تنگی اور کشادگی کرتا ہے۔ اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

فائدہ

راہِ خدا میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر فرمایا یہ کمال لطف وکرم ہے بندہ اس کا بنایا ہوا اور بندے کا مال اس کا عطا فرمایا ہوا۔ حقیقی مالک وہ اور بندہ اس کی عطا سے مجازی ملکیت رکھتا ہے مگر قرض سے تعبیر فرمانے میں یہ دلنشین کرنا منظور ہے کہ جس طرح قرض دینے والا اطمینان رکھتا ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوا وہ اس کی واپسی کا مستحق ہے ایسا ہی راہ خدا میں خرچ کرنے والے کو اطمینان ہونا چاہئے کہ وہ اس انفاق کی جزا بالیقین پائے گا اور بہت زیادہ پائے گا۔

(۲) خرچ کرو...... تم پر خرچ کیا جائے گا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ یُنْفَقْ عَلَیْكَ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے آدم کے بیٹے! اللہ کی راہ میں خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔

(صحیح بخاری: ۴/ ۲۳۳۸، الرقم: ۷۴۹۶، صحیح مسلم: ۷/ ۶۹، الرقم: ۹۹۳، الترغیب والترہیب: ۱/ ۶۹۵، الرقم: ۱۳۴۲، مسند امام احمد: ۷/ ۱۲۶، الرقم: ۷۲۹۶)

ایک مسلمان کی یہ عادت ہوتی ہے کہ

☆ وہ اللہ کی راہ میں بے دریغ مال خرچ کرتا ہے۔

☆ غرباء و مساکین کا خیال رکھتا ہے۔

☆ یتامیٰ کے سروں پر دست شفقت رکھتا ہے۔

☆ بیواؤں کی خبر گیری کرتا ہے۔

☆ راہ چلتے مسافروں کو بھی عطیات دیتا ہے۔

☆ اگر کوئی مفلوک الحال آجائے اسے بھی دامن بھر کر دیتا ہے۔

☆ اگر کوئی سوالی اس کے پاس آجائے تو اسے بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اے انسان تو خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔

آج خرچ کرنے والے پر — کل خرچ کیا جائے گا
دنیا میں ثروت لٹانے والے پر — قیامت کے دن کرم کیا جائے گا
آج پیاسوں کو پانی پلانے والے کو — کل حوض کوثر پلایا جائے گا

آج غرباء، مساکین کو کھانے کھلانے والا کل جنت میں مہمانی کے مزے لے گا

آج مال خرچ کر کے کسی کو مصیبت و پریشانی سے چھٹکارا دلانے والا یاد رکھے کہ کل جب اس پر نزع کا عالم ہوگا۔اس پر پریشانی کا بسیرا ہوگا تو اللہ کے وعدہ کے مطابق کوئی تو آئے گا اور اسے وہ کچھ دے گا جس سے اس کی پریشانی ختم ہو جائے۔آج اس دنیا میں کسی بے سہارا کے کام آنے والا امید رکھے کہ اگر کہیں کل اس کی عدم موجودگی میں اس کی اولاد پر کوئی آفت آئے گی تو اللہ کریم کسی کو ان پر مامور فرمائے گا جو ان کے جملہ کام سرانجام دے گا۔

(۴) ہر چیز سے سخت چیز صدقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ہلنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اس میں گاڑ دیا جس سے زمین ٹھہر گئی، فرشتے پہاڑوں کی مضبوطی سے متعجب ہوئے اور عرض کیا: الٰہی! کیا تو نے پہاڑوں سے بھی سخت و شدید کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! وہ لوہا ہے۔

انہوں نے عرض کیا: الٰہی! کیا تو نے لوہے سے بھی زیادہ مضبوط کوئی مخلوق بنائی ہے؟ فرمایا: ہاں! وہ آگ ہے۔فرشتوں نے عرض کیا: مولیٰ! کیا آگ سے بھی زیادہ قوی کوئی مخلوق پیدا فرمائی ہے؟ ارشاد ہوا: وہ پانی ہے۔

فرشتے عرض گزار ہوئے: اے رب! کیا کوئی مخلوق پانی سے بھی زیادہ طاقتور پیدا فرمائی ہے؟ ارشاد فرمایا: وہ ہوا ہے۔وہ پھر عرض کرنے لگے: اے پروردگار! کیا ہوا سے بھی زیادہ سخت کسی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں وہ انسان کہ جب داہنے ہاتھ سے صدقہ کرے تو اسے بائیں ہاتھ سے چھپائے۔

(سنن ترمذی:۴/۲۹۴، الرقم:۳۳۶۹، مشکاۃ المصابیح:۱/۳۶۵، الرقم:۱۹۲۳)

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جیسے ہلکی کشتی و جہاز پانی پر ہلتا ہے اسی طرح زمین ہلتی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے۔

مزید فرماتے ہیں کہ پہلے بو قبیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ، ان پہاڑوں سے زمین ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لاد دینے سے دریا پر ٹھہر جاتا ہے جنبش نہیں کرتا۔ پہاڑ زمین میں ایسے گڑھے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت کہ پہاڑوں کی جڑیں دور تک پھیلی ہوتی ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ (پ:۱۴، النحل:۱۵)

اور اسی نے زمین میں (مختلف مادوں کو باہم ملا کر) بھاری پہاڑ بنا دیئے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ (اپنے مدار میں حرکت کرتے ہوئے) تمہیں لے کر کانپنے لگے۔

حکیم الامت مزید فرماتے ہیں کہ فرشتوں کو یہ حیرت ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دبوچ لیا کہ اسے ہلنے نہیں دیتے تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہو گی۔ خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن سے کہیں ہلکا ہوتا ہے مگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے۔

لوہے...... آگ...... پانی...... ہوا کے پہاڑ، لوہے...... آگ...... پانی سے زیادہ مضبوط ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کیونکہ لوہا پہاڑ کو توڑ دیتا ہے، پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا۔''

''آگ لوہے کو پگھلا دیتی ہے مگر زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی

ہے۔"

"پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو، اگر آڑ ہٹا دی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھاتا ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ پانی قید میں رہ کر جلتا ہے۔"

"ہوا پانی سے لدے بادلوں کو اڑائے پھرتی ہے اور سمندر میں طلاطم پیدا کر دیتی ہے۔ جس سے وہاں طوفان برپا ہو جاتا ہے۔"

(مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۳/۱۱۳-۱۱۴)

فائدہ

پوشیدہ سخاوت کرنے والے شخص کے ان تمام سے مضبوط ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تابعدار کر لیتا ہے۔ جو پہاڑ سے زیادہ سخت، سمندر و ہوا سے زیادہ طوفانی ہے۔ نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے جب سخاوت کی جائے تو دکھلاوے کو پسند کرتا ہے۔ یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کچل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ لہٰذا بڑا بہادر ہے۔ نیز خفیہ صدقہ سے غضب الٰہی کی آگ بجھتی ہے۔ رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ یہ نعمتیں پہاڑ..... لوہے..... آگ..... پانی..... ہوا سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا یہ صدقہ ان سب سے بہتر ہے۔

(۴) دھوبی کی روٹیاں ..... اور سانپ کے منہ میں لوہے کی لگام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک دھوبی تھا جو لوگوں کے کپڑے آپس میں تبدیل کر دیتا۔ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے متعلق بتایا تو آپ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کی:

اے اللہ عزوجل! اسے ہلاک کر دے۔ ایک روز وہ دھوبی اپنے معمول کے مطابق نکلا۔ اس کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ایک سائل آیا تو اس نے ایک روٹی اسے دے دی۔ سائل نے دعا دی: اللہ تعالیٰ تجھ سے آفات سماویہ کا شر دور فرمائے۔ دھوبی نے اس دعا سے متاثر ہو کر اسے ایک اور روٹی دے دی۔ اس پر سائل نے دعا دی۔ اللہ تعالیٰ تجھے جملہ آفتوں سے محفوظ رکھے۔ تو اس نے تیسری روٹی بھی دے دی۔ اس پر دعا دی: اللہ عزوجل تجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی دوران ایک بہت بڑا سانپ اس کے کپڑوں کی گٹھڑی میں داخل ہو چکا تھا۔ جب دھوبی نے کپڑے لینے کا ارادہ کیا تو اس سانپ نے اسے ڈسنا چاہا۔ ایک فرشتے نے اسی لمحے اس سانپ کو لوہے کی لگام ڈال دی اور دھوبی سلامتی کے ساتھ واپس آ گیا۔

لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا: یا روح اللہ! وہ دھوبی تو صحیح سلامت واپس آ گیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے بلایا اور فرمایا: تو نے کون سی بھلائی کی ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے تین روٹیاں صدقہ کی ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس سانپ سے پوچھا: تو نے اسے قتل کیوں نہ کیا؟ سانپ نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور مجھے اسے ہلاک کرنے کے لیے بھیجا مگر جب اس دھوبی نے سائل کو صدقہ دیا۔ تو ایک فرشتے نے آ کر مجھے لوہے کی لگام ڈال دی۔ لوگ اس بات سے بہت متعجب ہوئے اور دھوبی نے توبہ کر لی۔

(ضیائے صدقات، ص: ۱۶۳)

انفاق فی سبیل اللہ کی برکات

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بڑی نعمت ہے۔ قرب الٰہی، رحمت الٰہی کے حصول کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ دولت مندوں کو چاہیے کہ وہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کریں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کریں

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کریں

اسی طرح دیگر دولت مند صحابہ کی زندگیوں کا مطالعہ کیا کریں اوران کی طرح اپنی دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں۔

(۱)

انفاق فی سبیل اللہ ایک بڑا ہی سودمند سودا ہے۔ دنیا کا کوئی سودا اس کے برابر منافع بخش نہیں ہوسکتا۔ کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے بڑھتا ہی رہتا ہے۔ کتنا یہ اللہ کے فضل اور خرچ کرنے والے کی نیت کے خلوص پر موقوف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ ○ لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ ○

(پ:۲۲، فاطر: ۲۹-۳۰)

بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی اور ایسی (اخروی) تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارے میں نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ ان کا اجر انہیں پورا پورا عطا فرمائے اور اپنے فضل سے انہیں مزید نوازے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا ہی شکر قبول فرمانے والا ہے۔

(۲) صدقہ کو اللہ...... پالتا رہتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَصَدَّقَ بِعِدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَیِّبٍ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَقْبَلُهَا بِیَمِیْنِهٖ ثُمَّ یُرَبِّیْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰی تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی حلال وطیب کمائی میں سے کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ طیب و حلال کمائی ہی کا صدقہ قبول فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے پھر اس کے لیے جس نے صدقہ کیا اس صدقہ کو پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے اور اللہ اس صدقہ کو بڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔

(صحیح بخاری: ۱/۴۲۰، الرقم: ۱۴۱۰، مسند امام احمد: ۸/۲۸۶، الرقم: ۸۳۶۳، سنن ابن ماجہ: ۲/۴۱۱، الرقم: ۱۸۴۲، سنن ترمذی: ۲/۱۴۴، الرقم: ۶۶۱)

دعوتِ عمل

حلال وطیب کمائی کو راہ خدا میں خرچ کیا جائے تو اللہ کریم اسے قبول کرتا ہے جس مال کو اللہ تعالیٰ قبول کرلے وہ مال بقیہ مال سے منفرد ہو جاتا ہے۔ اس مال کی شان باقی مال سے ممتاز ہوتی ہے۔

آج ہم اپنے جانوروں کے بچے پالتے ہیں گھوڑے کے بچے کو پالا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ چھوٹا سا بچہ پورا گھوڑا بن جاتا ہے۔

اللہ ذوالجلال والاکرام بھی اہل ایمان کے صدقہ و خیرات کو اپنے دست

قدرت میں لے کر پالتا ہے پھر وہ چند پیسے نہیں رہتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ پہاڑ جتنا بن جاتا ہے تو اہل ایمان کا اللہ کی راہ میں دیا ہوا ایک روپیہ بھی قیامت کے دن پہاڑ جتنا ہوگا یہ اللہ کا فضل ہے۔

(۳) سات سو گنا اجر

عَنْ خَرِیْمِ بْنِ فَاتِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کُتِبَتْ لَهٗ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ۔

حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے فی سبیل اللہ کوئی چیز خرچ کی تو اس کے لیے سات سو گنا تک اجر لکھا جاتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۳/۲۴۳، الرقم: ۱۶۳۱، سنن نسائی: ۶/۴۹، الرقم: ۳۱۸۳، مستدرک حاکم: ۲/۸۷)

اللہ رب العزت نے انفاق فی سبیل اللہ پر سات سو گنا اجر مرتب ہونے کو اس انداز میں بھی ذکر فرمایا ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (پ: ۳، البقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال (اس) دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں (اور پھر) ہر بالی میں سو دانے ہوں (یعنی سات سو گنا اجر پاتے ہیں) اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اس سے بھی) اضافہ فرما دیتا ہے۔ اور اللہ بڑی وسعت والا

خوب جاننے والا ہے۔

انسان کھیتی میں ایک دانہ پھینکے اس سے سات بالیں اگ آئیں اور ہر بالی میں سو (۱۰۰) دانہ ہو تو ہر سلیم الفطرت یہ کہے گا کہ ایک دانہ کے عوض سات سو دانہ ملے گا یہ تو اس دنیا م کے دانہ کا مشاہدہ ہے تو جس صدقہ وخیرات کو کریم اللہ اپنے کرم والے ہاتھوں میں لے کر بڑھائے اور اگر اس کا اجر وثواب سات سو گنا کر دے تو یہ جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ سخی ہے تو سب سے بڑا سخی اس کے جود وکرم کو کوئی بھی اپنے پیمانے پر تول نہیں سکتا۔

وہی اللہ اپنے لطف وکرم کو یوں بیان کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط

اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اس سے بھی) اضافہ فرما دیتا ہے۔

وہ قادر وقیوم ہے وہ علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ اگر وہ کسی صدقہ وخیرات کرنے والے کو اس آدمی کو جو لوجہ اللہ مال خرچ کرتا ہے سات سو گنا سے بھی ڈبل کر دے۔ تو کسی کو کیا اعتراض وہ مالک ہے اور مالک الملک ہے یہ مالک جو چاہے کرے جس کو چاہے دے یہ اس کا اختیار کامل ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے ثمرات

(۱) کوئی خوف اور غم نہ ہوگا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(پ:۳، البقرہ:۲۷۴)

جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روز قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

ہر نیکی کا اجر و ثواب عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ رب العزت جسے چاہتا ہے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے والے وہ سعید لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ان کا اجر و ثواب اللہ کے ہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مبارک بالکل واضح ہے کہ ان کو جو اجر و ثواب ملے گا وہ خصوصی شان رکھتا ہے۔ اور اس اجر و ثواب کو عام اجر و ثواب پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ رب العالمین ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہے وہ جسے چاہے نواز دے اور جسے چاہے اپنی عنایات کریمانہ سے سرفراز فرمائے اس پر ہر ایک کو سر تسلیم خم کرنا ہے۔

(۲) سخی اللہ کے قریب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰہِ

سخی اللہ کے قریب ہے۔

قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّۃِ

جنت کے قریب ہے۔

قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ

لوگوں کے قریب ہے۔

بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ

آگ سے دور ہے۔

وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ

اور کنجوس اللہ سے دور ہے۔

بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ

جنت سے دور ہے۔

بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ

لوگوں سے دور ہے۔

قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ

آگ کے قریب ہے۔

وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ

اور یقیناً جاہل سخی کنجوس عابد سے افضل ہے۔

(سنن ترمذی: ۳/۹۲، الرقم: ۱۹۶۱، مشکاۃ المصابیح: ۱/۳۵۵، الرقم: ۱۸۶۹)

(۴) رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرنے والوں کی مثال

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خیرات کرنے والوں کے اعمال کی مثال قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ (پ:۳، البقرہ: ۲۶۵)

اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اپنے آپ کو (ایمان و اطاعت پر) مضبوط کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی سطح پر ہو اس پر زوردار بارش ہو تو وہ دوگنا

پھل لائے اور اگر اسے زوردار بارش نہ ملے تو (اسے) شبنم (یا ہلکی سی پھوار) بھی کافی ہو، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے۔

یہ مومن مخلص کے اعمال کی مثال ہے کہ جس طرح بلند خطہ کی بہتر زمین کا باغ ہر حال میں خوب پھلتا ہے خواہ بارش کم ہو یا زیادہ ایسے ہی بااخلاص مومن کا صدقہ اور انفاق خواہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے۔

(۴) اللہ کو قرض حسنہ دو......اور کئی گنا لو

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ۝ (پ:۲۷، الحدید:۱۸)

بے شک صدقہ وخیرات دینے والے مرد اور صدقہ وخیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسنہ کے طور پر قرض دیا ان کے لیے (صدقہ وقرضہ کا اجر) کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے بڑی عزت والا ثواب ہوگا۔

دولت کے لالچی دنیا والوں کو قرض دیتے ہیں اور اس پر سود کے چند ٹکے کما کر حرام کھاتے ہیں۔ قرض دینے کا مزا اللہ کو ہے۔ جو اگرچہ تمہاری دولت کا محتاج نہیں وہ تو خود اپنے خزانہ سے جسے چاہتا ہے بغیر حساب عطا فرماتا ہے۔ رزق کی فراخی یا تنگی اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہ رب تم سے قرض مانگتا ہے۔ تمہارے ہی فائدے کے لیے۔ تم اسے قرض دو وہ اس پر بے حساب منافع دے گا۔ یہ بے حساب منافع صرف قیامت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ملتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا کبھی محتاج وتنگدست نہیں ہوتا جتنا خرچ کرتا ہے اتنی ہی اس کی دولت میں برکت ہوتی ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب

(۱) خرچ کرو...... اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ○ (پ:۲۸، المنافقون:۱۰)

اور تم اس (مال) میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کی مہلت اور کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیکو کاروں میں سے ہو جاتا۔

(۲) آگے بھیجنے والے...... بڑے ثواب کے اہل ہوں گے

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ (پ:۲۹، المزمل:۲۰)

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو قرض حسن دیا کرو۔ اور جو بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے حضور بہتر اور اجر میں بزرگ تر پالو گے۔

(۳) خرچ کرو..... گھاٹے میں نہیں رہو گے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (پ:۱۰، الانفال:۶۰)

اور تم جو کچھ (بھی) اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم سے ناانصافی نہ کی جائے گی۔

فائدہ

جان و مال..... وقت اور کوشش کی جو قربانی دو گے وہ رائیگاں نہیں جائے گی بلکہ دین و دنیا میں تمہیں اس کا وہ معاوضہ دیا جائے گا جو اس مولائے کریم کی شان جود و کرم کے شایان ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ..... اور اسوۂ رسول ﷺ

(۱) سرکار نے کبھی ''لا'' نہیں فرمایا

جن لوگوں نے حضور ﷺ کے سایۂ عاطفت میں زندگی کی قیمتی ساعتیں گزاری ہیں..... جو سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے..... جنہوں نے خدا کے حبیب ﷺ کے بحر سخا کو موجزن دیکھا ہے..... ان کا تجربہ اور مشاہدہ یہ کہتا ہے کہ کسی مانگنے والے کے سوال کے جواب میں مدنی تاجدار ﷺ کی زبان پاک سے کبھی ''لا'' یعنی ''نہیں'' کا لفظ نہیں نکلا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ: ''لَا''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کبھی ایسا نہ ہوا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ''نہیں'' فرمایا ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۵/ ۵۸، الرقم: ۲۳۱۱، صحیح بخاری: ۶/ ۱۹۰۷، الرقم: ۶۰۳۴)

فائدہ

اس دنیا میں بڑے بڑے سخی ہوئے..... ایک سے بڑھ کر ایک راہ خدا میں خرچ کرنے والے ہوئے..... لیکن پھر بھی وہ کسی نہ کسی موقع پر اکتا جاتے ہیں..... ایک آدمی کو بار بار آتے دیکھ کر ان کی طبیعت میں غصہ آجاتا ہے..... وہ ایک حد تک تو دیتے جاتے ہیں اس کے بعد وہ بھی دینے سے انکاری ہو جاتے ہیں۔

لیکن قربان جائیں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے جود و سخا کا کوئی کنارہ نہیں..... جو دیتے ہیں تو خداداد عطیات سے دیتے چلے جاتے ہیں..... مانگنے والے کا دامن تنگ ہو جائے الگ بات ہے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا میں کوئی کمی نہیں آتی۔

دیکھیے! ساری زندگی دریائے جود و سخا لہریں مارتا ہے..... سخاوت و عنایات کے سمندر کی موجیں ابھرتی رہتی ہیں..... اور ہر ایک کے دامن کو گوہر مراد سے بھرتی رہیں اس طویل عرصہ میں ایک بھی ایسا شخص نہیں کہ اس نے آپ سے کوئی چیز مانگی تو آپ نے اسے ''نہ'' کر دی ہو۔

(۲) جو مانگا..... وہی نصیب ہوا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: انصار کے کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا کیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا۔ آپ نے ان کو پھر عطا فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو مال تھا وہ ختم ہو گیا۔ پھر

حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جو مال بھی ہوگا وہ میں تم سے بچا کر ذخیرہ نہیں کروں گا۔ (ہاں البتہ) جو شخص سوال کرنے سے بچنے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ اس کو سوال کرنے سے بچا لیتا ہے...... اور جو اپنے غنی ہونے کا اثر دے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیتا ہے...... اور جو تکلیف سے صبر کرنے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ اس کو صبر کی توفیق عطا فرما دیتا ہے...... اور کسی شخص کو بھی صبر کی دولت سے بہتر دولت عطا نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری: ۱/۱۹۹)

(۳) بے سہاروں کا سہارا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر مومن سے، سب انسانوں سے زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اگر تم چاہو تو (اس کی تصدیق کے لیے) یہ آیت کریمہ پڑھ لو۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (پ:۲۱، احزاب:۶)

یہ نبی (مکرم ﷺ) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حقدار ہیں۔

جو مومن مال چھوڑ کر مرے تو اس کے رشتہ دار، جو بھی ہوں، اس کے وارث ہوں گے اور کوئی مومن قرض یا بے بس اہل و عیال چھوڑ کر مرے تو (متعلقہ شخص) میرے پاس آئے۔ اس میت کا ولی میں ہوں۔ (صحیح بخاری: ۲/۷۰۵)

(۴) وہ اتنا دیتے ہیں کہ...... فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا

حضور نبی کریم ﷺ سے جب کچھ مانگا جاتا تو آپ صرف عطا فرمانے اور یہ کہنے پر اکتفا نہیں فرماتے تھے کہ میں تمہیں عطا کروں گا بلکہ آپ ﷺ یہ فرماتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ آئے گا اس میں سے کچھ بھی نہیں روکوں گا بلکہ سب کچھ تمہارے درمیان تقسیم کروں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے نام پر جس چیز کا سوال کیا گیا تو آپ نے وہ چیز ضرور عطا فرمائی۔ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا تو حضور ﷺ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں تھیں اسے عطا فرما دیں وہ (یہ بکریاں لے کر) اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: اے میری قوم! اسلام قبول کر لو کیونکہ حضرت محمد ﷺ اس شخص کی طرح خرچ کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہ ہو۔ بے شک (کبھی کوئی) آدمی صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے اسلام قبول کرتا مگر تھوڑی ہی دیر بعد اسے دین اسلام دنیا اور دنیا میں موجود ہر چیز سے محبوب ہو جاتا۔

(صحیح مسلم: ۱۵/۸۵، الرقم: ۲۳۱۲، ریاض الصالحین: ۱/۴۸۴، الرقم: ۵۵۳)

تشریح وتوضیح

حضور نبی رحمت ﷺ کا سحابِ جود و کرم جب برسنے پر آتا ہے تو یوں برستا ہے کہ اس سے فیض یاب ہونے والے اپنی تنگ دامانی کا احساس کرنے لگتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بحر عطاء و بخشش میں جب لہریں اٹھتیں اور فیض بار ہوتیں تو پیاسی زمینوں کو اتنا نوازا جاتا کہ وہ ساتھ والوں کو فیض یاب ہونے کی دعوت دیتیں۔ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی عنایات کریمانہ کا سورج جب چمکتا تو تاریک دل اس درجہ منور و روشن ہو جاتے کہ اوروں کو دعوت دے کر، بیگانوں کو بلا کر انہیں بھی اپنے من کو اجلا کرنے اور قلب و روح کو منور کرنے کا کہتے۔

یہاں تالیف قلب کے لیے ایک آدمی کو اتنے جانور عطا فرمائے کہ وہ حیرت میں ڈوب گیا کہ کیا کوئی سخی اس درجہ بھی سخاوت کیا کرتا ہے؟ پھر وہ علی الاعلان کہتا ہے:

يَا قَوْمِ! اَسْلِمُوْا، فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءَ مَنْ لَّا يَخْشَى

الْفَقْرَ.

اے میری قوم! اسلام قبول کر لو! محمد عربی ﷺ سے نسبت غلامی استوار کر لو! یقیناً محمد مصطفیٰ ﷺ اس آدمی کی طرح سخاوت کرتے ہیں جسے فقر کا اندیشہ نہیں۔

جس ذات اقدس کے اشارہ سے — چاند شق ہو جائے
جس ذات اقدس کے ہاتھ اٹھانے سے — ڈوبا سورج واپس آ جائے
جس ذات اقدس کے بلانے سے — درخت چل کر آ جائیں
جس ذات کی خواہش پر — پہاڑ سونا اگلنے کے لیے بے تاب ہوں

تو اس ذات اقدس واطہر ﷺ کو فقر کا ڈر کیسا؟

وہ جب دیتے ہیں جھولیاں بھر کر دیتے ہیں...... جب کرم کرتے ہیں تو سائل کے تمام ظروف بھر دیا کرتے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ......اور اسوۂ اسلاف

(۱) بادل کو حکم ہوا......اس زمین کو سیراب کر دو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک دفعہ ایک آدمی صحرا میں چلا جا رہا تھا تو اس نے بادل سے ایک آواز سنی فلاں کے باغ کو سیراب کرو...... پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین پر برسا دیا تو ان نالوں میں سے ایک نالے نے اپنے اندر سارا پانی جمع کر لیا۔ تو یہ آدمی اس پانی کے پیچھے جانے لگا تو دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا اپنی گینتی سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے تو اس آدمی نے اس باغ والے آدمی سے کہا یا عبداللہ! (اے اللہ کے بندے) تیرا کیا نام ہے؟

اس نے کہا: فلاں وہی نام جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ تو اب اس باغ والے آدمی نے کہا یا عبداللہ! (اے اللہ کے بندے) تم میرا نام کیوں پوچھتے ہو تو اس نے کہا، میں نے سنا اس بادل سے جس کا یہ پانی ہے۔ آواز دینے والا کہتا تھا فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔ یہ وہی نام ہے جو تم نے اپنا نام بتلایا ہے۔

(اب بتاؤ) تم اس باغ میں کون سا عمل کرتے ہو۔ اس نے کہا: جب تم یہ سب کچھ بتا رہے ہو تو میں بتاتا ہوں میں اس باغ کی پیداوار کا حساب لگاتا ہوں میں اس کا ثلث (تیسرا حصہ) اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتا ہوں اور اس کا دوسرا ثلث (تیسرا حصہ) میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور اس کا تیسرا ثلث (تیسرا حصہ) اس باغ میں دوبارہ لگا دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۸۹/۱۸، الرقم: ۲۹۸۴، الترغیب والترہیب: ۶۶۰/۱، الرقم: ۱۲۶۳)

دعوتِ عمل

اس حدیث پاک میں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے اور پہلی امتوں میں سے کسی مرد صالح کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے مال میں سے ثلث اللہ کی راہ میں خرچ کرتا تھا اس کا اجر یہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل کو بھیجتا ہے جو اس کے کھیت کو سیراب کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اللہ سب سے بڑا اکرم فرمانے والا ہے۔

یہ پہلی امتوں کے ایک صالح آدمی پر اللہ کے کرم کی ایک جھلک ہے تو اس خیر الامم کے نیک و صالح افراد پر اللہ تعالیٰ کا کس درجہ کرم ہوتا ہوگا یہ کرم کرنے والا ہی بہتر جانتا ہے۔ آج اگر کسی کی کھیتی پر بارش ہو جائے اور وہ خصوصی طور پر سرفراز ہو جائے تو حیرانگی کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ دینے والا اللہ ہے اور وہ اپنے حبیب ﷺ کی امت پر نہایت درجہ مہربان ہے۔

(۲) حضرات شیخین کا مقابلہ

حضرت عمر بن خطاب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو اس وقت میرے پاس کافی مال تھا۔ تو میں نے (اپنے آپ سے) کہا اگر میں کسی دن ابوبکر سے سبقت لے جانے کا جذبہ رکھتا ہوں تو آج میں ابوبکر سے سبقت لے جا سکتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنا آدھا مال لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اپنے اہل خانہ کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جتنا مال لایا ہوں اتنا گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔

اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو تو انہوں نے عرض کی: میں اپنے گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے (اپنے دل میں کہا) میں کسی معاملہ میں بھی ابوبکر سے نہیں بڑھ سکتا۔ (مشکوۃ المصابیح: ۳/۲۰۲۵، الرقم: ۶۰۳۰)

یہ ہیں ہمارے اسلاف جن پر ملت اسلامیہ کو ناز ہے۔ یہ ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جن سے آج بھی اس عالم رنگ و بو میں بہار ہے۔ یہ وہ خوش نصیب افراد ہیں جنہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی درسگاہ کے طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ مکتب خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہونے والی وہ سعید ارواح ہیں جن کے تقدس و طہارت کو قدسی بھی سلامی کرتے ہیں۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اللہ کی راہ میں مال صدقہ کرو۔ یہ ہدایت کے تارے...... یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔ جتنی

انہیں توفیق ملتی ہے اتنا مال بارگاہ خیر الوریٰ ﷺ میں پیش کر دیتے ہیں۔

مراد رسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھر کا رخ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی بار بار ان کے دل پر دستک دیتا ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

اے اہل ایمان! خیر و فلاح کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ۔

آپ دل ہی دل میں یہ کہتے ہیں آج حسن اتفاق سے میرے پاس مال و دولت کافی ہے آج موقع بھی ہے اس لیے بارگاہ خیر الوریٰ ﷺ میں اتنا مال پیش کر دوں کہ سب سے بڑھ جاؤں یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ جاؤں۔ گھر پہنچ کر کل مال کے دو حصے کر دیئے اور ایک حصہ گھر والوں کے لیے چھوڑ کر دوسرا حصہ بارگاہ خیر الوریٰ ﷺ میں پیش کر دیا۔

ادھر پیکر اخلاص و وفا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر اپنے گھر روانہ ہوتے ہیں۔ یہ مرکز وفا گھر کی ہر چیز اٹھا لاتا ہے گھر میں جو کچھ بھی نظر آیا اسے اپنے سر پر رکھا اور بارگاہ خیر الوریٰ ﷺ میں حاضر ہو گئے۔

زبان رسالت مآب ﷺ سے یہ الفاظ مبارک نکلے:

يَا اَبَا بَكْرٍ! مَا اَبْقَيْتَ لِاَهْلِكَ؟

اپنے اہل خانہ بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ سید الرسل ﷺ میں جو جواب عرض کیا وہ آج تاریخ اسلام میں سنہرے حروف سے جگمگا رہا ہے۔ اور صدیق کے رتبہ ایمان کا اظہار کر رہا ہے۔

عرض کی: اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

میں اہل خانہ کے لیے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ آیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سامنے موجود ہیں اور صدیق اکبر کا جواب ہے کہ میں گھر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔ تو بات بالکل واضح ہے کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان جیسا ایمان ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے بھی ہوتے ہیں اور گھر میں بھی ہوتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں سے اہل ایمان کی کوئی بھی جگہ خالی نہیں۔

اب غور فرمایئے! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال صدقہ کر دیا کچھ بھی باقی نہ رکھا اس کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کنگال ہوئے؟ نہیں ہرگز نہیں وجہ واضح ہے کہ فرمان رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَّالٍ

صدقہ مال کم نہیں کرتا۔

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رسول

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جیش العسرۃ غزوۂ تبوک تیار کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں ایک ہزار دینار ڈال کر لائے اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں پھیلا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی جھولی میں حرکت دیتے تھے اور فرماتے تھے۔

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْم

آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کرے اسے کوئی ضرر نہیں۔

یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔

(مسند امام احمد: ۴/۶۳، الرقم: ۲۰۵۰۸، سنن ترمذی: ۳/۵۱۵، الرقم: ۳۷۰۱، مستدرک حاکم: ۴/۶۳، الرقم: ۴۵۰۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دین حق کی اشاعت وترویج میں بار بار مال خرچ کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے پھر یہ خرچ کیا ہوا مال باقی کیا ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بقیہ تمام زندگی کے اعمال کو حسن ورضا کی مہر سے مزین کر گئے۔

خرچ نہ کرنے پر وعیدیں

(۱) اللہ بخیل کو پسند نہیں کرتا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ نِ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط

(پ:۵، النساء:۳۶-۳۷)

بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا (مغرور) فخر کرنے والا (خود بین) ہو۔ جو لوگ (خود بھی) بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور اس (نعمت) کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے عطا کی ہے۔

اس آیت کریمہ میں ان بد نصیبوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔ بلاشبہ جو لوگ غرور وفخر کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ جن کو دولت اتنی پیاری ہو کہ وہ ایک دمڑی بھی راہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے تیار نہ ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی راہ حق میں مال خرچ کرنے سے روکیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو چھپائے رکھیں وہ اس قابل کہاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے۔ وہ رسوا کن عذاب کے مستحق ہیں جو ان کے لیے بالکل تیار ہے۔ (ضیاء القرآن:۱/۳۴۵)

(۲) جب سب کچھ اللہ کا ہے تو......

ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (پ:۲۷، الحدید:۱۰)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری ملکیت اللہ ہی کی ہے۔ (تم تو فقط اس مالک کے نائب ہو)

اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرنا چاہئے اس بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ اگر مال خرچ کر دیا تو ہماری اولاد کا کیا بنے گا...... زندگی لی ضروریات کیسے پوری ہوں گی...... اللہ رب العزت اس کائنات کا خالق ہے...... تمہارا معاملہ اسی رب کریم کے ساتھ ہے...... زمین و آسمان کے سارے خزانے اسی کے دست قدرت میں ہیں...... ہر چیز کا مالک وہ ہے...... وہ بڑا غیور ہے...... اس کی غیرت ہرگز برداشت نہیں کرتی کہ اس کی راہ میں گھر بار لٹانے والا کسی غیر کا دست نگر ہو...... وہ خزانۂ غیب سے اسے اس طرح فراواں رزق دیتا ہے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔

(۳) خرچ نہ کرنا...... اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے

اللہ رب العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ج وَاَحْسِنُوْا ج اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (پ:۲، البقرہ:۱۹۵)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی اختیار کرو۔ بیشک اللہ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔

(۴) اولاد کی فکر......اولاد محتاج ہو جائے گی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم، رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے دو بندوں کو ان کی موت کے بعد زندہ فرمایا جنہیں بکثرت مال و اولاد حاصل تھی ایک سے فرمایا: اے فلاں! اس نے عرض کی: اے رب! عزوجل میں حاضر ہوں۔ اللہ نے فرمایا: کیا میں نے تجھ پر مال اولاد کی کثرت نہ کی؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے میرے رب عزوجل۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے میرے عطا کردہ مال میں کیا عمل کیا؟ اس نے عرض کی اسے فقر کے خوف سے اولاد کے لئے چھوڑ دیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اگر تم حقیقت جان لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے، سنو! جس فقر کا تمہیں اولاد پر خوف تھا وہ میں ان پر نازل کر چکا ہوں۔ اور دوسرے سے فرمایا: اے فلاں بن فلاں!

اس نے عرض کی: اے میرے رب عزوجل میں حاضر ہوں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا میں نے تجھ پر مال اولاد کی کثرت نہیں کی؟ اس نے عرض کی کیوں نہیں! اے میرے رب عزوجل۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے میرے عطا کردہ مال میں کیا عمل کیا؟ اس نے عرض کی: میں نے اسے تیری اطاعت میں خرچ کیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے بارے میں تیرے فضل و کرم پر بھروسہ کیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اگر تم حقیقت جان لیتے تو زیادہ ہنستے اور کم روتے۔ سنو! جن کے بارے میں تو نے مجھ پر بھروسہ کیا میں نے ان کی حاجت روائی فرمائی۔

(المعجم الاوسط: ۴/۳۴۲، الرقم: ۴۳۸۳)

اَللّٰهُمَّ اَسْعِدْنِیْ بِخِدْمَةِ دِیْنِكَ الْحَنِیْفِ

مومن کا سب سے قیمتی ہتھیار

(دعا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَظِیْمِ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اخْتُصَّ بِالْخُلُقِ الْعَظِیْمِ ○ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِتَائِیْدِ الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ ○

امابعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

نعت شریف

منگتے ہیں کرم ان کا سدا مانگ رہے ہیں
دن رات مدینے کی دعا مانگ رہے ہیں

ہر نعمت کونین ہے دامن میں ہمارے
ہم صدقہ محبوب خدا ﷺ مانگ رہے ہیں

اے درد محبت ابھی کچھ اور فزوں ہو
دیوانے تڑپنے کی ادا مانگ رہے ہیں

یوں کھو گئے سرکار ﷺ کے الطاف وکرم میں
یہ بھی تو نہیں ہوش کہ کیا مانگ رہے ہیں

سرکار ﷺ کا صدقہ مرے سرکار ﷺ کا صدقہ
محتاج و غنی شاہ و گدا مانگ رہے ہیں

ہم کو بھی ملے دولت دیدار کا صدقہ
دیدار کی جرأت بھی شہا مانگ رہے ہیں

دامان عمل میں کوئی نیکی نہیں خالد
بس نعت محمد ﷺ کا صلہ مانگ رہے ہیں

☆☆☆

ابتدائیہ

اللہ رب العزت وحدہٗ لاشریک ہے...... انسان کا رب ہے...... خالق و مالک ہے...... معطی و وہاب بھی ہے...... اللہ ہر چیز پر قادر ہے...... انسان اس کی مخلوق ہے...... اس کا مملوک ہے...... اللہ دینے والا ہے...... بندہ لینے والا ہے...... اللہ عطا فرمانے والا ہے...... انسان حاصل کرنے والا ہے...... اللہ کی شان بندہ نوازی اور بندہ پروری ہے...... اور انسان کی حیثیت اس وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ میں ایک سائل اور منگتے کی ہے...... اولاد آدم کو جس چیز کی ضرورت ہو اسے لینے کے لیے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجاء والتماس کرنا ''دعا'' ہے۔

دعا کا معنیٰ و مفہوم

لغوی معنیٰ

لغت میں اس کے معنی بلانا، پکارنا، عبادت کرنا، مدد طلب کرنا اور سوال کرنا وغیرہ کے ہیں۔

(لسان العرب: ۱۴/ ۲۵۷)

اصطلاحی معنیٰ

دعا کا اصطلاحی مفہوم واضح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲ھ) ''فتح الباری'' میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

هُوَ اِظْهَارُ غَايَةِ التَّذَلُّلِ وَالْاِفْتِقَارِ اِلَى اللّٰهِ وَالْاِسْتِكَانَةِ لَهٗ

''اللہ عزوجل کی بارگاہ میں غایت درجہ تواضع، محتاجی اور عاجزی و انکساری کا اظہار کرنا دعا کہلاتا ہے۔''

(ابن حجر عسقلانی، فتح الباری: ۱۱/ ۹۵)

دعا کی اہمیت

انسان کی زندگی میں خوشی اور غمی کے لمحات آتے رہتے ہیں۔ کوئی شخص خوشی کے لمحات میں اللہ رب العزت کے حضور ہدیۂ تشکر پیش کرے یا نہ کرے مگر مصیبت اور غمی کے عالم میں اپنے پروردگار کو ضرور یاد کرتا ہے۔ پریشانی کے وقت دل سے جو فریاد نکلتی ہے۔ اس کے ہاتھ خود بخود دعا کے لیے اٹھ جاتے ہیں اور سر خشوع و خضوع سے سجدے میں جھک جاتا ہے۔ اس انتہا درجے کی بیقراری اور بے چینی

کی کیفیت میں اس کے ہونٹ ہلتے ہیں۔ اور وہ عاجزی و بے چارگی کے عالم میں گڑگڑا کر اپنے رب کو پکارتا ہے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے الفاظ جب اس کے ہونٹوں پر آتے ہیں تو دعا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

دعا کی اثر انگیزی کے اعتبار سے یہ عمل غایت درجہ کیف و سرور کا حامل ہوتا ہے۔ اور انسان اپنے پروردگار کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ بار بار مانگنا اس کو گراں نہیں گزرتا۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ انسان صرف سعی پیہم اور کوشش پر بھروسہ نہیں کرسکتا بلکہ فلاح و کامیابی کے حصول کے لیے دعا کی اہمیت کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ انسان بھرپور جدوجہد (Struggle) کے باوجود بھی ہر قدم پر نصرت وتائید الٰہی کا محتاج ہوتا ہے۔

(ا) تنگی وخوشحالی میں دعا کرنا

مومنین کے لیے ضروری ہے کہ وہ تنگی وخوشحالی ہر حال میں بارگاہ الٰہی میں دست بدعا رہیں۔ بعض لوگ محض مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اور اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اور جب پریشانی ختم ہو جاتی ہے تو دعا مانگنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ کریم کو یہ عمل ہرگز پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ج فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ط كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○

(پ:۱۱، یونس:۱۲)

''اور جب (ایسے) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر لیٹے یا بیٹھے یا کھڑے پکارتا ہے پھر جب ہم اس سے اس کی

تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ (ہمیں بھلا کر اس طرح) چل دیتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف میں جو اسے پہنچی تھی۔ ہمیں (کبھی) پکارا ہی نہیں تھا۔ اس طرح حد سے بڑھنے والوں کے لئے ان کے (غلط) اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں جو وہ کرتے رہے تھے۔"

(۲) خوشحالی میں دعا کرنے کا حکم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ یَسْتَجِیْبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَآئِدِ وَالْکُرَبِ فَلْیُکْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ مشکلات اور تکالیف کے وقت اس کی دعا قبول کرے، وہ خوشحالی کے اوقات میں زیادہ سے زیادہ دعا کیا کرے۔"

(سنن ترمذی: ۴۶۲/۵، الرقم: ۳۳۸۲، سنن ابوداؤد: ۷۶/۲، الرقم: ۱۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۸/۲، الرقم: ۳۸۲۸، سنن نسائی: ۴۵۰/۶، الرقم: ۱۱۴۶۴)

جس کو خوشحالی اور فارغ البالی میں دعا کرنے کی عادت ہو اسے چاہئے کہ وہ حالت تونگری میں بھی دعا کو ترک نہ کرے۔ وہ شخص جو فراوانی کے دور میں اللہ کریم کی بارگاہ میں دست بدعا رہے تو جب ایسے شخص پر مشکلات اور مصائب و آلام کے بادل چھاتے ہیں اور تنگدستی ڈیرے جمانے لگتی ہے تو اس وقت بھی جب وہ بارگاہ الٰہی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو اللہ رب العزت اس کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ اور اس کے مشکل وقت میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔

(۳) دعا تقدیر بدل دیتی ہے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمْرِ اِلَّا الْبِرُّ

''دعا کے علاوہ کوئی چیز تقدیر کو نہیں بدل سکتی اور نیکی کے علاوہ کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی۔''

(سنن ترمذی: ۴/ ۴۴۸، الرقم: ۲۱۳۹، مسند احمد بن حنبل: ۵/ ۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۲، الرقم: ۲۲۴۴۰، ۲۲۴۶۶، ۲۲۴۹۱، مستدرک حاکم: ۱/ ۶۷۰، الرقم: ۱۸۱۴)

تشریح وتوضیح

دعا وہ قوت ہے جس سے تقدیر میں لکھی ہوئی محرومیاں مٹ جاتی ہیں۔ انسانی دل سے نکلی ہوئی دعا وہ تاثیر رکھتی ہے کہ وہ آسمانوں کی وسعتوں کو چیر کر لوح محفوظ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور وہاں لکھی تقدیر کو بدل دیتی ہے۔

آج ہم تقدیر کا رونا روتے ہیں۔ مصائب و آلام کے وقت جزع و فزع کا بھرپور اظہار کرتے ہیں۔ خواہ مخواہ ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔

تقدیریں بدلنے کا نسخہ تو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتا دیا۔ اگر اس نسخہ پر ہم عمل نہ کریں۔ اس میں ہمارا قصور ہے۔ (تعلیمات نبویہ: ۳/ ۲۴)

(۴) دعا کا دروازہ...... رحمت کا دروازہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھولا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں۔ ان میں سے اسے عافیت (کا سوال) زیادہ پسند ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: دعا اس مصیبت کے لئے بھی نافع ہے جو اتر چکی ہے۔ اور اس کے لئے بھی جو ابھی تک نہیں اتری۔ پس اے اللہ کے

بندو! دعا کو لازم پکڑو۔

(سنن ترمذی: ۵/۵۵۲، الرقم: ۳۵۴۸، مستدرک حاکم: ۱/۶۷۵، الرقم: ۱۸۳۳، الترغیب والترھیب: ۲/۳۱۵، الرقم: ۲۵۲۶)

(۵) دعا سے توبہ نصیب ہوگئی

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مسلم بن ابراہیم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص مشہور عابد وزاہد حبیب فارسی کے پاس آیا اور بڑے تکبر اور رعب سے کہنے لگا: میری بات سنو! حبیب فارسی نے کہا: بتاؤ! کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میرے تین سو درہم تم پر واجب الادا ہیں فوراً ادا کرو ورنہ میں قاضی کی عدالت میں تمہارے خلاف مقدمہ دائر کروں گا اور تمہیں لوگوں میں رسوا کروں گا۔ حبیب فارسی کہنے لگے: میرے عزیز! میرے اور تمہارے درمیان آج تک کبھی کوئی ملاقات ہی نہیں ہوئی، کوئی لین دین ہوا نہ کبھی میں نے تم سے کوئی قرض لیا، تم مجھ سے تین سو درہم کیوں طلب کر رہے ہو؟ تمہارا مطالبہ سراسر ظلم وزیادتی ہے۔

وہ شخص بولا تمہیں یہ تین سو درہم دینے پڑیں گے۔ کان کھول کر سن لو، میں ہر صورت میں یہ رقم لے کر رہوں گا۔ حبیب فارسی نے اس سے کہا: تم کل تک اپنے مطالبے پر دوبارہ غور کر لو۔ کیا واقعی تمہیں مجھ سے یہ رقم لینی ہے۔ ادھر میں بھی سوچتا ہوں۔ گھر میں اپنے اوراق دیکھتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میں بھول چکا ہوں۔ اور مجھے میرے اوراق میں کوئی ایسی تحریر مل جائے۔ جو تمہاری بات کی تصدیق کرے، تاہم میری یادداشت کے مطابق میرا تمہارا لین دین کا کبھی کوئی معاملہ نہیں ہوا۔

حبیب فارسی اپنے گھر تشریف لائے اور سارے حسابات کو دیکھا بھالا، ایک ایک ورق کی جانچ پڑتال کی مگر کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے اس شخص کے دعوے کی تصدیق ہوتی ہو۔ یہ مستجاب الدعوات شخص تھے۔ آدھی رات کے بعد انہوں

نے وضو کیا، مصلے پر کھڑے ہوئے۔ دو رکعت نماز پڑھی، پھر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا دیئے اور دعا مانگی:

"اے اللہ! اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے۔ تو پھر مجھے اس کا حق واپس کرنے کی توفیق عطا فرما اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے ہاتھ شل کر دے تاکہ لوگوں کو میرا سچ اور اس کا جھوٹ معلوم ہو جائے۔"

اگلا دن طلوع ہوا تو اچانک ایک بھیانک منظر نظر آیا۔ اس شخص کو لوگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا کیونکہ اس پر فالج کا حملہ ہوا تھا اور اس کا آدھا جسم بالکل شل ہو گیا تھا۔ اس شخص نے آتے ہی حبیب فارسی سے کہا: کیا آپ نے پہچانا؟ میں وہی شخص ہوں جس نے کل آپ سے دھونس، دھاندلی اور زیادتی کرتے ہوئے تین سو درہم مانگے تھے۔ سچ مچ وہ میرا حق نہیں تھا جو میں آپ سے مانگ رہا تھا، نہ میں نے بطور امانت دیئے، نہ آپ نے مجھ سے قرض لیا، نہ میرا آپ سے کوئی لین دین تھا، بس میرے جی میں آیا کہ آپ چونکہ ایک معروف اور شریف آدمی ہیں۔ لوگوں میں آپ کی بڑی عزت اور شہرت ہے، اس لیے آپ میری دھمکی میں آ جائیں گے۔ اور اپنی عزت بچانے کے لئے میرا مطالبہ پورا کر دیں گے۔

حبیب فارسی نے اس سے کہا: کیا تم دوبارہ ایسی حرکت کرو گے؟ مجھے یا کسی اور مسلمان کو اس طرح ناجائز تنگ کرو گے اور اس سے غلط اور ناحق مطالبہ کرو گے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں، میں توبہ کرتا ہوں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

حبیب فارسی نے دوبارہ بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا دیئے اور نہایت لجاجت سے عرض کرنے لگے:

اَللّٰھُمَّ! اِنْ کَانَ صَادِقًا فَاَلْبِسْهُ الْعَافِیَةَ

''اے اللہ! اگر یہ اپنے قول و قرار میں سچا ہے تو اسے شفایاب کر دے۔''

یہ دعا کرنے کی دیر تھی کہ وہ شخص یک دم اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ اس کا مفلوج بدن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کسی علاج کے بغیر ہی ٹھیک کر دیا، پھر وہ یوں چلنے لگا جیسے اسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (تاریخ دمشق: ۱/۴۲۸)

دعا کی فضیلت

(۱) دعا عبادت کا مغز

دعا مغفرت طلب کرنے کے لیے کی جائے یا بخشش کے حصول کے لیے...... یا پھر کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے ہو وہ عبادت ہی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز (یعنی جوہر) ہے۔''

(سنن ترمذی: ۵/۴۵۶، الرقم: ۳۳۷۱، الترغیب والترہیب: ۲/۳۱۷، الرقم: ۲۵۳۴، مسند فردوس: ۲/۲۲۴، الرقم: ۳۰۸۷)

جس طرح مغز کے بغیر سارا جسم بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح عبادت کے بعد دعا نہ کی جائے بندہ اس عبادت کی برکتوں سے محروم رہتا ہے۔

(۲) دعا عین عبادت

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عین عبادت ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۷۴/۵، الرقم: ۳۲۴۷، سنن ابوداؤد: ۷۶/۲، الرقم: ۱۴۷۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۸/۲، الرقم: ۳۸۲۸، مسند احمد بن حنبل: ۲۶۷/۴، ۲۷۱، ۲۷۶)

درسِ ہدایت

جس طرح نماز	عبادت ہے
جس طرح روزہ	عبادت ہے
جس طرح حج	عبادت ہے
جس طرح تلاوت قرآن	عبادت ہے
جس طرح زکوۃ ادا کرنا	عبادت ہے
جس طرح ذکر اللہ کرنا	عبادت ہے
اسی طرح دعا بھی	عبادت ہے

عبادت کرنا بندے پر فرض و لازم ہے۔ جو عبادت و بندگی نہیں کرتا اسے نافرمان کہا جائے گا۔ فرمانبردار اور اطاعت شعار بندہ عبادت میں ہی لطف پاتا ہے اور اس کے بغیر اسے چین و قرار نہیں آتا۔

(۳) دعا مومن کا ہتھیار

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہیں دشمن سے بچائے اور تمہارے رزق میں اضافہ کر دے؟ اللہ تعالیٰ سے دن رات دعا کرتے رہو۔''

اَلدُّعَاءَ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ

کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳/ ۳۴۶، الرقم: ۱۸۱۲، الترغیب والترہیب: ۲/ ۳۱۷، الرقم: ۲۵۳۵)

(۴) حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دعا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کمان میں ایک جنگی مہم جاسوسی کے لئے روانہ فرمائی۔ یہ لوگ آگے بڑھتے رہے۔ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو قبیلہ ہذیل کی ذیلی شاخ بنولحیان کے لوگوں کو ان کی خبر ہوگئی۔ بنولحیان کے سو تیر انداز مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے۔ راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھجور کی گٹھلیاں پڑی ہیں۔ مسلمان مدینہ سے یہ کھجوریں زادراہ کے طور پر لائے تھے۔ انہوں نے گٹھلیاں اٹھا کر دیکھیں تو کہا یہ تو مدینے کی کھجور ہے۔ اب وہ زیادہ گرم جوشی سے مسلمانوں کے تعاقب میں ہو لیے۔ آخر بنولحیان کے تیراندازوں نے مسلمانوں کو جالیا۔

عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے بہت سے تیراندازوں کو آتے دیکھا تو ایک بلند اور وسیع وعریض ٹیلے پر چڑھ بیٹھے۔ بنولحیان کے لوگ آئے اور ٹیلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو آواز دی: دیکھو! اگر تم لوگ نیچے اتر آؤ تو ہم تمہیں امان دیتے ہیں۔ عاصم رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ میں تو کافر کی امان میں نہیں جاؤں گا۔

پھر انہوں نے اپنے مولا سے ایک دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ! أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ

''یا اللہ! اپنے نبی کو ہماری خبر کر دے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعے اپنے نبی ﷺ کو اطلاع کر دی۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے انکار پر بنولحیان کے تیراندازوں نے تیر برسانے

شروع کر دیئے۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ سمیت سات مجاہدین خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ صرف تین زندہ بچے۔ خبیب، زید اور ایک اور آدمی۔ کافروں نے انہیں بھی امان دی تو وہ ان کے جھانسے میں آ گئے اور ٹیلے سے اتر آئے۔ دو تین کمانوں کی تانت اتاری گئی اور ان تینوں کی مشکیں باندھ دی گئیں۔

تیسرے مجاہد نے کہا: لیجئے، بدعہدی کا آغاز ہو گیا۔ اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کافروں نے انہیں بہت گھسیٹا، کھینچا تانی ہوئی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر انہوں نے اسے بھی شہید کر دیا۔ اور خبیب و زید کو لے کر چل دیئے۔ مکہ پہنچ کر انہوں نے خبیب و زید رضی اللہ عنہما کو فروخت کر دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو تو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا۔ دراصل بدر کے روز خبیب رضی اللہ عنہ نے ان کے باپ حارث بن عامر بن نوفل کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

خبیب رضی اللہ عنہ چند روز ان کی قید میں رہے جس روز انہوں نے خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، خبیب رضی اللہ عنہ نے زیر ناف بالوں کی صفائی کے لئے حارث کی بیٹی سے استرا مانگا۔ وہ خود بتاتی ہے کہ میں نے خبیب کو استرا دے دیا اور خود کسی کام میں مشغول ہو گئی۔ اتنے میں میرا شیر خوار بچہ رینگتا ہوا اس کے پاس چلا گیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے بچے کو اٹھایا اور گود میں بٹھا لیا۔ میری تو جان ہی نکل گئی۔ میں بچے کو چھڑانے دوڑی۔ خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا: تم سمجھی ہو، میں بچے کو مار ڈالوں گا؟ ان شاء اللہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔

حارث کی وہ بیٹی کہتی ہے: خبیب سے اچھا قیدی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے کئی بار مشاہدہ کیا کہ اس کے سامنے انگور کے گچھے رکھے ہیں۔ اور وہ انگور توڑ توڑ کر مزے سے کھا رہا ہے۔ جبکہ ان دنوں مکہ میں یہ پھل نہیں ملتا تھا۔ پھر اس کے پیروں میں تو بیڑیاں پڑی تھیں۔ دراصل وہ اللہ کا عطا کردہ رزق تھا۔

آخر ایک روز حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹے خبیب کو قتل کرنے کے لئے اسے حدودِ حرم سے باہر لے گئے۔ خبیب نے کہا مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دو۔ نماز سے فارغ ہو کر کہنے لگے: اگر تم یہ نہ کہتے کہ مجھ پر موت کا خوف طاری ہے۔ تو میں اپنی نماز طویل کر دیتا۔

خبیب رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی سنت جاری کی۔ پھر انہوں نے دعا فرمائی: یا اللہ! ان سب کو شمار کر لے۔ اور یہ شعر پڑھنے لگے۔

مَا اِنْ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

''قتل ہوتے وقت میں مسلمان ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مقتول ہو کر کس پہلو پر گرتا ہوں۔''

وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰـہِ وَاِنْ یَّشَأْ
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

''یہ سب کچھ تو ذات باری کے لئے ہے۔ اور وہ چاہے تو بدن کے کٹے پھٹے ٹکڑوں پر بھی برکت نازل کر دے۔''

اس کے بعد عقبہ بن حارث آگے بڑھا اور اس نے خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ قریش نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر لانے کے لئے چند آدمی روانہ کیے۔ تا کہ اس کی تشہیر کی جائے۔ عاصم رضی اللہ عنہ نے بھی بدر کے دن ان کے ایک سردار کو تہ تیغ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے عاصم رضی اللہ عنہ کے جسد خاکی پر چھتے کی طرح شہد کی مکھیوں کا جھنڈ بھیج دیا۔ کفار قریش ان کے جسم کے قریب بھی نہ جا سکے۔

(صحیح بخاری، الرقم: ۴۰۸۶)

(۵) دعائیہ کلمات میں تکرار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَئَلَ اللهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ النَّارُ اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ ۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت مانگے تو جنت کہتی ہے اے اللہ اسے جنت میں داخل کر دے اور جو آدمی اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ آگ سے بچنے کی دعا مانگے تو آگ کہتی ہے یا اللہ اسے آگ سے بچالے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴/ ۵۸۵، الرقم: ۴۳۴۰، سنن ترمذی: ۴/ ۲۵۷، الرقم: ۲۵۸۱، الترغیب والترہیب: ۴/ ۳۴۸، الرقم: ۵۳۴۴، مسند امام احمد: ۱۰/ ۳۷۷، الرقم: ۱۲۱۰۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے یہ بات عیاں ہوئی ہے کہ جو دعا تکرار سے مانگی جائے اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا ہے۔ جنت کا سوال ہو اور اس سوال کو تین مرتبہ دہرایا گیا ہو تو قبولیت دعا کا انداز ملاحظہ ہو کہ خود جنت پکار اٹھتی ہے اے خالق و مالک اس دعا مانگنے والے کو جنت میں داخل کر دے۔

دعا کرنے کا حکم

(الف) دعا کا حکم..... قرآن کی روشنی میں

دعا میں وہ تمام خوبیاں اور فوائد شامل ہیں کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مذہب ہو جس نے دعا کی اتنی تلقین کی ہو۔ دعا کرنا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنی بندگی..... عاجزی..... فقر..... اور احتیاج کا اظہار ہے اور دعا کرنے

والا اللہ کریم کی بارگاہ میں اس کے فضل وکرم کے حصول کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے اور اپنے آپ کو خالق و مالک کا محتاج سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف طریقوں سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کی قبولیت کے لیے وعدہ بھی فرمایا ہے۔

(۱) مجھ سے دعا کیا کرو

اللہ رب العزت نے دعا کا حکم بھی دیا ہے اور قبولیت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ یہ اس رب کا وعدہ ہے جو بندوں سے قریب تر ہے اور وعدہ خلافی اس کی شان کے خلاف ہے۔ اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے پر قادر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۝ (پ:۲۴، مومن:۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری بندگی سے سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

تشریح وتوضیح

بندے کا کام بندگی ہے قادر و قیوم اللہ کے احکامات ماننا ہی انسان کے لئے وجہ افتخار ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے بڑے سعید ہوا کرتے ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دعا مانگنے کا حکم دے رہا ہے جو اہل ایمان اس حکم پر عمل کرتے ہیں سعادت و نجابت ان کا مقدر ٹھہرتی ہے اور اللہ کی کرم نوازیوں سے خوب سیراب ہوتے ہیں۔

فائدہ

دعا سے انسان کے اندر وصف عاجزی جنم لیتا ہے جو انسان اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کا عادی ہوا کرتا ہے وہ پیکر عجز و انکسار بھی ہوا کرتا ہے۔ یہ دعا مانگنا انسان کے اندر سے تکبر و غرور کا مادہ نکال دیتا ہے۔ متکبر شیطان کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوا کرتا ہے اور شیطان کے دام میں یوں پھنستا ہے کہ بالآخر اپنی نعمت ایمان کو ضائع کر دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ) لیکن عاجزی کرنے والا، فروتنی کرنے والا اللہ کا محبوب ہوا کرتا ہے۔ دعا سے وصف عاجزی جنم لیتا ہے اور عجز و انکسار کے پیکر پر اللہ تعالیٰ کے کرم کی چادر ہوا کرتی ہے۔

(۲) صبح و شام کی دعا...... باعث قرب مصطفیٰ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط (پ:۷، انعام:۵۲)

جو اپنے رب سے صبح و شام دعائیں مانگتے ہیں۔ انہیں اپنے قرب سے دور نہ کیجئے وہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔

اپنے رب سے صبح و شام دعائیں مانگنے والا کس درجہ فیروز بخت ہے ایسے خوش بخت کو حضور نبی کریم ﷺ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ جسے حضور فداہ اَبی واُمی ﷺ کی معیت نصیب ہو اس کی ہمسری کون کر سکتا ہے۔

(۳) دعا کرنے والوں کے لیے...... دائمی انعامات

ارشاد خداوندی ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ز

وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (پ:۲۱، سجدہ:۱۶-۱۷)

ان (خوش نصیب) افراد کے پہلوان کے بستروں سے دور رہتے ہیں وہ اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں۔ غضب الٰہی سے ڈرتے ہوئے اور اس کے (دائمی انعامات کی) امید رکھتے ہوئے کوئی نفس نہیں جانتا جو انعامات ان کے لئے چھپا کر رکھے گئے ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی یہ صلہ و جزا ہے ان اعمال کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

دعوتِ عمل

وہ لوگ جن کے پہلوان کے بستروں سے اس لیے دور رہتے ہیں کہ وہ اپنے کریم رب سے دعا مانگیں اور اپنے رب کو یاد کر کے اس کی رضا حاصل کریں تو ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کی طرف سے دائمی انعامات موجود ہیں۔

(ب) دعا کا حکم ...... حدیث کی روشنی میں

اللہ رب العزت سے دعا مانگنے والے کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے کیونکہ اللہ کو پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے۔ احادیث کی روشنی میں دعا کا حکم درج ذیل ہے۔

(ا) اللہ کو پسند ہے کہ ...... اس سے مانگا جائے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ اَنْ يُّسْاَلَ، وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو! بیشک اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس سے

مانگا جائے اور بہترین عبادت (صبر کے ساتھ) فراخی کا انتظار ہے۔

(ترمذی:۵/۵۳۲، الرقم:۳۵۷۱)

دعوتِ فکر

لوگ مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں...... ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے سے کتراتے ہیں...... محتاج سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں...... فقیر کو دیکھ کر راستہ بدل لیتے ہیں...... مگر اللہ کریم کی شان کریمی تو یہ ہے کہ اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے۔

دنیا میں کسی سے کچھ مانگنا ہو تو وقت کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے کہ مناسب وقت دیکھ کر اپنا سوال پیش کریں گے مگر اللہ عزوجل کی شان رحیمی تو یہ ہے کہ

صبح مانگو تو اللہ عطا کرتا ہے
شام کو مانگو تو اللہ عطا کرتا ہے
مصیبت میں مانگو تو اللہ عطا کرتا ہے
خوشحالی میں مانگو تو اللہ عطا کرتا ہے
رات کی تاریکی میں مانگو تو اللہ عطا کرتا ہے
دن کے اجالے میں مانگو تو اللہ عطا کرتا ہے

کیونکہ اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے۔

(۲) نفع دینے والی چیز

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ...... اِنَّ الدُّعَاءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْکُمْ عِبَادَ اللّٰہِ بِالدُّعَاءِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: دعا نفع دینے والی ہے ان حوادث میں جو نازل ہو چکے ہیں۔ اور فائدہ مند ہے ان حوادث میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے۔ اے اللہ کے بندو! دعاء کا لازمی اہتمام کرو۔

(سنن ترمذی: ۴/۳۹۱، الرقم: ۳۵۴۸، الترغیب والترہیب: ۲/۲۷۸، الرقم: ۱۶۳۴)

فائدہ

انسان ڈرتا بھی رہتا ہے اور گھبرایا بھی رہتا ہے ان مصائب و آلام سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے جو اس پر نازل ہو چکے ہوتے ہیں اور اس بات پر بھی وہ گھبراہٹ کا شکار رہتا ہے کہ کہیں اس پر مزید حادثات و تکالیف نازل نہ ہو جائیں۔

ان دونوں قسموں کے ڈر سے بچنے کے لیے حضور نبی کریم، رؤوف الرّحیم ﷺ نے ہمیں دعا کی تعلیم دی جو موجودہ مصائب و بلیات کو ختم کر دیتی ہے اور نازل ہونے والے رنج والم کا مداوا بھی بن جاتی ہے۔

(۳) اللہ حیادار...... کریم ہے

بھری کائنات میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس قادر مطلق کو مجبور کر سکے عزم و پختگی سے صرف اس لیے دعا مانگی جاتی ہے کہ اس کی رحمت کاملہ کسی صاحب یقین کو محروم نہیں کرتی بلکہ جتنا یقین زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ زیادہ عطا فرماتا ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا○

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً تمہارا پروردگار حیاء والا اور کریم ہے جب بندہ سوالی بن کر اس کی جناب میں ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ ان کو

اسی طرح خالی لوٹا دے۔

(سنن ابوداؤد: ۱/۴۶۸، الرقم: ۱۴۸۸، سنن ترمذی: ۵/۳۲۶، الرقم: ۳۵۶۷، سنن ابن ماجہ: ۴/۳۲۲، الرقم: ۳۸۶۵)

وہ کریم مولا جو ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا بلکہ کشکول بھر دیتا ہے دامن کو ہر مراد سے لبریز کر دیتا ہے ہم اس کی بارگاہ سے عزم و یقین کے ساتھ کیوں نہ مانگیں اور تذبذب کا شکار ہو کر اپنا نقصان کیوں کریں۔

اے اللہ! ہمیں ایمان وایقان کے ساتھ مانگنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی کرم نوازیوں سے سرفراز فرما۔

جب اللہ کا بندہ اس کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتا ہے تو اس رحیم و کریم کے دریائے رحمت میں جوش آ جاتا ہے اس کا سحاب کرم کھل کر برستا ہے۔ مانگنے والے کے مقدر میں خیر و برکت لکھ دی جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کریمانہ سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

دعا کی قدر و قیمت

(۱) دعا...... بنیادی ضرورتوں کی کفیل ہے

ہمارے معاشرے (Society) میں شاذ و نادر ہی ایسے لوگ موجود ہیں جو مضبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں اور زندگی کی مشکلات کو برداشت کرنے کی اکیلے ہی ہمت رکھتے ہیں۔ مگر کبھی کبھار انسان کو ایسی داخلی اور شخصی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے عزیز دوستوں اور رشتہ داروں سے ذکر کرتے ہوئے بھی جھجکتا ہے۔ اس طرح کی پریشانیوں اور غموں کے بوجھ کو کم کرنے کا واحد اور آسان ذریعہ دعا ہے۔ یہ ہماری بنیادی ضرورتوں کی کفیل بنتی ہے۔ اور ہمیں

احساس تنہائی سے نکالتی ہے۔

یہ عام مشاہدے میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی وجہ سے اعصابی تناؤ کا شکار ہو یا کسی روحانی کرب میں مبتلا ہو تو ماہر نفسیات (Physicologist) اسے ان تکالیف و مشکلات کو کسی اپنے کے سامنے بیان کرنے کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ اس شخص کے دل و دماغ کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔

دعا میں انسان رب کائنات کے سامنے اپنی مشکلات بیان کرتا ہے وہ مالک حقیقی جو دلوں کے راز بھی جانتا ہے۔ اس عمل سے اسے ذہنی آسودگی نصیب ہوتی ہے۔ اور دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ نے بھی اس امر کی تلقین فرمائی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی حاجت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔

حضرت بکر بن عبداللہ المزنی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَلُوا اللهَ حَوَائِجَكُمْ حَتَّى الْمِلْحَ ۔

اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کرو خواہ وہ نمک ہی کیوں نہ ہو۔

(شعب الایمان: ۲/۴۲، الرقم: ۱۱۲۰)

(۲) محترم و مکرم چیز

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ تَعَالَى مِنَ الدُّعَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی چیز محترم و مکرم نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۵/۴۵۵، الرقم: ۳۳۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۸۲، الرقم: ۳۸۲۹، مسند احمد بن حنبل: ۲/۳۶۲، ۲۵۲۳)

(۳) محبوبانِ الٰہی کی دعا کا اعجاز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: اَلصَّآئِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ وَيَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِيْ لَاَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ۔

تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی روزہ دار جبکہ افطار کرے۔ عادل حکمران اور مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے بھی اوپر اٹھاتا ہے۔ اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو۔ (ترمذی: ۵/ ۵۴۶، الرقم: ۳۵۹۸)

نوٹ:-

علاوہ ازیں مجاہد...... حاجی...... بیمار...... اور عفو و درگزر کرنے والے کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

(۴) غائب کی دعا کی قدر و قیمت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو مقرر کردہ فرشتہ کہتا ہے تجھے بھی ایسے ہی نصیب ہو۔

(صحیح مسلم: ۴/ ۲۰۹۴، الرقم: ۲۷۳۲، مسند احمد بن حنبل: ۶/ ۴۵۲، الرقم: ۲۷۵۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِغَائِبٍ۔

دعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو ایک غائب شخص (اخلاص کے ساتھ) دوسرے غائب شخص کے لیے کرے۔

(ترمذی: ۴/۳۵۲، الرقم: ۱۹۸۰)

(۵) تین لوگوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، ودَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ

تین (قسم کے لوگوں کی) دعائیں بلاشک وشبہ مقبول ہیں۔ مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والد کی اپنے بیٹے کے لیے کی گئی دُعا۔

(ترمذی: ۳/۴۶۹، الرقم: ۱۹۰۵، سنن ابوداؤد: ۲/۸۹، الرقم: ۱۵۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲/۱۲۷۰، الرقم: ۳۸۶۲، مسند احمد بن حنبل: ۲/۵۱۷، الرقم: ۱۰۷۱۹)

(۶) بیقرار کی دعا جلد قبول ہوتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط (پ:۲۰، النمل:۶۲)

بلکہ وہ کون ہے جو بے قرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں (پہلے لوگوں کا) وارث وجانشین بناتا ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: ایک بار میں

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا کہ ایک عورت نے آ کر عرض کیا: میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ آپ دعا فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جاؤ صبر کرو۔ وہ چلی گئی اور اگلے دن اپنے مطلب کو دوبارہ بیان کیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی جواب دیا کہ جاؤ صبر کرو۔ عورت چلی گئی مگر پھر واپس آ گئی۔ اس طرح اس نے کئی بار کیا اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ہر بار یہی کہا کہ صبر کرو۔

آخر کار اس نے کہا: اب میرے صبر کا پیمانہ چھلک چکا ہے اور مزید صبر کی طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا میرے لیے دعا فرما دیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو جاؤ تمہارا بیٹا واپس آ چکا ہے۔ وہ گئی تو اس کا بیٹا واپس آ چکا تھا۔ پھر وہ شکریہ ادا کرنے کے لیے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی۔ (امام قشیری الرسالۃ القشیریۃ:۱۲۶۴)

(۷) گھر کے سامنے نہر ہی تو ہے

ایک نیک خاتون رمضان المبارک کے مہینے میں ہر روز افطار سے پہلے تمام بچوں کو اکٹھا کرتی اور ان سے کہتی کہ جو کچھ میں کہوں اور کروں، تم بھی وہی کہنا اور کرنا۔

پھر وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتی اور کہتی: ''الٰہی! ہمیں اپنا گھر عطا کر جس کے آگے ایک نہر ہو۔''

تمام بچے بھی ہاتھ اٹھاتے اور کہتے: ''الٰہی! ہمیں اپنا گھر عطا کر جس کے آگے نہر ہو۔''

اس خاتون کا شوہر ہنستا اور کہتا: ''اپنے گھر کی بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ گھر کے آگے نہر ہونے کا کیا مطلب! اس صحرائی علاقے میں نہر کہاں سے آئے گی۔''

بیوی اسے جواب دیتی: ''آپ کو اس سے کیا غرض! یہ ہمارا اور اللہ تعالیٰ کا

معاملہ ہے۔ آپ بیچ میں مت آیئے۔ وہ تو کہتا ہے: مجھ سے مانگو، میں عطا کروں گا۔ ہم تو جو جی میں آئے گا، مانگیں گے اور بار بار مانگیں گے۔"

غرض وہ ہر روز اسی طرح بچوں کو اکٹھا کرتی، خود بھی دعا کرتی اور ان سے بھی کرواتی۔

رمضان المبارک بیت گیا۔ ایک دن اس خاتون کے شوہر نے ہنس کر کہا: "اب بتاؤ، کہاں ہے تمہارا اپنا گھر! اور کہاں ہے وہ نہر!!"

خاتون نے بڑے یقین سے کہا: "اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارا گھر ضرور دے گا۔ وہ ہماری تمام مرادیں پوری کرے گا۔"

اس سے اگلا واقعہ وہ خاتون خود بیان کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے: میں شوال کے چھ روزے رکھ کر فارغ ہوئی تھی کہ ایک روز بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔ میرے شوہر نماز عصر کے بعد مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک نہایت امیر شخص نے ان کا راستہ روکا۔ میرے شوہر اسے جانتے تک نہ تھے۔

اس آدمی نے انہیں سلام کیا اور کہا: "میرے پاس ایک گھر ہے۔ آدھے گھر میں تو میرے والد رہتے ہیں۔ گھر کا دوسرا نصف خالی پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میری اولاد کو اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہے۔ ہمیں اس آدھے گھر کی ضرورت نہیں۔ آج میں اس ارادے سے نکلا تھا کہ نماز عصر کے بعد مسجد سے نکلنے والے پہلے آدمی کو میں وہ آدھا گھر دے دوں گا۔ یوں آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو گزارش یہ ہے کہ میرا آدھا گھر آپ ہدیۃً قبول فرمایئے۔"

بلا قیمت مکان لیتے ہوئے ہمیں تردد ہوا۔ وہ صاحب کہنے لگے آپ کی تسلی اگر قیمت دیئے بغیر نہیں ہوتی تو جتنی رقم آپ آسانی سے دے سکتے ہیں، دے دیجئے۔

ہم نے ادھر ادھر سے کچھ رقم جمع کی اور وہ رقم ہم نے اس آدمی کے حوالے کر

دی۔ اب ہم اس آدھے مکان کے مالک تھے۔ مکان ایک ماڈرن علاقے میں واقع تھا۔ سچ ہے کہ جو آدمی سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی پکار ضرور سنتا ہے۔

لیکن ایک بات نے مجھے پریشان کر رکھا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو گھر مانگا تھا اس کے آگے تو نہر ہونی تھی۔ مکان تو مل گیا پر اس کے آگے نہر نہیں تھی۔

میں نے ایک عالم دین سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مجھ سے مانگو، میں تمہیں عطا کروں گا۔ میں نے اللہ سے نہر کنارے گھر مانگا تھا۔ گھر تو مل گیا۔ نہر نہیں ملی۔

ان عالم دین کو میری دعا اور میرے ایقان قبولیت پر بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا: اس وقت آپ کے گھر کے سامنے کیا ہے؟ میں کہا: اس وقت ہمارے گھر کے سامنے ایک خوبصورت مسجد ہے۔ عالم دین مسکرائے اور فرمایا: ''یہ نہر ہی تو ہے۔''

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُوْلُ: ذٰلِكَ یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِهٖ؟ قَالُوْا: لَا یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِهٖ شَیْئًا ۔ قَالَ: فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلٰوٰتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَایَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: سوچو تو سہی اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ دفعہ نہائے تو کیا کہتے ہو کہ اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہ جائے گا؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ذرا بھی

میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی پانچوں نمازوں کی مثال ہے کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح بخاری:۱/۱۹۷، الرقم:۵۰۵، صحیح مسلم:۱/۴۶۲، الرقم:۶۶۷، سنن ترمذی:۵/۱۵۱، الرقم:۲۸۶۸)

دعا کی شرائط

ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے وعدے میں سچا ہے تو پھر بسا اوقات دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ دعا کی بظاہر عدم قبولیت پر غور و خوض سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی بعض دعائیں کسی نہ کسی حکمت کی بناء پر قبول نہیں ہوتیں۔ اللہ عزوجل کسی حکمت کی وجہ سے اپنے بندے کی کوئی ایسی دعا قبول نہیں فرماتا جس کے نتیجے میں اسے شرمندگی یا مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت و رحمت کی نشانی ہے۔

احادیث مبارکہ میں قبولیت دعا کی کچھ شرائط بیان ہوئی ہیں مثلاً اخلاص کے ساتھ دعا کرنا...... خشوع و خضوع سے دعا کرنا...... حرام روزی سے بچنا...... گناہوں سے تائب ہونا...... جلد بازی سے گریز کرنا...... اول آخر درود شریف پڑھنا وغیرہ۔

(۱) اخلاص

قرآن حکیم نے دعا کی قبولیت کے لیے اخلاص کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ

(پ:۲۴، المؤمن:۶۵)

غافل کی دعا......قبول نہیں ہوتی

تجربہ شاہد ہے کہ بے توجہی سے جو کام کیا جائے وہ کبھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ اس لیے دعا میں بھی توجہ اور شوق کا ہونا ازبس ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُدْعُوا اللّٰہَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ ۔

اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعا قبول نہیں فرماتا۔

(ترمذی:۵/۵۱۷،۴۶۵،الرقم:۳۴۷۹،مسند احمد بن حنبل:۲/۱۷۸،الرقم:۶۶۵۵)

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ اس حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، یا الٰہی! اگر تیرے اس بندے کی حاجت میرے پاس ہوتی تو میں پوری کر دیتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی۔ اے موسیٰ! میں تم سے زیادہ اس پر رحم کرنے والا ہوں مگر وہ پکارتا مجھے ہے اور اس کا دل اپنی بکریوں میں اٹکا ہوا ہے۔ میں کسی ایسے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل میرے سوا کسی اور کے پاس ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس شخص سے کہہ دی۔ پھر اس نے خالص اللہ کی طرف متوجہ ہو کر دل سے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوئی۔

(الرسالۃ القشیریۃ:۲۶۷)

(۲) خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کرنا

خشیت الٰہی کو اپنے اوپر طاری کر کے......خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگنے

سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے...... پریشانی کے آثار جو دل و دماغ پر چھائے ہوتے ہیں وہ گڑگڑا کر دعا مانگنے سے اشک بن کر برسنے لگتے ہیں۔ جس سے غم و یاس کی تلخی کم ہو جاتی ہے...... جب دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو...... آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہوں...... اور حصول مغفرت کا طمع ہو تو انسان رحمت الٰہی کا زیادہ سے زیادہ مشتاق اور امیدوار ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (پ:۸، اعراف:۵۵)

''تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ (دونوں طریقوں سے) دعا کیا کرو۔''

حضرت ابودقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب گنہگار روتا ہے تو یوں سمجھو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا پیغام دیا اور اس کے آنسو اس کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں اور اس کے قلب کے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں۔'' (الرسالۃ القشیریۃ، ص:۲۷۰)

(۳) اول و آخر درود شریف پڑھنا

اگر دعا کے اول اور آخر میں حضور نبی کریم رؤوف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھ لیا جائے تو یہ قبول دعا میں کنجی کا کام کرتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ ۔

دعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اور اوپر کی طرف نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) جب تک تو اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی:۱/۴۹۶، الرقم:۴۸۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نماز ادا کر رہا تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب میں نماز ادا کر کے دعا مانگنے کے لیے بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا پھر اپنے لیے دعا مانگی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مانگو جو مانگو گے عطا کیا جائے گا، مانگو جو مانگو گے عطا کیا جائے گا۔"

(سنن ترمذی: ۱/۱۰۴، الرقم: ۵۹۳، مسند امام احمد: ۴/۱۹۲، الرقم: ۴۲۵۵، سنن نسائی: ۱/۴۱۰، الرقم: ۱۲۸۳)

دعوتِ عمل

درود پاک کے بغیر دعا سے قوت پرواز چھن جاتی ہے اسے حریم قدس میں بازیابی کی اجازت نہیں ملتی۔ اگر ہم اپنی دعائیں اپنی التجائیں اللہ کی بارگاہ میں پہنچانا چاہتے ہیں اور یہ تمنا رکھتے ہیں کہ یہ درخواستیں قبول ہوں تو ہمیں چاہیے کہ انہیں درود پاک کے لفافہ میں بند کر کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں جو دعاء درود پاک کے غلاف میں لپٹی ہو اللہ اس درود پاک کے صدقے اس دعا کو رد نہیں فرماتا۔

(۴) حمد وثناء سے شروع کرنا

دعا سے پہلے اللہ رب العزت کی حمد وثناء بیان کرنا اور اس کی صفات کا تذکرہ کرنا اللہ عزوجل کی شان کے مطابق ہے کیونکہ قرآن حکیم میں بہت سارے مقام ایسے ہیں جہاں دعا سے پہلے اللہ کی حمد وثناء بیان ہوئی ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(پ: ۴، آل عمران: ۱۹۱)

"اے ہمارے رب! تو نے یہ (سب کچھ) بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔"

(۵) حلال روزی

قبولیت دعا کے لیے حلال روزی شرط ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ○ (پ:۱۶، طٰہٰ:۸۱)

"(اور تم سے فرمایا) ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جن کی ہم نے تمہیں روزی دی ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب واجب ہو جائے گا۔ اور جس پر میرا غضب واجب ہو گیا سو وہ واقعی ہلاک ہو گیا۔"

رزق حرام کھانے والوں کی دعا..... قبول نہیں ہوتی

اگر انسان کا کھانا، پینا پاکیزہ اور حلال نہ ہو تو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ موجودہ زمانے میں دعا کے قبول نہ ہونے کا سبب اکل حرام بھی ہے۔ ایک طرف حرام کھانا اور دوسری طرف اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ پھیلا کر رَبَّنَا (اے ہمارے پالنے والے) کہنا خلاف ادب بات ہے۔ ہمارے اسلاف حلال روزی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اسی لیے ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَ مَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهٗ

حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ

رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلودہ ہیں، وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے یا رب! یا رب اور اس کا کھانا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟

(صحیح مسلم: ۲/۷۰۳، الرقم: ۱۰۱۵، جامع ترمذی: ۵/۹۵، الرقم: ۲۹۸۹، مسند امام احمد: ۸/۲۸۵، الرقم: ۸۳۳۰)

قبولیت دعا کے لیے زبان و دل...... جسم و جان...... اور لباس کا ظاہری و معنوی نجاستوں سے پاک وصاف ہونا ضروری ہے۔

(٦) گناہوں سے تائب ہونا

دعاؤں کے رد ہونے کا سبب زیادہ تر غفلت اور گناہوں کی ظلمت ہے۔ دعا مانگنے سے پہلے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں معافی مانگنا...... اپنے گناہوں کا اقرار کرنا...... اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا دعا کے قبول ہونے کے لیے لازمی شرط ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا ط عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○

(پ: ۱۰، توبہ: ۱۰۲)

"اور دوسرے وہ لوگ کہ (جنہوں نے) اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا ہے۔ انہوں نے کچھ نیک عمل اور دوسرے برے کاموں کو (غلطی سے) ملا جلا دیا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے، بیشک

اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کرتے ہیں: "حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک سخت قحط پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ بارش کے لئے دعا کرنے نکلے مگر بارش نہ برسی۔ پھر آپ علیہ السلام تین دن باہر دعا کے لئے جاتے رہے اور بارش نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ کیونکہ تم میں سے ایک چغل خور ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے اس شخص کے متعلق بتا دے۔ تاکہ میں اس کو نکال دوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں چغلی کھانے سے منع کرتا ہوں تو خود یہ کام کیسے کروں گا؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام لوگوں کی توجہ اس طرف دلائی کہ وہ چغل خوری سے توبہ کریں۔ جب سب نے توبہ کی تو اللہ عزوجل نے رحمت کی بارش سے سرفراز فرمایا۔"

(کیمیائے سعادت: ۱۹۷)

توبہ کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ رات کو پھیلاتا ہے کہ دن کو گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کے مجرم کی توبہ قبول فرمائے یہ قبولیت توبہ کا سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ (قیامت کے قریب) سورج مغرب سے طلوع ہو۔

(صحیح مسلم ۱۷/۶۴، الرقم: ۲۷۵۹، الترغیب والترہیب: ۳/۲۱۵، الرقم: ۳۱۳۵، مسند امام احمد: ۱۴/۵۰۳، الرقم: ۱۹۴۲۱)

اس حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا دست کرم رات کو پھیلا دیتا ہے کہ دن کا مجرم توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے اور اسی طرح وہ اپنا دست کرم دن کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کا مجرم اگر توبہ کرے تو اللہ کریم اس کی توبہ کو شرف قبولیت بخشے۔

اللہ کا دست کرم ہر وقت کشادہ ہے۔ وہ اپنے خزانے ہر لحہ بانٹتا ہے اس کی عطاو بخشش میں انقطاع نہیں وہ مسلسل کرم نوازی فرماتا جاتا ہے یہ سلسلہ کرم ازل سے جاری ہے۔ اور ابد تک جاری وساری رہے گا۔

ذرا سوچئے

یہ تو مجرم و گنہگار پر نظر کرم ہے تو جو دولت اطاعت سے مالا مال ہے اتباع و فرمانبرداری اس کے خمیر میں ہو اس کی زبان ہر لحہ ذکر الٰہی سے تروتازہ ہو اس کے قلب سے یاد الٰہی کے سوتے پھوٹتے رہتے ہوں تو ایسا آدمی جب دست سوال دراز کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دست کرم اسے کیا کچھ عنایت فرماتا ہوگا۔ اس کی عنایات کی وسعت و گہرائی کو دار فانی کے فانی بندے کیسے جان سکتے ہیں۔

(تعلیمات نبویہ: ۷۹/۳)

ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں

ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کی بے شمار وجوہات ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں: امام اصفہانی فرماتے ہیں: اے لوگو!

☆ ......تم اللہ کو پہچانتے ہو لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے۔

☆ ......تم لوگ قرآن پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔

☆ ......تم رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہو، لیکن آپ کی سنت پر

عمل نہیں کرتے۔

☆......تم شیطان کی دشمنی کا دعویٰ بھی کرتے ہو لیکن اطاعت بھی اسی کی کرتے ہو۔

☆......تم جنت میں داخلے کا دعویٰ تو کرتے ہو لیکن اس کے لئے کام نہیں کرتے۔

☆......تم آگ سے نجات کا دعویٰ تو کرتے ہو لیکن تم لوگوں کی کارستانیاں ایسی ہیں۔ جو تمہیں جہنم میں لے جانے والی ہیں۔

☆......تم کہتے تو ہو: موت برحق ہے لیکن اس کے لیے کوئی تیاری نہیں کرتے۔

☆......لوگوں کے عیبوں کے پیچھے تو پڑتے ہو مگر اپنے عیبوں کا تمہیں کوئی خیال ہی نہیں۔

☆......تم لوگ مردوں کو دفن کرتے ہو لیکن ان سے عبرت نہیں پکڑتے۔

☆......اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کرتے ہو لیکن اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

(حلیۃ الاولیاء: ۸/۱۵)

دعا کے آداب

دعا مانگنے میں رغبت ہو......اصرار ہو......عاجزی ہو......ادب ہو......احترام ہو......جیسے

چھوٹا	بڑے سے مانگتا ہے
فقیر	امیر سے مانگتا ہے
بیٹا	باپ سے مانگتا ہے

جو جی چاہے مانگو، مگر ایسی چیز ہرگز نہیں مانگو جس کو مانگنے سے اللہ اور اس کے رسول نے پہلے ہی روک دیا ہے۔ شریعت نے اس کو حرام کر دیا ہے۔ مثلاً اے اللہ میرے شراب کے کاروبار میں برکت دے...... اے اللہ مجھے جوئے میں کامیاب کر دے...... محرمات شرعیہ کی دعا حقیقت میں اللہ کے غضب اور عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ہمیشہ جائز دعا مانگنی چاہیے۔

دعا کے چند آداب درج ذیل ہیں۔

(۱) جسم پاک ہو

جس زبان سے الفاظ نکلتے ہیں اس زبان کا پاک ہونا ضروری ہے۔ جھوٹ...... غیبت...... چغلی...... اور گالی گلوچ سے یہ زبان آلودہ ہو جاتی ہے اس لیے ان عادات قبیحہ سے بچنا نہایت اہم ہے۔

دعا صرف زبان سے کافی نہیں ہوتی بلکہ دل کا ہمنوا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے اس دل کا پاک ہونا بھی نہایت اہم ہے، حسد، کینہ، بغض، حرام خوراک دل کا روگ ہیں ان چیزوں سے دل کو صاف کر کے اللہ کے حضور التجائیں کرنی چاہئیں۔

یہ زبان اور دل جس جسم میں ہیں اس سارے جسم کا ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ یہ پلیدیاں یہ نجاستیں ہماری دعاؤں سے قوت پرواز چھین لیتی ہیں۔

(۲) جگہ پاک ہو

جس جگہ دعا مانگی جائے اس کا اپنا اثر ہے جس جگہ ذکر وفکر کی محفلیں منعقد ہوں، کلام الٰہی کی تلاوت ہو، سر بندگی جھکائے جاتے ہیں اس کا بہت بہتر اثر ہوتا ہے۔

اس کے برعکس وہ جگہ جو ظاہری و حکمی نجاستوں سے آلودہ ہو، برائی اور بدی کا مرکز ہو وہاں دعا کا اثر اللہ ہی بہتر جانے کیسا ہو۔

اس ضمن میں یہ بات مدنظر رہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے صدیاں پہلے ایک بستی پر بوجہ ان کی نافرمانیوں کے عذاب الٰہی ہوا وہ بستی تباہ و برباد ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک مرتبہ اس تباہ شدہ بستی سے گزر ہوا تو حضور ﷺ نے حکم فرمایا جلدی جلدی اس علاقہ سے گزر جاؤ۔

جہاں ایک مرتبہ اللہ کا عذاب نازل ہوا اس کا اثر اس علاقہ اور بستی پر صدیوں تک رہتا ہے تو جہاں اللہ کی رحمتیں نازل ہوں وہاں ان رحمتوں کا اثر بھی صدیوں پر محیط ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ کے حضور دست سوال دراز کرنے کے لیے اس جگہ کو منتخب کرنا چاہئے جہاں اس کی رحمتیں نازل ہوئی ہوں۔

(۳) دعا سے پہلے...... استغفار کرنا

قرآن کریم کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو رحمت الٰہی کے حصول کے لیے پہلے توبہ و استغفار کا حکم دیتے تھے کیونکہ توبہ کرنے سے بندے کا رب سے ٹوٹا ہوا رشتہ بحال ہو جاتا ہے پھر وہ رحیم و کریم اللہ کی بارگاہ میں التجا کرتا ہے تو اس کی التجا فوراً سن لی جاتی ہے۔

باران رحمت کے لیے بھی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو دعا سے پہلے استغفار کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے استغفار کی تعلیم دی

قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ان کلمات مبارکہ میں ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ

عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (پ:۲۹،نوح:۱۰تا۱۲)

(حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا) میں نے ان سے کہا اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو بیشک وہ بہت بخشنے والا ہے وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہیں مال و اولاد دے کر تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لیے باغات پیدا فرمائے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے در کھلنے کو توبہ استغفار سے مشروط کر دیا اگر توبہ کرو گے...... اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ان کی معافی مانگو گے...... اللہ ذوالجلال والاکرام کی طرف رجوع کرو گے تو وہ تمہیں بارشوں سے نوازے گا تمہیں مال و دولت عطا فرمائے گا...... اولاد کی نعمت ارزانی فرمائے گا...... باغات اور نہریں تمہارے مقدر میں فرمائے گا۔

تو اب اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر کرم کرے...... اس کے لیے در رحمت کھول دے...... اس کی دعائیں قبول ہوں...... اس کی تمنائیں پوری ہوں تو وہ پہلے اپنے گناہوں پر نادم ہو...... گناہوں کی معافی مانگے جب توبہ استغفار کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی دعائیں قبول فرمائے گا اور اس کی جھولی کو ہر مراد سے بھر دے گا۔

حضرت ھود علیہ السلام نے استغفار کی تعلیم دی

حضرت ھود علیہ السلام نے بھی استغفار کی تعلیم ان الفاظ میں دی۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (پ:۱۲،ھود:۵۲)

اے میری قوم! اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو تو تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری پہلے سے موجود قوت میں مزید قوت کا اضافہ فرمائے گا۔

امت محمدیہ کو استغفار کا حکم

اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ علی صاحبھا افضل الصلوات واکمل التحیات کو اس چیز کی تعلیم فرماتا ہے انہیں بھی توبہ و استغفار کا حکم دیتا ہے تاکہ یہ امت توبہ کے بعد جو دعا مانگے اس کی دعا قبول و منظور ہو۔

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا

(پ:۱۱، ھود:۳)

اور یہ کہ استغفار کرو اپنے رب سے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو وہ تمہیں تمہاری زندگی کی راحتوں سے لطف اندوز کرے گا۔

انسانی زندگی بے کیف ہو جاتی ہے جب دکھ و تکلیف اسے گھیر لیتے ہیں اگر وہ توبہ و استغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بے کیف زندگی میں کیف عطا فرماتا ہے، اس کے دکھ و تکلیف سے اسے نجات دلا کر راحت و سکون سے نوازتا ہے تو اس امت کے لیے بھی یہی پیغام ہے کہ جب بھی دعا مانگنے لگو پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، استغفار کرو پھر اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو سن لے گا۔ (تعلیمات نبویہ:۳/۷۹تا۸۲)

(۴) وسیلے سے دعا مانگنا

قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت مریم حضرت زکریا کی کفالت میں تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے لئے ایک عبادت گاہ بنا دی تھی وہ عبادت گاہ باہر سے مقفل

ہوتی اور حضرت مریم اس میں اپنے پروردگار کی بندگی میں مگن رہتیں۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (پ:۳، آل عمران:۳۷)

جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو حضرت مریم کے پاس کھانے کی چیزیں (پھل وغیرہ) پاتے۔ آپ نے حضرت مریم سے فرمایا یہ رزق تمہارے لیے کہاں سے آتا ہے؟ آپ نے عرض کی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی مقبول بندی حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر اللہ کی عنایات خسروانہ کو دیکھا تو آپ نے اس موقع و محل کو غنیمت جانا اور اسی محراب عبادت کی جگہ میں آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے کیونکہ اس جگہ کی نسبت مقبول بارگاہ الٰہی، حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے ہو چکی تھی۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ (پ:۳، آل عمران:۳۸)

وہیں حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی انہوں نے عرض کی اے میرے پروردگار مجھے اپنی جناب خاص سے پاکیزہ اولاد عطا فرما یقیناً تو ہی دعا سننے والا ہے۔

پاکیزہ جگہ، محراب مریم میں حضرت زکریا علیہ السلام بارگاہ عالم یزل میں دست بدعا ہوئے تو اللہ جل جلالہٗ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور جو کچھ انہوں نے مانگا تھا وہ انہیں عطا فرما دیا گیا۔

قرآن کریم میں قبولیت دعا کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ لا اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (پ:۳، آل عمران:۳۹)

فرشتوں نے آپ کو ندا دی اس حالت میں کہ آپ محراب میں مصروف عبادت تھے یقیناً اللہ خوشخبری دیتا ہے آپ کو (ایک فرزند) یحیٰی کی جو تصدیق کرنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان کی، سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے دور رہنے والا ہوگا اور نبی ہوگا صالحین سے۔

ذرا سوچئے!

حضرت زکریا علیہ السلام پاکیزہ اور طیب جگہ دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فوراً ان کی دعا کو قبول فرماتا ہے ہمیں بھی چاہئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے دعا مانگنے کے لئے کسی پاکیزہ جگہ کا انتخاب کریں۔

بزرگان دین کے مزارات پرانوار کے پاس دعا مانگنے میں یہی حکمت کارفرما ہے کہ ان کے وجود مسعود کی برکت سے اللہ عزوجل دعا کو قبول فرماتا ہے۔

جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا چند دن قیام کریں وہاں ایک اللہ کا نبی اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا مانگتا ہے تو جہاں کوئی مقبول بارگاہ الٰہی لیٹا ہوا ہو اس کا مزار پرانوار ہو۔ تو وہاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے اگر ہاتھوں کو بلند کر کے اپنے پروردگار سے دعائیں کریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۵) اسماء الحسنٰی سے دعا مانگنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ

الْحُسْنٰی ج (پ:۱۵، بنی اسرائیل:۱۱۰)

(اے میرے حبیب) آپ فرمادیجئے تم یا اللہ کہہ کر دعا مانگو یا رحمٰن کہہ کر دعا مانگو اس کی بارگاہ میں جس بھی نام سے دعا مانگو تو (سن لیجئے) اسماء الحسنٰی اس کے ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھیں اور اسے پکارا جائے تو اچھے اچھے اسماء سے پکارا جائے۔ اللہ کے نام برکت سے لبریز ہیں کوئی بھی نام زبان پر آئے وہ فائدہ سے خالی نہیں پھر بھی کوشش کرنی چاہئے کہ دعا مانگتے ہوئے اس کے اسماء حسنٰی بے ساختہ زبان پر آ جائیں کیونکہ دوہرا فائدہ ہوگا ایک دعا کرنے کا ثواب ملے گا دوسرا ذکر الٰہی کرنے کا اجر ملے گا۔

(۶) جلد بازی نہ کرنا

دعا کا ایک اہم ترین ادب یہ ہے کہ دعا مسلسل جاری رکھی جائے اور تاخیر قبولیت کی بنا پر دلبرداشتہ اور ناامید نہ ہوا جائے۔ دعا کی قبولیت میں جلدی نہ کی جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ يَقُوْلُ: دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِىْ .

تم میں سے کوئی شخص کی دعا تب قبول ہوتی ہے جب وہ (دعا مانگنے میں) جلدی نہیں کرتا (اور یہ نہیں) کہتا کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی (لہٰذا مایوس ہو کر دعا نہ چھوڑ بیٹھے)

(صحیح بخاری:۵/۲۳۳۵، الرقم:۵۹۸۱، صحیح مسلم:۴/۲۰۹۵، الرقم:۲۷۳۵)

قبولیت کا وقت اللہ کے علم میں ہے...... جب وہ وقت آئے گا ضرور قبولیت

ہوگی...... مایوسی کفر ہے...... مومن کی شان کے لائق نہیں...... کبھی ایسا ہوتا ہے جو مانگتے ہیں نہیں ملتا...... بظاہر دعا قبول نہیں ہوتی۔ لیکن اس کا اثر ضرور کسی دوسری صورت میں ہوتا ہے...... جو چیز مانگ رہے ہیں یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ ہمارے لیے مفید ہے یا مضر۔ اگر وہ مضر ہوتی ہے تو اللہ کرم فرماتا ہے اور اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ لیکن اس کے عوض ہمیں بہت سی دوسری مفید چیزیں عطا فرماتا رہتا ہے۔ نہ جانے کتنی آفتیں...... بلائیں...... مصیبتیں...... بیماریاں اس دعا ہی کے اثر سے ٹلتی اور ختم ہوتی رہتی ہیں۔

دعا کی قبولیت کے اوقات

(۱) نصف رات کو دعا کرنا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ الثَّقَفِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: تُفْتَحُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ نِصْفَ اللَّیْلِ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ ھَلْ مِنْ دَاعٍ فَیُسْتَجَابُ لَہٗ، ھَلْ مِنْ سَائِلٍ فَیُعْطٰی ۔ ھَلْ مِنْ مَکْرُوْبٍ فَیُفَرَّجُ عَنْہُ

حضرت عثمان بن ابی العاص الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نصف رات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے۔

ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟

ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اسے عطا کر دیا جائے؟

ہے کوئی دکھ و کرب میں مبتلا کہ اس کے دکھوں کا مداوا کر دیا جائے؟

تو اس گھڑی ہر مسلم جو بھی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول و منظور

فرماتا ہے۔ سوائے زانیہ کے اور خلاف شرع مسلمان تاجروں سے ان کے مال کا دسواں حصہ لینے والا۔ (الترغیب والترہیب:۱/۶۱۷، الرقم:۱۱۶۳)

(۲) سحری کا وقت

دعا کی قبولیت کے لیے عموماً رات کا وقت اور خصوصاً سحری کا وقت بہتر ہے۔ سحری کے وقت دعا اور استغفار کرنا اللہ کے نیک بندوں کی صفات میں سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (پ:۳، آل عمران:۱۷)

''اور (یہ لوگ) رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ○ (پ:۲۷، الذاریات:۱۷)

''وہ راتوں کو تھوڑی سی دیر سویا کرتے تھے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر جب رات کا آخری تیسرا حصہ باقی ہو نزول اجلال فرماتا ہے پھر فرماتا ہے: ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا میں اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مجھ سے سوال کرنے والا میں اسے عنایت فرماؤں۔ ہے کوئی مجھ سے گناہوں کی معافی مانگنے والا میں اس کے گناہ معاف کروں۔

(صحیح مسلم:۲/۱۸۸، الرقم:۷۵۸، سنن ترمذی:۲/۴۴۴، الرقم:۴۴۶، سنن ابن ماجہ:۲/۱۶۱، الرقم: ۱۳۶۶، صحیح بخاری:۱/۳۸۴، الرقم:۱۰۹۴)

غور فرمائیے پروردگار عالم جل جلالہٗ خود فرما رہا ہے کہ مجھ سے مانگو، مجھ سے سوال کرو، مجھ سے مغفرت کی بھیک مانگو اگر ان گھڑیوں کو خواب غفلت کی نذر کر دیا

جائے تو یہ حرماں نصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔ ازلی سعادتوں کا امین ہے وہ شخص جو ان رحمت بھری گھڑیوں میں اپنے اللہ عزوجل سے دست بدعا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا لطف و کرم ہے کہ اس نے ہم جیسے گناہگاروں اور غافلوں کے لئے وقفہ وقفہ سے ایسے لمحات عطا فرما دیئے جن میں تھوڑا سا بھی مانگنے سے اللہ بہت زیادہ عطا فرماتا ہے۔ آیئے ان لمحات کی قدر کریں......

علیم و خبیر اللہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں اللہ تعالیٰ ہر مسلم کو اپنے در سے مانگنے کی سعادت عطا فرمائے۔ جن گھڑیوں میں دعا قبول ہوتی ہے۔

(۳) حالت سجدہ میں

عاجزی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ سجدہ کمال عجز کا مظہر ہے۔ سجدہ کی حالت میں بندہ جب اپنے مولا سے مانگتا ہے تو وہ اس کے دامن کو گوہر مراد سے بھر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّهٖ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَآءَ ۔

بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے تم سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو۔

(صحیح مسلم: ۱/۳۵۰، الرقم: ۴۸۲، سنن ابوداؤد: ۱/۳۳۲، ۳۳۳، الرقم: ۸۷۵، مسند امام احمد: ۲۱۲/۹، الرقم: ۹۴۱۵، سنن نسائی: ۲/۲۲۶)

دعائیں جس حالت میں بھی مانگی جائیں رحیم و کریم اللہ ان دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ مگر سجدہ کی حالت ایسا موقع ہے کہ انسان اللہ کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ پاؤں رکھنے کی جگہ پر سر رکھنے سے وصف عاجزی انسانیت کی معراج کو پہنچ جاتا ہے۔ حالت سجدہ میں جب اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو پھر وہ جو مانگے اسے

عطا کیا جاتا ہے۔

شیطان نے سجدہ سے انکار کیا تو دھتکارا گیا اور فرشتوں نے سر جھکا لیا اور مقرب بارگاہ الٰہی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اکرم ﷺ کے صدقے ہم سب کو سر بندگی جھکانے کی سعادت ارزانی فرمائے۔

(۴) رمضان کا مہینہ

رمضان کے مہینہ میں رحمتوں کی برسات ہوتی ہے...... عطاؤں کی بارش ہوتی ہے...... مغفرت سے نوازا جاتا ہے...... اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ ○

''جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

(صحیح مسلم:۲/۷۵۸، الرقم:۱۰۷۹، شعب الایمان:۳/۳۱۰، الرقم:۳۶۲۵)

(۵) جمعہ کا دن

جمعہ کے روز قبولیت کی ایک گھڑی ایسی آتی ہے۔ جس میں دعا کی جائے تو یقیناً قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے جس کو مسلمان نماز کے دوران پا لے تو اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اس کو پالے گا۔''

(صحیح مسلم:۲/۵۸۳، الرقم:۸۵۲)

(۶) اذان کے وقت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں اذان کے وقت دعا اور جہاد کے وقت جب بعض بعض کو تہہ تیغ کر رہے ہوتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰/۳۴، الرقم: ۲۵۴۰، الترغیب والترہیب: ۱/۲۶۱، الرقم: ۴۰۶)

فوائد

☆ اذان کا وقت بہت ہی بابرکت ہے۔ سجدہ و بندگی کے لیے جب بلایا جا رہا ہو...... اللہ اکبر اللہ اکبر کی مسحور کن آواز آ رہی ہو...... اس کی کبریائی و عظمت کے عملی اظہار کی طرف بلایا جا رہا ہو...... اللہ کی وحدانیت کی گواہی دی جا رہی ہو...... حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی جا رہی ہو...... صلوٰۃ و فلاح کی طرف بلایا جا رہا ہو...... اس پروردگار عالم کی کبریائی کے ڈنکے بج رہے ہوں...... اور اس کی الوہیت کا سرعام اقرار کیا جا رہا ہو...... ان نور بھرے اور رحمتوں سے لبریز وقت میں جو بھی مومن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرے گا اللہ کریم اس کو خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا بلکہ اپنی رحمتوں سے مالا مال کر دے گا۔

☆ اذان کی آواز پر شیطان کے حواس اس کے قابو میں نہیں رہتے وہ دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔ اذان کے لمحات وہ لمحات ہیں کہ جب ازلی دشمن شیطان بھی بھاگ جاتا ہے۔ اس وقت دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھ بلا روک ٹوک عنایات ربانیہ کو متوجہ کر لیتے ہیں۔ اور دعا مانگنے والے کا کاسۂ گدائی بھر دیا جاتا ہے۔

(۷) افطاری کے وقت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلصَّآئِمِ عِنْدَ فِطْرِہٖ لَدَعْوَۃً مَا تُرَدُّ ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روزہ دار افطاری کے وقت دعا مانگتا ہے ایسی دعا جسے رد نہیں کیا جاتا۔

(سنن ابن ماجہ: ۳/۲۲۸، الرقم: ۱۷۵۳، مستدرک حاکم: ۲/۵۲، الرقم: ۱۵۷۵، الترغیب والترہیب: ۲/۱۶، الرقم: ۱۴۴۹)

روزہ دار اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے...... اس نے کھانا پینا صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے ترک کیا ہوا ہے...... روزہ دار کو قیامت کے دن اعزازات اور انعامات سے نوازا جائے گا۔ مگر روزہ دار کی افطاری کی گھڑی کو بھی باعث برکت قرار دیا گیا ہے اس وقت جو دعا مانگی جائے گی اس رب کا وعدہ ہے کہ وہ دعا رد نہیں کی جاتی بلکہ اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔

اے ایمان والو! جب بھی روزہ رکھو، روزہ فرض ہو یا نفلی روزہ اس کی افطاری کی سعادتوں سے لبریز گھڑیوں کو نہ بھولنا۔ ان عظیم ساعتوں میں اللہ کے حضور دست دعا بلند کرو۔ انشاء اللہ ہر دعا اللہ اپنے وعدے کے مطابق قبول فرمائے گا۔

دعا......اور......اسوۂ رسول

(۱) دن کے اولین اوقات میں برکت کی دعا

سیدنا صخر غامدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ دعا فرمائی تھی:

"اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا"

"اے اللہ! میری امت کے لئے دن کے اولین اوقات میں برکت عطا فرما۔"

رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ لشکر کو ہمیشہ صبح سویرے روانہ کرتے۔ راوی صخر غامدی رضی اللہ عنہ تاجر تھے۔ وہ بھی سامان تجارت صبح سویرے بازار بھیج دیتے یوں وہ بہت مالدار ہو گئے۔

(سنن ابن ماجہ، الرقم: ۲۲۳۶)

(۲) نماز سے فراغت کے بعد استغفار کرنا

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِہٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار استغفار کرتے اور فرماتے: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ"

اے اللہ تو صاحب سلامتی ہے اور تجھ سے ہی سلامتی ہے، اے صاحب جلال واکرام تو بڑی برکت والا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱/۴۱۴، الرقم: ۵۹۱)

(۳) فرمانِ خدا...... بزبانِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرا رب میرے پاس نہایت احسن صورت میں آیا......اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ، اِنِّیْ أَسْأَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ، وَاِذَا أَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ

غَيْرَ مَفْتُوْنٍ۔

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! جب آپ نماز ادا کر چکیں تو یہ دعا مانگیں: اے اللہ میں تجھ سے اچھے اعمال کے اپنانے، برے اعمال کو چھوڑنے اور مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔ اور جب تو اپنے بندوں کو آزمانے کا ارادہ کرے تو مجھے اس سے پہلے بغیر آزمائے اپنے پاس بلا لے۔''

(سنن ترمذی: ۵/۳۶۶، الرقم: ۳۲۳۳، ۳۲۳۵، مسند احمد بن حنبل: ۱/۳۶۸، الرقم: ۳۴۸۴، الرقم: ۲۲۱۶۲، مستدرک حاکم: ۱/۷۰۸، الرقم: ۱۹۳۲)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے والد ان کو لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی کو بوسہ دیا، اپنے مبارک لعاب دہن سے گھٹی دی اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔

''اس طرح ان کو دنیا میں آنے کے بعد جو سب سے پہلے غذا ملی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اور طاہر لعاب دہن تھا اور اس کے ساتھ ہی ان کی رگ رگ میں تقویٰ اور حکمت داخل ہو گئی۔''

عبداللہ اپنے بچپن میں ایک دن اپنی خالہ کے گھر سوئے ہوئے تھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس رات سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تو چھوٹے سے عبداللہ دوڑ کر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی کا لوٹا لے آئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو یہ بھی وضو کر کے آ گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز تہجد کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اشارہ فرمایا کہ میرے برابر کھڑے ہو جاؤ۔ مگر یہ پیچھے ہی کھڑے رہے جب اللہ کے رسول ﷺ نے نماز ختم کی تو پوچھا: عبداللہ تم نے میرے اشارے کے باوجود میرے پیچھے کھڑے ہو کر کیوں نماز ادا کی؟ عرض کی:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَنْتَ أَجَلُّ فِيْ عَيْنِيْ وَأَعَزُّ مِنْ أَنْ أُوَازِيَكَ ۔

''اللہ کے رسول ﷺ آپ کا مقام اور مرتبہ میرے ہاں بہت اعلیٰ اور بڑا ہے۔ آپ نہایت عزت و شرف والے ہیں، میں آپ کے برابر کیسے کھڑا ہو سکتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے معصوم سے چچیرے بھائی کے جب یہ الفاظ اور جذبات سنے تو اپنے مبارک ہاتھوں کو بارگاہ الٰہی میں اٹھا لیا اور ان کے لیے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اٰتِهِ الْحِكْمَةَ

''اے اللہ اسے حکمت و دانائی عطا فرما۔'' (المعجم الکبیر: ۱۰/۲۰۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ

اَجْمَلُ النَّاسِ	یہ خوبصورت ترین انسان ہیں
اَفْصَحُ النَّاسِ	فصاحت و بلاغت میں یکتا ہیں
اَعْلَمُ النَّاسِ	لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں

(۵) دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے دعا

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ:
اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ اکثر یہ دعا کیا

کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دینا اور ہمیں عذاب جہنم سے بچانا۔"

(صحیح بخاری: ۵/۲۳۴۷، الرقم: ۶۰۲۶، مسند احمد بن حنبل: ۳/۱۰۱، الرقم: ۱۲۰۰۰)

(۶) میدان بدر میں دعائے مصطفیٰ ﷺ

غزوہ بدر 2 ہجری میں ہوا۔ کفر و اسلام میں ہونے والی اس جنگ کو "یوم الفرقان" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی تعداد صرف 313 جبکہ کافروں کی تعداد تین گنا زیادہ یعنی ایک ہزار کے لگ بھگ تھی۔ سیدنا سعد بن معاذ کے مشورہ سے مرکز قیادت تعمیر کیا گیا۔ یہ ایک چھپر تھا جس سے پورا میدان جنگ دکھائی دیتا تھا۔ میدان جنگ میں اللہ کے رسول ﷺ صفیں درست کر کے مرکز قیادت میں تشریف لاتے ہیں۔

اللہ کے محبوب ترین بندے نبی کریم ﷺ مشکل کی اس گھڑی میں اپنے رب کے سامنے مناجات کر رہے ہیں۔ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اپنے اللہ سے رو رو کر خوب تضرع کے ساتھ التجائیں کر رہے ہیں۔ اپنی امت کو سبق دیا کہ اگر کوئی مشکل وقت آئے، پریشانی آئے تو صرف اپنے رب سے مانگنا، اس کے سامنے سر جھکانا، کسی اور سے نہیں مانگنا۔ بدر کے میدان میں اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں۔

"اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ"

"اے میرے اللہ! جو وعدہ آپ نے مجھ سے کیا ہوا ہے اسے پورا فرما دیجیے۔"

"اَللّٰهُمَّ اَنْشِدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ"

"اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عہد اور وعدے کا سوال کرتا ہوں۔"

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ شرف مرتبہ اور مقام حاصل ہے کہ وہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مرکز قیادت میں موجود تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ کو دیکھ رہے ہیں۔ اب گھمسان کی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ نہایت زور کا رن پڑ رہا ہے لڑائی شباب پر آتی ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مزید التجائیں کر رہے ہیں اور دعا مانگ رہے ہیں۔

"اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ الْيَوْمَ لَا تُعْبَدْ"

"اے اللہ! آج اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو تیری کی عبادت نہ کی جائے گی۔" (صحیح مسلم، الرقم: ۱۷۶۳)

"اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ اَبَدًا"

"اے اللہ! اگر آپ چاہیں تو آج کے بعد اس روئے زمین پر آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔" (صحیح بخاری، الرقم: ۲۹۱۵)

دعا......اور اسوۂ انبیاء

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

جب سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور دیواریں بلند ہو گئیں تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹے جاؤ ایک پتھر تلاش کر کے لاؤ تا کہ میں اس پر کھڑا ہو کر تعمیر مکمل کر سکوں۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام جاتے ہیں اور کالے رنگ کا ایک پتھر تلاش کر کے لے آتے ہیں۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام اپنے والد محترم کو پتھر پکڑاتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر اللہ کے گھر کی تعمیر کرتے ہیں یہی پتھر بعد میں مقام ابراہیم کہلایا۔

بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو سیدنا ابراہیم نے ایک دعا فرمائی۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِناً وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط

"اے میرے رب! اس جگہ کو امن والا شہر بنا دے، اس کے رہنے والوں میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما۔"

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا، یہ مقام آج تک پر امن اور قابل احترام ہے اور یہاں کے لوگوں کو سارے جہان کے پھل اور میوہ جات وافر مقدار میں ہر موسم میں دستیاب ہیں۔

اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام ایک اور دعا مانگتے ہیں: اے اللہ! مکہ کے باشندوں کو رسول کے بغیر نہ رکھنا بلکہ ان میں اپنا رسول، اپنا پیغمبر، اپنا نبی مبعوث فرمانا۔ باپ بیٹے کی دعا کے اصل الفاظ کچھ اس طرح تھے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِكَ

"اے ہمارے رب ان میں سے ایک رسول مبعوث فرما، جو انہی میں سے ہو۔ وہ ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے۔"

وَیُعَلِّمُھُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

"اور انہیں کتاب اور حکمت (سنت) کی تعلیم دے۔"

وَیُزَكِّیْھِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝

"اور انہیں پاکیزہ بنا دے، بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔"

پاکیزگی سے مراد یہ ہے کہ ان کا تزکیہ نفس کرے، ان کے اخلاق، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست، غرض ہر چیز کو سنوارے، گویا عملی طور پر صحابہ کرام کی

تربیت کرنا بھی اللہ کے رسول ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ جسے آپ ﷺ نے بطریق احسن پورا فرمایا۔

دونوں باپ بیٹے کی دعا کو ہزاروں سال گزر گئے...... اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل اور ان کے بیٹے کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ سردار عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر سید الاولین و الآخرین، سید ولد آدم شفیع المذنبین، سیدنا محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوتی ہے۔

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا

حضرت ایوب علیہ السلام نہایت دولت مند، صاحب ثروت اور بڑے زمیندار تھے۔ دمشق (شام) کے نواحی علاقے بثینہ میں ان کی وسیع زرعی اراضی تھی۔ وافر مال و متاع اور مویشیوں کی کثرت نے انہیں علاقے کا سب سے بڑا اور بااثر زمیندار بنا دیا تھا۔ بڑے مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت سخی اور دریا دل بھی تھے۔ غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں پر خوب دل کھول کر خرچ کرتے۔ کوئی سوالی ان کے دروازے سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا۔

حضرت ایوب علیہ السلام بہت شاکر بھی تھے۔ وہ ان نعمتوں پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں کو امتحان میں ڈالتا اور ان کے ایمان کو آزماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بھی آزمائش میں ڈالا۔ ان کی اولاد جن مکانوں میں رہتی تھی وہ گر پڑے اور تمام اولاد مکانوں کے ملبے تلے آ کر دب گئی۔ لٹیروں کے ایک بڑے گروہ نے ان پر دھاوا کیا۔ وہ ان کے تمام مویشی ہانک کر لے گئے۔ زرعی اراضی کو آگ نے خاکستر کر ڈالا۔ خود حضرت ایوب علیہ السلام کو کوڑھ کی بیماری لاحق ہوگئی۔ پھوڑے خراب ہو گئے اور صورتحال سخت پریشان کن ہوگئی۔ ایسی حالت میں بھلا کون ساتھ رہتا ہے۔ تمام

دوست احباب چھوڑ چھاڑ کر چلتے بنے۔ سوائے ایک بیوی الیا کے اور کوئی ڈھارس بندھانے کو باقی نہ رہا۔ دو ایک پرانے دوست البتہ کبھی کبھار دیکھنے آجاتے۔

الیا بڑی اچھی خاتون تھی۔ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے اچھے دنوں کی ساتھی تھی۔ اس نے کہا: آسودہ حالی میں ان کے ساتھ رہی ہوں۔ اب ان پر کڑا وقت آیا ہے تو بھی ساتھ نبھاؤں گی۔

بستی کے لوگوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کو بستی سے نکال دیا۔ الیا انہیں بستی کے باہر ایک خیمے میں لے آئی۔ وہ ان کے نیچے راکھ بچھاتی اور انہیں ہر طرح سے آرام پہنچانے کی کوشش کرتی۔

رہائش کا مسئلہ تو کسی نہ کسی طرح حل ہو گیا لیکن کھانے پینے کا بندوست کیسے ہوتا۔ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام تو کام کاج کے قابل نہیں رہے تھے۔ بستی کے لوگ قریب نہیں پھٹکتے تھے۔ مدد کیا کرتے۔ الیا نے ہی کمر ہمت باندھی اور لوگوں کے گھر میں کام کاج کرنے لگی۔ وہ لوگوں کے لیے روٹیاں پکاتی، ان کے برتن مانجھتی۔ دن ڈھلے جو روکھی سوکھی ملتی وہ لاکر حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کو پیش کر دیتی۔ غرض آزمائش کے اٹھارہ برس اس نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی بڑی خدمت کی اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائی۔

خود حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کا صبر و شکر بھی دیدنی تھا۔ زبان مبارک ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہتی۔ اٹھارہ برس کہنے کو تو اٹھارہ برس ہیں لیکن جب جھیلنے پڑیں تو یہ بہت لمبی مدت بن جاتی ہے۔ آدمی بیمار ہو، بستر پر پڑا ہو تو چند گھڑیاں بھی کاٹے نہیں کٹتیں۔

ایک مرتبہ الیا کہہ بیٹھی: میرے سرتاج! رب تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ تکلیفیں دور کر دے۔

قدرے ناراض ہوئے۔ بولے: آسودہ حالی میں ستر برس گزارے۔ اب ستر برس اسی حالت میں گزاروں تو حساب برابر ہو۔

الیا یہ جواب پا کر بے حد پریشان ہوئی تاہم چپکی ہو رہی۔ ایک روز وہی دونوں دوست جو کبھی کبھار بھولے سے آیا کرتے تھے، ملنے کو آئے۔ باتوں باتوں میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے۔ ایوب نے کوئی بڑا گناہ کیا ہے۔ جو اتنی کڑی سزا پا رہا ہے۔

سیدنا ابوایوب علیہ السلام نے اٹھارہ برس نہایت صبر وشکر سے گزارے تھے۔ ہر طرح کی جلی کٹی سنی تھی۔ یہ بات ایسی سخت تھی کہ برداشت نہیں کر پائے۔ بے قرار ہو گئے۔ رب تعالیٰ کو پکارا، قرآن مجید نے ان کی دعا کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ (پ:۱۷،الانبیاء:۸۳)

اور ایوب (علیہ السلام کا قصہ یاد کریں) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف چھو رہی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ ۝ (پ:۱۷،الانبیاء:۸۴)

تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں جو تکلیف (پہنچ رہی) تھی سو ہم نے اسے دور کر دیا اور ہم نے انہیں ان کے اہل وعیال (بھی) عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور (عطا فرما دیئے) یہ ہماری طرف سے خاص رحمت اور عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے کہ اللہ صبر و

شکر کا اجر کیسے دیتا ہے۔

ہُوا یوں کہ ایوب علیہ السلام جب حاجت کو جایا کرتے تو اہلیہ کام کاج سے واپس آ کر انہیں ساتھ لے کر ان کے ٹھکانے پر آ جاتیں۔

اب کے ایوب علیہ السلام حاجت کے لیے گئے تو اہلیہ کو آنے میں ذرا دیر ہو گئی ادھر اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام پر وحی نازل کر دی کہ زمین پر پاؤں مارو۔ انہوں نے پاؤں مارا تو ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ پانی پیو اور نہاؤ۔ انہوں نے پیا اور نہائے تو بھلے چنگے ہو گئے۔

اس طرح ایوب علیہ السلام پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئے، بدن دمکنے لگا۔ فرشتوں کے ذریعے پوشاک پہنائی گئی۔ سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہوئی۔ پھر وہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ اہلیہ آئیں پہچان نہ پائیں۔ انہی سے پوچھنے لگیں: ''اے اللہ کے بندے! یہاں میرا شوہر ایوب نبی تھا...... وہی بیمار سا...... تم نے تو نہیں دیکھا؟''

سیدنا ایوب علیہ السلام نے مسکرا کر کہا: ''اللہ کی بندی! میں ہی ایوب ہوں۔''

وہ حیران ہو کر بولیں: ''مجھ دکھی عورت سے مذاق نہ کرو۔''

بولے: ''بھلا میں کیوں مذاق کرنے لگا۔ اری بھلی مانس! میں ایوب ہی ہوں۔ آزمائش ختم ہوئی۔ اللہ نے مجھے بھلا چنگا کر دیا ہے۔''

تب اہلیہ الیا نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔

ادھر دو بادلوں نے سیدنا ایوب علیہ السلام کے دونوں کھلیانوں پر سونا چاندی برسایا۔ مال، متاع، اولاد، اراضی، مال مویشی، نوکر چاکر، سب کچھ واپس مل گیا۔ وہ بھی دگنا ہو کر۔

اس کے بعد سیدنا ایوب علیہ السلام مزید ستر برس زندہ رہے اور دین ابراہیمی کی

تبلیغ کرتے رہے۔ اور صبر ایوب علیہ السلام رہتی دنیا تک ضرب المثل بن گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۶، ۳۸۷، تفسیر القرطبی)

(۴) حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا کی تھی۔

لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

(پ:۱۷، الانبیاء:۸۷)

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد رسی کی اور فرمایا:

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (پ:۱۷، الانبیاء:۸۷-۸۸)

اور ذوالنون (مچھلی کے پیٹ والے نبی علیہ السلام کو بھی یاد فرمائیے) جب وہ (اپنی قوم پر) غضبناک ہو کر چل دیئے پس انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ ہم ان پر (اس سفر میں) کوئی تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے (دریا، رات اور مچھلی کے پیٹ کی تہہ در تہہ) تاریکیوں میں (پھنس کر) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے، بیشک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔ پس ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہم نے انہیں غم سے نجات بخشی، اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا تھا: ''مچھلی والے کی دعا جبکہ اس نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے رب کو پکارا تھا، کوئی بھی مسلمان کسی بھی معاملے میں اس دعا کے ساتھ رب تعالیٰ کو پکارے تو رب تعالیٰ اس کی فریادرسی ضرور کرتا ہے۔''

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○

تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے بیشک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

(جامع ترمذی، الرقم: ۳۵۰۵، مسند احمد: ۱/ ۱۷۰)

(۴) حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوئے اور عرض کی:

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ○

اے میرے رب! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ○ (پ: ۱۷، الانبیاء: ۸۹-۹۰)

تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہم نے انہیں یحیٰی (علیہ السلام) عطا فرمایا اور ان کی خاطر ان کی زوجہ کو (بھی) درست (قابل اولاد) بنا دیا۔ بیشک یہ (سب) نیکی کے کاموں (کی انجام دہی) میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں شوق و رغبت اور خوف و خشیت (کی کیفیتوں) کے ساتھ پکارا کرتے تھے، اور ہمارے حضور بڑے عجز و نیاز کے ساتھ

گڑ گڑاتے تھے۔

درسِ عمل

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کا یہ وصف ہے کہ وہ خشوع وخضوع سے لبریز تھے۔ آج ہمیں بھی چاہئے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں خشوع وخضوع سے دعا مانگیں۔ عاجزی کے وصف سے متصف ہو کر مانگیں، جب ہم اس کی بارگاہ میں قلب وقالب سے جھک جائیں گے تو وہ یقیناً دعا قبول فرمائے گا۔

دعا......اور اسوۂ صحابہ

(۱) تین چیزوں میں سے ایک ضرور ملتی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان کوئی بھی دعا کرتا ہے بشرطیکہ جس میں گناہ یا قطع رحمی نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا کرتا ہے:

اِمَّا اَنْ تُعَجَّلَ لَهٗ دَعْوَتُهٗ

یا تو اس کی دعا کو جلد قبول کر لیتا ہے۔

وَاِمَّا اَنْ یَدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ

یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے۔

وَاِمَّا اَنْ یُصْرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلُهَا ۔

یا اس سے اس قسم کی کوئی تکلیف دور کر دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ پھر تو ہم زیادہ سے زیادہ دعا کریں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْثَرُ

اللہ بھی زیادہ (سے زیادہ قبول کرتا) ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۲۲، الرقم: ۲۹۱۷۰، مسند احمد بن حنبل: ۳/۱۸، الرقم: ۱۱۱۴۹، مستدرک حاکم: ۱/۶۷۰، الرقم: ۱۸۱۶)

درسِ فکر

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عطاو بخشش تمہارے دعائیں مانگنے سے بہت زیادہ ہے آج دعائیں مانگی جاتی ہیں پھران کی قبولیت کا انتظار کیا جاتا ہے اگر حسب خواہش اثرات نظر نہ آئیں تو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں کرتا۔ درج بالا فرمان رسول ﷺ کو ذہن میں محفوظ رکھتے ہوئے اب ایسا تصور دل سے نکال دینا چاہیے۔

(۱)......اللہ کریم ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشتا ہے اس کے قبول کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

(۲)......جو دعا مانگی جائے وہی بعینہٖ عطا فرمادے۔

جو دعا مانگی جائے اس کو یوم آخرت کے لئے ذخیرہ کرے اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ ہم پر کس درجہ مہربان ہے ہم صرف زبان کو حرکت دیتے ہیں اور اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں وہ اسے بھی رد نہیں کرتا بلکہ وہ اکثر ہماری اس خواہش کو قیامت کے دن کے لئے ذخیرہ فرمالیتا ہے اس دنیا کی اشیاء فانی و حادث ہیں لیکن اللہ الکریم کی رحمت جب کرم کرتی ہے تو اس چیز کو ذخیرہ کر کے عالم الا آخرہ پہنچادیتی ہے جہاں ہر ناپائیدار چیز جا کر پائیدار بن جاتی ہے فانی بھی لافانی ہو جاتی ہے اور ابدالآباد تک رہتی ہے۔

(۳)...... جو دعا مانگی اتنی مقدار مصیبت دور کر دی گئی۔

یہ بھی کریم اللہ کی کرم نوازی ہے مصیبت نازل ہو رہی ہے دعا مانگنے والے نے دعا مانگی اسے اس مصیبت کا شعور تک نہیں اگر یہ مصیبت آجاتی تو شاید اس کی ساری زندگی پھیکی ہو جاتی اور اس کے ایام حیات درد و کرب میں گزرتے لیکن دعا مانگنے والے نے کوئی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے وہ چیز دینے کی بجائے اتنی مقدار مصیبت کو دفع کر دیا تو یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے اور اس کے لطف و کرم کا کوئی کنارہ نہیں۔

اس حدیث پاک سے عیاں ہوا کہ دعا مانگنے والے کو بے صبر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اسے صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا چاہئے اگر جو نعمت وہ مانگ رہا تھا نہیں ملی تو پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں کریم اللہ نے اتنی مقدار میں کوئی مصیبت دور کر دی ہے یا اسے آخرت کے لئے ذخیرہ فرما لیا ہے۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا تو ان پر بارش برسا دی جاتی۔

(صحیح البخاری: ۱/۳۴۲، الرقم: ۹۶۴، ۳/۱۳۶۰، الرقم: ۳۵۰۷، سنن کبریٰ: ۳/۳۵۲، الرقم: ۶۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۷/۱۱۰، الرقم: ۲۸۶۱)

دعا......اور اسوۂ اولیاء

(۱) رزق کے لیے دعا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمیں ایک شخص کے بارے میں بتایا وہ شخص اپنے گھر گیا اس کے گھر میں کھانے پینے کے لیے کچھ نہ تھا اس سے اپنے گھر کی حالت دیکھی نہ گئی وہ اضطراب و پریشانی کی حالت میں باہر نکل گیا اپنے خاوند کی یہ حالت دیکھ کر بیوی کے دل پر چوٹ سی لگی وہ اٹھی چکی نکالی تنور میں آگ جلائی اور اللہ کے حضور دست بدعا ہوگئی۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا

اے اللہ ہمیں رزق عطا فرما۔

اچانک چکی چلنے لگی اس نے چکی کے پاس پڑے ہوئے برتن کو دیکھا وہ بھر چکا تھا تنور کو دیکھا وہ بھی بھرا ہوا تھا خاوند جب گھر آیا اسے اپنے گھر کی حالت بدلی ہوئی محسوس ہوئی گھر سے کھانے کی مہک اٹھ رہی تھی اس نے اپنی بیوی سے استفسار کیا کیا میرے بعد تمہیں کچھ ملا ہے وہ کہنے لگی ہاں! ہمارے رب نے ہمیں رزق فراہم کیا ہے پھر اسے ساری بات بتائی۔

شوہر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: ہمیں چکی کا پاٹ اٹھا کر دیکھنا تو چاہیے کہ کتنی گندم باقی ہے؟ جب اس نے پاٹ اٹھایا تو فراہمی رزق کا یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ نے بند کر دیا۔

اس سارے معاملے کی خبر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَمَا اِنَّهٗ لَوْلَمْ يَرْفَعْهَا، لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

اگر وہ چکی کو نہ اٹھاتا تو یہ قیامت تک اسی طرح گھومتی رہتی (اور

خوراک فراہم کرتی رہتی)۔ (مسند احمد، الرقم:۱۰۶۵۸)۔

دعا کی تاثیر سے خچر زندہ ہو گیا

حضرت سیدنا امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ''ایک مرتبہ مجاہدین اسلام کا لشکر، دشمنان اسلام سے جہاد کے لیے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت بلند کرتا ہوا جانب منزل رواں دواں تھا۔ ایک جگہ پڑاؤ کیا تو ایک مجاہد کا خچر مر گیا دوسرے مجاہدوں نے اسے اپنی سواریاں پیش کیں اور اپنے ساتھ چلنے کو کہا: لیکن اس نے انکار کر دیا۔ جب بے حد اصرار کے باوجود بھی وہ تیار نہ ہوا تو اسے وہیں چھوڑ کر سارا لشکر آگے روانہ ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس مجاہد نے وضو کر کے خوب خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر بارگاہ خداوندی عزوجل میں اس طرح التجا کی:

''اے میرے پاک پروردگار عزوجل! میں تیری خوشنودی کے لیے تیری راہ کا مجاہد بنا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ تو ہی انہیں قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اے میرے مالک عزوجل! میرے اس خچر کو میرے لیے زندہ کر دے۔''

دعا کے بعد اس نے اپنے خچر کو ٹھوکر ماری تو خچر فوراً کان جھاڑتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ مجاہد نے خچر پر زین ڈالی اور سوار ہو گیا۔ خچر ہوا سے باتیں کرتا ہوا سرپٹ دوڑنے لگا۔ چند ہی گھڑیوں میں وہ مجاہد اپنے دوستوں سے جا ملا۔ انہوں نے اپنے رفیق کو اسی خچر پر دیکھا تو حیران ہو کر ماجرا دریافت کیا۔ مجاہد نے سارا واقعہ بتایا اور کہا:

''میرے رب عزوجل نے میرے لیے اس خچر کو زندہ فرما دیا۔''

یہ سن کر تمام شرکاء قافلہ گویا زبان حال سے یوں کہہ رہے تھے:

دعاء ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(عیون الحکایات:۲/۲۱۹)

دعا سے رہائی مل گئی

جب صفوان بن محرز کے بھتیجے کو زمانے کے ظالم و جابر حاکم ابن زیاد نے قید کر لیا تو آپ بہت پریشان ہوئے اور اپنے بھتیجے کی رہائی کے لیے بصرہ کے امراء اور باا ثر لوگوں سے سفارش کروائی لیکن کامیابی نہ ہو سکی۔ ابن زیاد نے سب کی سفارشوں کو رد کر دیا۔ صفوان بن محرز نے بڑی تکلیف دہ حالت میں رات گزاری۔ رات کے پچھلے پہر انہیں اچانک اونگھ آ گئی، تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا:

''اے صفوان بن محرز! اٹھ اور اپنی حاجت طلب کر۔''

یہ خواب دیکھ کر ان کی آنکھ کھل گئی۔ انجانے سے خوف نے ان کے جسم پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔ انہوں نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر رو رو کر بارگاہ خداوندی عزوجل میں دعا کرنے لگے۔ یہ اپنے گھر میں مصروف دعا تھے اور وہاں ابن زیاد بے چینی اور کرب میں مبتلا تھا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ''مجھے صفوان بن محرز کے بھتیجے کے پاس لے چلو۔'' سپاہی فوراً مشعلیں لے کر ابن زیاد کے پاس آئے، ظالم حکمران اپنے سپاہیوں کے ساتھ جیل کی جانب چل دیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے جیل کے دروازے کھلوائے اور بلند آواز سے کہا: ''صفوان بن محرز کے بھتیجے کو فوراً رہا کر دو۔ اس کی وجہ سے میں نے ساری رات بے چینی کے عالم میں گزاری ہے۔''

حاکم کی آواز سن کر سپاہیوں نے فوراً صفوان بن محرز کے بھتیجے کو جیل سے نکالا اور ابن زیاد کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ابن زیاد نے بڑی نرمی سے گفتگو کی۔ اور کہا:

''جاؤ! خوشی خوشی اپنے گھر چلے جاؤ۔ تم پر کسی قسم کا کوئی جرمانہ وغیرہ نہیں۔'' اتنا کہہ کر ابن زیاد نے اسے رہا کر دیا۔

وہ سیدھا اپنے چچا صفوان بن محرز کے پاس پہنچا اور دروازے پر دستک دی، اندر سے آواز آئی: کون؟ کہا: ''آپ کا بھتیجا۔'' اپنے بھتیجے کی اس طرح اچانک آمد پر آپ بہت حیران ہوئے اور دروازہ کھول کر اندر لے گئے۔ پھر حقیقت حال دریافت کی تو اس نے رات والا سارا واقعہ سنا دیا۔

صفوان بن محرز نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور اپنے بھتیجے سے گفتگو کرنے لگے۔

(عیون الحکایات: ۲/۲۲۱)

دعا نہ کرنے کا نقصان

(۱) اللہ کی ناراضگی

اللہ رب العزت ایسا کریم رب ہے کہ جو اس کریم رب کے دربار میں حاضر ہو اور دست سوال دراز نہ کرے۔ تو اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ عبدیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ بندہ معبود سے گڑگڑا کر مانگے۔ میرا رب یہ پسند فرماتا ہے کہ جب اس کی بارگاہ میں آؤ تو جھولی پھیلاؤ...... کچھ مانگو...... تکبر میں مبتلا نہ ہو...... ورنہ اللہ کی ناراضگی ذلیل وخوار کر دے گی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَسْأَلِ اللّٰهَ یَغْضَبْ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی اللہ سے سوال نہ کرے۔ اس سے دعائیں نہ مانگے اللہ

تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی: ۵/۲۴۴، الرقم: ۳۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۴/۲۹۹، الرقم: ۳۸۲۷، مسند امام احمد: ۹/۲۹۲، الرقم: ۹۶۸۰)

دنیا میں بڑے بڑے سخی ہیں ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔

استاد شاگرد کے لیے سخی ہے

ماں باپ اولاد کے لیے سخی ہیں

بھائی بھائی کے لیے سخی ہے

دوست دوست کے لیے سخی ہے

لیکن دنیا میں ایسا کوئی سخی نہیں کہ اگر اس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہو جائے ہاں بار بار سوال کرنے سے بڑا سخی اکتا جاتا ہے لیکن اللہ وحدہٗ لاشریک کی شان سب سے جدا ہے اس سے جو نہ مانگے۔ سوال نہ کرے اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

درسِ ہدایت

ہم کیسے بندے ہیں کہ اپنے اللہ سے مانگتے ہی نہیں...... ہم کیسی مخلوق ہیں کہ اپنے خالق کے حضور دست سوال دراز ہی نہیں کرتے...... ہم کیسے مومن ہیں کہ جس ذات اقدس پر ہمارا ایمان ہے کہ وہی ہمارا خالق ومعبود ہے ہم اسے راضی کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔

(۲) کمزور وعاجز شخص

اَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الدُّعَاءِ وَاَبْخَلُ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ ۔

لوگوں میں عاجز وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہے اور لوگوں میں بخیل وہ ہے جو السلام علیکم کہنے میں بخیل ہے۔

(الترغیب والترہیب: ۳/ ۴۲۰، الرقم: ۴۰۰۰)

جس کے بازوؤں میں قوت نہ ہو جس کے قویٰ مضمحل ہوں جو مال ومنال پر قادر نہ ہو جس کے اعوان وانصار نہ ہوں اور اس کا دل صدمہ کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اسے لوگ کمزور سمجھتے ہیں۔

لیکن محسن انسانیت سید الخلق ﷺ نے سوچ کے دھارے کو بدلتے ہوئے فرمایا میری امت میں عاجز وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہے مومن کا سب سے بڑا اسلحہ دعا ہے وہ اللہ پر توکل کیا کرتا ہے اس کا بھروسہ ذات وحدہٗ لاشریک پر ہوا کرتا ہے اور جو انسان دعا نہ کرے بارگاہ خداوندی میں حاضری نہ لگوائے، رحمت الٰہی کے دروازے پر دستک نہ دے وہ عاجز وکمزور ہے جس سے دعا ومناجات کی توفیق چھین لی جائے وہ ظاہری طور پر چاہے جتنا کروفر والا ہو اسے اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ مخبر صادق ﷺ نے اسے عاجز وکمزور قرار دیا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی نگاہ میں کمزور ہے وہ کبھی بھی طاقت ور نہیں ہو سکتا۔

بد دعا کا نقصان

(۱) عورت مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی

مروان بن حکم کے دور خلافت میں اروی بنت اویس نامی خاتون نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف مقدمہ دائر کروایا۔ سیدنا سعید عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ مقدمہ میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ انہوں نے اروی کی زمین کے ایک ٹکڑے پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے۔ مقدمہ مروان کے پاس گیا اس نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ سعید کو بلوایا یہ اس وقت خاصے بوڑھے ہو چکے تھے مقدمہ پیش ہوا تو

انہوں نے کہا:

میں اس کی زمین پر کیسے قبضہ کر سکتا ہوں جب کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے خود سنا ہے...... مروان کہنے لگا: اے صحابی رسول آپ بتائیے آپ نے کیا سنا ہے؟ کہنے لگے: آپ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ

''جس شخص نے ایک بالشت برابر بھی ظلم سے کسی کی زمین پر قبضہ کیا تو قیامت کے دن اس کی گردن میں ساتوں زمینوں کو طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔''

مروان نے کہا کہ اس کے بعد کسی دلیل، گواہ یا حجت کی کوئی ضرورت نہیں اور مقدمہ خارج کر دیا۔ آخر وہ صحابی ﷺ تھے۔ بزرگی کی عمر میں اہانت کی گئی تھی اور ان پر ناجائز مقدمہ کیا گیا اور عدالت میں طلب کیا گیا تھا چنانچہ انہوں نے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر اللہ سے ایک دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً، فَعَمِّ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا

''اے اللہ! اس جھوٹی کو اندھا کر دے اور اس کو اس کی زمین ہی میں قتل کر دے۔''

چنانچہ مرنے سے پہلے یہ عورت اندھی ہو گئی تھی ایک دن اپنی زمین میں پھر رہی تھی کہ

اِذْ وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ وَمَاتَتْ۔

''اچانک وہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔''

(صحیح بخاری، الرقم: ۳۱۹۸، صحیح مسلم، الرقم: ۱۶۱۰)

(۲) ماں کی بددعا نے آزمائش میں ڈال دیا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ

''پوری تاریخ انسانی میں صرف تین بچوں نے گھوارے میں گفتگو کی ہے۔''

ان تین بچوں میں سے ایک تو عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرے کا قصہ آگے آرہا ہے جبکہ تیسرا جریج کی گواہی دینے والا بچہ ہے اس قصے کی تفصیل یہ ہے کہ جریج بنو اسرائیل میں ایک عابد وزاہد وشب زندہ دار عالم تھے انہوں نے عبادت کے لئے آبادی سے باہر ایک جھونپڑی نما گرجا گھر بنا لیا تھا۔ ایک دن وہ عبادت میں مشغول تھے! ان کی والدہ ایک لمبی مسافت طے کر کے ان سے ملنے آئیں اور آواز دی: اے جریج۔ جریج نے اپنے دل میں کہا: اے اللہ میری ماں پکار رہی ہے اور میں اس وقت نماز میں مشغول ہوں ماں کو جواب دوں یا نماز میں مشغول رہوں؟ بہر حال وہ اپنی صوابدید کے مطابق نماز پڑھتے رہے اور ماں کی پکار کا جواب نہیں دیا۔ ماں واپس چلی گئی دوسرے دن پھر وہ آئی۔ اس وقت بھی جریج نماز پڑھ رہے تھے ماں نے آواز دی ''اے جریج!'' جریج نے اپنے دل میں کہا: اے اللہ! میں تیری عبادت میں مشغول ہوں ادھر میری ماں مجھے پکار رہی ہے...... میں کیا کروں؟ بہر حال اس کشمکش کے باوجود وہ نماز میں مشغول رہے۔ ماں واپس چلی آئی۔ تیسرے دن پھر آئی، اس دن بھی جریج عبادت میں مشغول تھے۔ ماں نے آواز دی: بیٹا جریج! جریج نے دل ہی میں کہا: اے میرے پروردگار! میری ماں اور میری نماز...... اور وہ چپ چاپ حسب معمول نماز ہی پڑھتے رہے ماں کی صدا کا جواب نہیں دیا۔ ماں کے منہ سے بددعا نکل گئی۔

اَللّٰهُمَّ! لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلٰى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ

"اے اللہ! اسے اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورتوں
کے منہ نہ دیکھ لے۔"

جریج کی ماں بددعا کر کے واپس چلی گئی۔ بنواسرائیل میں جریج کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ وہ جریج کی عبادت پر حسد کرنے لگے...... انہوں نے خود تو جریج کی بلندی تک پہنچنے کی کوشش نہ کی...... البتہ ان کی خواہش تھی کہ وہ جریج کو اپنی پستی تک اتار لائیں تا کہ وہ بھی ان ہی کی طرح فسق و فجور اور فحاشی و بدکاری میں مبتلا ہو جائے۔

بنواسرائیل نے حدود الٰہی پامال کر کے پردے کی اہمیت کو فراموش کر دیا تھا، لہٰذا عورتوں اور مردوں کا باہم اختلاط شروع ہو گیا۔ مردوں کی مجلسوں میں عورتیں بناؤ سنگھار کر کے شریک ہونے لگیں اور مرد بھی عورتوں سے لطف اندوز ہونے لگے۔ اس وجہ سے ان میں زناکاری و بدکاری اور سرکشی و طغیانی کی وبا پھیل گئی۔

جریج کی ماں کی بددعا کے بعد بنواسرائیل ان کی پاکیزہ زندگی کو داغدار کرنے کی منصوبہ سازی کرنے لگے۔ ان لوگوں کی بستی میں ایک بدکار عورت رہتی تھی وہ نہایت خوبصورت تھی لوگ خوبصورتی میں اس کی مثال دیا کرتے تھے۔ اس نے بنی اسرائیل سے کہا: اگر تم چاہو تو میں جریج کو اپنے دام فریب میں پھانس لوں؟ انہوں نے کہا! ٹھیک ہے، یہ بڑی اچھی ترکیب ہے۔

اس فاحشہ نے خوب بناؤ سنگھار کیا۔ جریج کی خدمت میں پہنچی اور ان پر ڈورے ڈالنے لگی لیکن انہوں نے اس فاحشہ عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اب فاحشہ نے ایک اور چال چلی، وہ ایک چرواہے کے پاس گئی جو جریج کی جھونپڑی کے پاس رہتا تھا۔ اس چرواہے نے اس فاحشہ کے ساتھ بدکاری کی تو وہ حاملہ ہو گئی۔ جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے یہ کہنا شروع کر دیا: یہ بچہ

جریج کا ہے۔ بنو اسرائیل جریج کو رسوا کرنے کی تاک میں تھے، یہ خبر سنتے ہی وہ جریج پر چڑھ دوڑے، انہیں عبادت گاہ سے گھسیٹا اور اسے ڈھا دیا اور انہیں بری طرح زدوکوب کرنے لگے۔ جریج نے پوچھا: وجہ کیا ہے، تم لوگ آخر کیوں مجھے مار رہے ہو؟ یہودیوں نے کہا: تم نے اس بدکار عورت سے منہ کالا کیا ہے۔ یہ بچہ تمہارے اس گناہ کا نتیجہ ہے۔

جریج نے کہا: ٹھہرو! اس بچے کو میرے پاس لاؤ۔

لوگ اس بچے کو ان کے پاس لے آئے۔

جریج نے کہا: مجھے نماز پڑھ لینے دو۔

وہ نماز پڑھ کر بچے کے پاس آئے اور اس کا پیٹ دبا کر پوچھا:

بتا تیرا باپ کون ہے؟

اللہ کی قدرت سے وہ شیر خوار بچہ بول اٹھا: میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

بچے کی گفتگو سنتے ہی لوگ سخت نادم و پریشان ہوئے اور جریج کو بوسہ دینے اور بطور تبرک چھونے لگے۔

لوگوں نے کہا: ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنا دیں گے۔

جریج نے کہا: نہیں بلکہ مٹی سے ویسی ہی بنا دو جیسی یہ پہلے تھی۔

لوگوں نے جریج کی جھونپڑی پہلے ہی کی طرح بنا دی۔

(صحیح مسلم، الرقم: ۲۵۵۰)

درسِ ہدایت:

ہمیں خود بھی دعائیں کرنی چاہئیں اور دوسروں کی دعائیں بھی لینی چاہئیں اور دوسروں کی بددعاؤں سے بچنا چاہئے۔

اَللّٰھُمَّ امْلَاْءْ قَلْبِیْ بِالْمَعَارِفِ الرَّبَّانِیَّۃِ